

امیر المؤمنین فی الحدیث، کائی ناز فقیہ، لئنہ پاپہ مجتہد اور مجتہد  
امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری کی حیات و خدمات

# سیرت ام بخاری



[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

دارالسلام  
ریسرچ سٹرٹ



## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ذات کام پر دستیاب نہام الیکٹر انک کتب ..... ←

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔ ←

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) ←

کی جاتی ہیں۔ ←

دعویٰ مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹر انک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔ ←

### ☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ ←

ان کتب کو تجارتی یا مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔ ←

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تلیخ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾ ←

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔ ←



11416: 22743:

ان: 00966 1 4043432-4033962: نیس: 00966 1 4021659: www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

ن: 00966 1 4735220: نیس: 00966 1 4735221:	ن: 00966 1 4614483: نیس: 4644945:
ن: 00966 1 2860422: نیس: 00966 1 2860423:	ن: 00966 1 4286641: نیس:
ن: 00966 4 8234446, 8230038: نیس: 00966 4 8151121:	ن: 6336270: نیس: 00966 2 6879254:
ن: 00966 7 2207055: نیس: 00966 3 8691551:	ن: 00966 3 8692900: نیس: 00966 3 8691551:
ن: 00966 6 3696124: نیس: 0503417156:	ن: 8691551: نیس: 0500887341:

ن: 001 416 4186619:	ن: 001 713 722 0419:	ن: 001 718 625 5925:
ن: 0044 0121 7739309:	ن: 0044 20 85394885-0044 20 77252246:	ن: 0091 44 45566249:
ن: 0033 01 480 52997: نیس: 0033 01 480 52928:	ن: 5632623: نیس: 00971 6 5632623:	ن: 0091 98841 12041:
ن: 0091 22 2373 4180:	ن: 0091 98493 30850:	ن: 0091 44 42157847:
ن: 0094 114 2669197:	ن: 0094 115 358712:	ن: 0091 40 2451 4892:

ن: 0092 42 373 240 34,372 400 24,372 32 4 00: نیس: 0092 42 373 540 72:

غرضی شریعت: ایڈویزار الہمرو نیس: 0092 42 371 200 54: نیس: 0092 207 03:

۷ یاک، گول کریں مارکیٹ، کالان: ۲ (کراچی غیر)، ڈیکھن، لاہور، نیس: 0092 42 356 926 10:

میں طلاق رہو، دامن بال سے (بیار آؤں طرف) نیس: 0092 21 343 939 37: نیس: 0092 21 343 939 36:

نیس: 0092 51 22 815 13: نیس: 0092 51 22 815 13: نیس: 0092 51 22 815 13: نیس: 0092 51 22 815 13:

© مکتبہ دارالسلام، ۱۴۳۳ھ۔  
 فہرست مکتبہ السملک فہد الوطینیہ ائمۃ النشر  
 شیعہ، مولانا عبدالرحمن  
 سیرۃ الامام البخاری / مولانا عبدالرحمن شیعہ - الریاض، ۱۴۳۳ھ  
 ص: ۳۹۷ مقام: ۱۴۲۱ سم  
 ردمک: ۹۷۸-۶۰۳-۵۰۰-۱۱۳-۷  
 (النص باللغة الاردية)  
 ۱. البخاری، محمد بن اسماعیل، ت ۲۵۶ھ۔ أ. العنوان  
 دیوبی، ۲۳۴، ۶ دیوبی، ۲۳۴، ۶  
 رقم الایڈاع: ۱۴۳۳/۴۵۷۷  
 ردمک: ۹۷۸-۶۰۳-۵۰۰-۱۱۳-۷



# سیرت امام بخاری

— 256-194 —

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



امیر المؤمنین فی الحدیث، مایہ ناز قمیہ، بلند پایہ جنہد اور تاہر غدڑ  
امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری کی حیات و خدمات



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نبیات رحم کرنے والا ہے

- 77 . امام بخاری رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ
- 78 . پرورش اور تعلیم و تربیت
- 81 . ازدواجی زندگی
- 82 . امام بخاری رضی اللہ عنہ کی اولاد
- 84 . امام بخاری رضی اللہ عنہ کے بھائی

2

باب

امام بخاری رضی اللہ عنہ کے عہد کے جیسا حکمران

- 88 . امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ہم عصر مسلمان حکمران
- 88 . مامون الرشید
- 88 . معتصم بالله
- 89 . واشق بالله
- 90 . متوكل على الله
- 90 . مقتصر بالله
- 91 . مستعين بالله
- 91 . مختر بالله
- 91 . مہتدی بالله
- 92 . معتمد على الله

باب 3

تحصیل علم اور امام بخاری رض کے اسفار

94 تحصیل علم کے سفر کی اہمیت ◇

94 حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کا ارشاد

95 امام یحییٰ بن معین کا فرمان

96 امام رازی کا فرمان

97 ابراءیم بن ادیہم کا فرمان

98 حصول علم کے لیے امام بخاری رض کے سفر ◇

100 نقشہ ◇

106 علم کے لیے انسانی جدوجہد ◇

107 حصول علم کی راہ میں مشکلات کا سامنا

باب 4

امام بخاری رض کے اساتذہ کرام اور شاگردان رشید

112 امام بخاری رض کے اساتذہ کرام شہروں کی مناسبت سے ◇

114 بخارا ◇

114 تکمیل ◇

115	مرزو
115	ہرات
115	ٹیشالپور
115	بغداد
116	ترے
116	بصرہ
116	واسط
116	کوفہ
117	کمکھرہ
117	مدینہ مٹورہ
117	حضر
117	شام
118	الجزیرہ
120	امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کے طبقات
120	پہلا طبقہ
120	دوسرा طبقہ
121	تیسرا طبقہ
121	چوتھا طبقہ
121	پانچواں طبقہ
123	امام بخاری رضی اللہ عنہ کے شاگردان رشید

128	امام بخاری رضی اللہ عنہ کی تصنیف
128	صحیح بخاری
129	التاریخ الکبیر
131	التاریخ الاویط
132	التاریخ الصغیر
133	الجامع الکبیر
133	المسند الکبیر
133	الشییر الکبیر
133	کتاب الاشتبہ
133	کتاب الہبہ
134	کتاب الصعفاء
134	خلق افعال العباد
134	آسامی الصحابة
135	کتاب الوحدان
135	کتاب المبسوط
136	کتاب العلل

136	كتاب الكنى	•
136	كتاب الغوائد	•
136	الادب المفرد	•
137	جزء رفع اليدين في الصلاة	•
138	بر الوالدين	•
138	قضايا الصحابة والتبعين	•
138	كتاب الرقاق	•
139	الجامع الصغير في الحديث	•
139	جزء القراءة خلف الامام	•



142	اساتذہ کی طرف سے تعریفی کلمات	▷
142	سلیمان بن حرب	•
143	اسعیل بن ابی اویس	•
145	ابومصعب احمد بن ابی مکر زہری	•
146	عبداللہ (عبدان) بن عثمان مروزی	•
147	محمد بن قتبیہ بخاری	•
147	امام قتبیہ بن سعید ثقیفی	•

149	امام احمد بن حنبل رضي الله عنه
150	یعقوب بن ابراهیم الدورقی رضي الله عنه
151	محمد بن بشار (بندار) رضي الله عنه
153	عبدالله بن یوسف التیمی رضي الله عنه
154	امام حمیدی رضي الله عنه
154	محمد بن سلام بیکنندی رضي الله عنه
156	اسحاق بن راهویہ رضي الله عنه
160	امام علی بن مدینی رضي الله عنه
162	عمرو بن علی الفلاس رضي الله عنه
163	امام ابویکر بن ابی شیبہ رضي الله عنه
164	حسین بن حریث رضي الله عنه
165	محمد بن عبد الله بن غمیر رضي الله عنه
165	امام عبد الله بن ممیز رضي الله عنه
167	یحییٰ بن جعفر البیکنندی رضي الله عنه
167	عبدالله بن محمد المسندی رضي الله عنه
168	علی بن حجر رضي الله عنه
169	امام احمد بن اسحاق السر ماری رضي الله عنه
169	عمرو بن زرارہ رضي الله عنه
170	محمد بن رافع رضي الله عنه
171	محمد بن اشکاب رضي الله عنه

- 173 . امام مسند و محدث
- 173 . حافظ عیم بن حماد محدث
- 176 . امام بخاری محدث کا مرتبہ اپنے رفقاء اور تلامذہ کے نزدیک
- 177 . امام ابو حاتم رازی محدث
- 177 . ابراہیم بن محمد بن سلام محدث
- 178 . امام ابو زرعة محدث
- 179 . حسین بن محمد بن عبید العجلی محدث
- 180 . امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی محدث
- 181 . ابوالطیب حاتم بن منصور محدث
- 181 . ابوالله محمود بن نصر شافعی محدث
- 182 . صالح بن محمد جزرہ محدث
- 182 . محمد بن اوریس رازی محدث
- 183 . ابوالعباس فضل بن عباس محدث
- 183 . محمد بن عبدالرحمن الداغوی محدث
- 184 . امام الائمه محمد بن اسحاق بن خزیمہ محدث
- 184 . امام ترمذی محدث
- 184 . امام مسلم محدث
- 185 . احمد بن سیار محدث
- 185 . یحییٰ بن محمد محدث
- 185 . ابو عمرو احمد بن نصر الحنفی

136	كتاب الكنى
136	كتاب الفوائد
136	الادب المفرد
137	جزء رفع اليدين في الصلة
138	بر الوالدين
138	قضايا الصحابة والتابعين
138	كتاب الرقاق
139	الجامع الصغير في الحديث
139	جزء القراءة خلف الامام

142	اساتذہ کی طرف سے تعریفی کلمات
142	سلیمان بن حرب <small>رض</small>
143	اسماعیل بن ابی اویس <small>رض</small>
145	ابومصعب احمد بن ابوبکر زہری <small>رض</small>
146	عبداللہ (عبدان) بن عثمان مروزی <small>رض</small>
147	محمد بن قتیبہ بخاری <small>رض</small>
147	امام قتیبہ بن سعید ثقفی <small>رض</small>

- امام احمد بن حنبل جملہ 149
- یعقوب بن ابراہیم الدورقی جملہ 150
- محمد بن بشار (بندار) جملہ 151
- عبد اللہ بن یوسف التنسیسی جملہ 153
- امام حمیدی جملہ 154
- محمد بن سلام بیکندری جملہ 154
- اسحاق بن راہویہ جملہ 156
- امام علی بن مدینی جملہ 160
- عمرو بن علی الغفاری جملہ 162
- امام ابوکبر بن ابی شیبہ جملہ 163
- حسین بن حریث جملہ 164
- محمد بن عبد اللہ بن نعیم جملہ 165
- امام عبد اللہ بن نعیم جملہ 165
- یحییٰ بن جعفرالمیکندی جملہ 167
- عبد اللہ بن محمد المسندی جملہ 167
- علی بن حجر جملہ 168
- امام احمد بن اسحاق السرّ ماری جملہ 169
- عمرو بن زرارة جملہ 169
- محمد بن رافع جملہ 170
- محمد بن اشکاب جملہ 171

- 173 . امام مُسْدَد و جرالت
- 173 . حافظ نعیم بن حماد جرالت
- 176 . امام بن حاری جرالت کا مرتبہ اپنے رفقاء اور تلامذہ کے نزدیک
- 177 . امام ابو حاتم رازی جرالت
- 177 . ابراہیم بن محمد بن سلام جرالت
- 178 . امام ابو زرعة جرالت
- 179 . حسین بن محمد بن عبید العجلی جرالت
- 180 . امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی جرالت
- 181 . ابو الطیب حاتم بن منصور جرالت
- 181 . ابو سہل محمود بن نضر شافعی جرالت
- 182 . صالح بن محمد جزرہ جرالت
- 182 . محمد بن ادریس رازی جرالت
- 183 . ابو العباس فضل بن عباس جرالت
- 183 . محمد بن عبد الرحمن الدَّغْوُلِی جرالت
- 184 . امام الائمه محمد بن اسحاق بن خزیمہ جرالت
- 184 . امام ترمذی جرالت
- 184 . امام مسلم جرالت
- 185 . احمد بن سیار جرالت
- 185 . یحییٰ بن محمد جرالت
- 185 . ابو عمر و احمد بن نصر اخنفاف

- عبد اللہ بن حماد آملی رضی اللہ عنہ
- سلیم بن مجاہد رضی اللہ عنہ
- موسیٰ بن ہارون البغدادی رضی اللہ عنہ
- عبد اللہ بن محمد بن سعید بن جعفر رضی اللہ عنہ
- امام بخاری رضی اللہ عنہ متاخرین کی نظر میں
- ابن عقدہ اور امام حاکم رضی اللہ عنہ
- علامہ عینی حنفی رضی اللہ عنہ (المتونی 855ھ)
- امام دارقطنی رضی اللہ عنہ
- ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ

- قوت حافظہ، علمی وسعت اور زوویہ
- قوت حافظہ اور اس کا امتحان
- ایک اور امتحان
- وسعت علمی اور زوویہ
- استحضار اور فقہت
- صحیح بخاری کی تبویہ اور امام بخاری کی فقہت
- امام بخاری رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

217	ایمان کے بارے میں عقیدہ
221	قرآن مجید کے بارے میں امام بخاری کا عقیدہ
222	صحابہ کرام <small>رضی اللہ عنہم</small> کے بارے میں امام بخاری کا عقیدہ
224	عبادت و ریاضت
224	قیام اللیل اور تلاوت قرآن
225	عبادت میں احسان
229	زہد و تقویٰ
234	غیبت سے مکمل اجتناب
235	مقروض پر زمی کا سلوك
239	دل کے ارادے کی پاسداری
240	جھوٹ اور بخل سے اجتناب
240	خودداری
244	اخلاق و عادات
244	نادار لوگوں کی اعانت
247	جاواں میں نے تسمیں آزاد کیا
247	بادشاہوں اور امیروں سے اجتناب

- 254 علٰی حدیث
- 255 علٰی حدیث کی معرفت میں امام بخاری رض کا مقام
- 263 اخذ روایت اور روایوں کے متعلق امام بخاری کے چند اصول
- 263 اساتذہ کا انتخاب
- 264 روایت، نقل اور کتابت حدیث کے لیے الفاظ کا انتخاب
- 264 نقل روایات کے لیے الفاظ کے انتخاب کا منجع
- 265 روایوں کی جائیج پر کھکھ کے اصول

9

باب

- 268 زندگی کے نمایاں واقعات
- 268 ”میں نے وہ سمندر میں پھینک دیئے“
- 269 امیر بخارا کا امام بخاری رض سے سخت روایہ
- 275 امام بخاری رض اور محمد بن یحییٰ الدہلی کا واقعہ
- 285 خلاصہ بحث
- 293 بلند پایہ ارشادات و اقوال
- 293 آدمی محدث کب بنتا ہے!
- 293 خوش ہو جائیے!
- 294 چند اقوال زریں

- 295 طالبِ علم کو امام بخاری کی ضروری ہدایات
- 301 امام بخاری رَبَّکَ کے چند اشعار
- 304 وفات حضرت آیات

10

باب

- 310 کتاب کا نام، تعارف اور مقام و مرتبہ
- 310 مکمل نام اور امام بخاری کی طرف نسبت
- 312 صحیح بخاری کا مقام و مرتبہ
- 314 محرکات و اسبابِ تالیف
- 317 مدتِ تالیف
- 318 حسن نیت اور غرض و غایت
- 320 مقاصدِ تالیف
- 320 صرف منتخب صحیح احادیث جمع کرنا
- 321 فقہی مسائل اور حکیمانہ نکات کا استنباط
- 322 عنواناتِ بخاری اور ان کے فوائد
- 328 صحیح بخاری کی تالیف کے قواعد و شرائط
- 328 کتابتِ حدیث سے پہلے نوافل کی شرط
- 329 صحیح بخاری سے متعلقہ قواعد و شرائط

- 333 . حدیث کو بے تکرار اور مختصر آبیان کرنے کے مقاصد
- 335 . حدیث کو حصوں میں بیان کرنے کے اسباب
- 337 . حدیث کے کچھ حصے پر اکتفا کر کے بقیہ حصہ کہیں نقل نہ کرنا
- 339 . صحیح بخاری کے بارے میں اہل علم کی آراء اور ان کے خواب
- 339 . صحیح بخاری کے بارے میں اہل علم کی آراء
- 342 . صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح کے اسباب
- 345 . صحیح بخاری کے متعلق اصحاب علم و فضل کے خواب
- 347 . صحیح بخاری کی منظوم تحسین
- 353 . شروحات و متعلقات صحیح بخاری

ارشادِ نبوي ﷺ ہے:

لَوْكَانَ الدِّينُ عِنْدَ  
 الْثُرِيَّا لَذَهَبَ رَجُلٌ مِّنْ  
 فَارِسٍ حَتَّىٰ يَتَنَوَّلَهُ

صَحْيَحُ مُسْلِمٌ ٢٥٣٦

”اگر دین اور ثریا پر بھی ہو گا تو فارس کا  
 ایک آدمی اسے جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے

لیے وحی کا سلسلہ جاری فرمایا اور اسے خاتم الانبیاء

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر پایہ تکمیل تک

پہنچایا۔ فرمانِ نبوی ہے: ”مجھ سے پہلے جس قدر بھی انبیاء تھے انھیں

ایسے مجذرات سے نوازا گیا جن کی بدولت لوگ ایمان سے سرفراز ہو جایا کرتے

تھے اور مجھے وہ مجذہ وحی کی صورت میں عطا کیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ

میرے پیروکار سابقہ انبیائے کرام ﷺ کے تبعین سے زیادہ ہوں گے۔“ (صحیح

البخاری: 4981)

نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دو اقسام پر منی تھی۔ ایک وحی جلی، یعنی

قرآن مجید اور دوسری وحی خفی، یعنی صاحب قرآن ﷺ کے فرایم عالیہ اور حیات

مبارکہ۔ وحی کی ان دونوں اقسام میں سے کسی ایک کا انکار دونوں کے انکار کے

متراض ہے۔

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”گھوڑا تین مقاصد کے لیے ہوتا ہے۔ کسی

شخص کے لیے وہ باعث اجر ہوتا ہے، کسی کے لیے ستر پوچشی (معاشری ضروریات)

کے کام آتا ہے اور کسی پر یہ بوجھ بن جاتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے ان تین قوموں

کی وضاحت فرمائی تو آپ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں سوال کیا گیا

(کہ ان کی کبھی یہی قسمیں ہیں؟) فرمایا: «مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْيَ فِيهَا إِلَّا

هذِهِ الْآيَةُ الْفَاتِحَةُ الْجَامِعَةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ "اللَّهُ تَعَالَى نے مجھ پر گدھوں کے بارے میں کچھ نہیں اتنا مگر یہ ایک جامع اور منفرد آیت ضرور اتنا ری ہے: "تو جو شخص ذرے کے برابر بھی بھلائی کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرے کے برابر بھی براہی کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔" (صحیح البخاری: 4962) یہ حدیث مبارکہ اس اظہار کے لیے کافی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حدیث بھی نازل فرمائی ہے، تبھی تو آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ گھوڑوں کی اقسام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حکم نازل فرمایا ہے اور گدھوں کے متعلق کوئی خاص حکم نازل نہیں فرمایا۔ ہاں، یہ عمومی نوعیت کی آیت ضرور نازل فرمائی ہے۔ اس فرمان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے وحی کی دونوں صورتوں کو ایک ہی حکم میں رکھا اور ایک ہی حیثیت دی۔ اس وضاحت کے سامنے تو یہ اعتراض بھی جاں بہ لب نظر آتا ہے کہ حدیثیں ظنی ہیں اس لیے ان سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔

قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا تھا اس وقت تو اتر سے ثابت نہیں تھا مگر اسے قطعی سمجھا جاتا تھا، اور اس سے احکام ثابت ہوتے تھے مثلاً قبلے کی تبدیلی کے بعد کوئی شخص صبح کی نماز کے دوران مسجد قباء آیا اور کہنے لگا: "اللَّهُ تَعَالَى نے اپنے پیغمبر پر قرآن مجید (میں حکم) نازل فرمایا ہے کہ وہ کعبة اللہ کی طرف رخ کریں، چنانچہ تم بھی کعبے کی طرف رخ کر لو تو ان سب نے کعبے کی طرف رخ کر لیا۔" (صحیح البخاری: 4488) اگر ایک راوی یا خبر آحاد نظر کا فائدہ دیتی ہے اور اس سے احکام ثابت نہیں ہوتے تو قرآن مجید کا یہ حکم پہنچانے والے بھی تو ایک فرد تھے مگر سننے

والوں نے تو نماز ختم ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا اور فوراً اپنا رخ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کی طرف کر لیا، حالانکہ یہ قرآنی حکم ان تک کسی تواتر یا قطعی طریقے سے نہیں پہنچا تھا۔ الغرض امت کے پہلے لوگوں نے احکام کے اثبات اور مسائل کے استنباط میں قرآن و حدیث میں فرق نہیں کیا، کیونکہ انھیں زبان بنت سے یہی درس ملا تھا کہ وحی کے یہ دونوں سلسلے ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔

محمد شین کرام نے سلسلہ سند کی روشنی میں ﴿وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهُوَى﴾ ان ہو ﴿إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ کی حامل زبان مبارک سے صادر ہونے والے فرمانیں عالیہ اور حیات مبارکہ کے مختلف مجموعے تیار کیے۔ جس مسلمان کے دل میں آسمانی تعلیمات کی قدر و منزلت ہے، وہ کتب حدیث کے مؤلفین کرام، یعنی محمد شین عظام کو بھی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خدمتِ حدیث اور حفاظتِ حدیث کے سلسلے میں ان کی لازوال قربانیوں کا کھلے دل سے معترف ہے۔ اور احادیث مبارکہ کے ان تمام مجموعوں میں صحیح بخاری کو اولین حیثیت دیتا ہے اور اس پر کامل اعتماد کرتا ہے اور اسی بنا پر امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ کو گلی سر سبد کی حیثیت سے جانتا ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی تیگ و تاز اور اخلاق کا نتیجہ ہے کہ صحیح بخاری امت مسلمہ کی توجہ کا مرکز ہے۔ اور کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں کھلا سکتا جب تک وہ صحیح بخاری سے فراغت کی سند نہیں لے لیتا۔ صحیح بخاری محض ایک حدیث کی کتاب ہی نہیں بلکہ فقہ کی بھی ایک عمدہ ترین دستاویز ہے جس میں فرضی احکام و مسائل کے بجائے قرآن و حدیث کی صحیح فقہ پر مبنی 97 موضوعات (کتابوں) کے تحت 3858 ابواب

اور مکرر روایات کے ساتھ احادیث کی کل تعداد 7563 ہے۔ اور ایک ایک حدیث سے بیسیوں مسائل کا استنباط و استخراج امام بخاری کی فقیہانہ صلاحیتوں کا اظہار کرتا ہے۔ عنادین میں آیات قرآنیہ کو شامل کرنا اور کتاب الفیہر میں شاندار تفسیری نکات آپ کی تفسیری قابلیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور احادیث کو مختلف سندوں اور متعدد الفاظ سے پیش کرنے سے آپ کی محدثانہ صلاحیتیں اس طور پر عیاں ہوتی ہیں کہ امام بخاری رض ایک عظیم محدث، بلند پایہ فقیہ اور مایہ ناز مفسر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

امام بخاری رض کے اساتذہ کرام بھی امام بخاری سے فیض حاصل کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ کرام اور شیوخ کی تعداد کم و بیش ایک ہزار تک پہنچتی ہے جن میں خیر القرون کے اساطین علم کے اسماے گرامی بھی آتے ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ چشم فلک نے وہ دن بھی دیکھے ہیں کہ امام بخاری سے صحیح بخاری کی سماعت کرنے والوں کی تعداد 90 ہزار کے لگ بھگ تھی۔ امام بخاری رض علمی میدان میں نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ فقهہ ہو یا حدیث، اسماے رجال ہو یا تاریخ، لغت ہو یا تفسیر، افتاء و ارشاد ہو یا مدرس آپ ہر ایک فن میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔

علاوہ ازیں امام بخاری رض بہت سے ایسے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھے جو ان کی ذات گرامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظتی کی صلاحیت بخشی تھی۔ ورع و تقوی آپ کا لباس، عبادت و ریاضت آپ کا معمول اور

عمرہ اخلاق، خیرخواہی اور ہمدردی آپ کا لازمہ تھی۔

امام بخاری رض کو امت نے مختلف حوالوں سے جو خراج تحسین پیش کیا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحیح بخاری پر مختلف نوعیت کے کام، جن کا سلسلہ تاحال جاری ہے، سیکڑوں کی تعداد میں پہنچتے ہیں۔ اور امت کا ہر فرد کم از کم امام بخاری رض کے نام سے ضرور واقف ہے۔ یقیناً یہ ﴿وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ (”اوہم محسینین کو اسی طرح جزادیتی ہیں۔“) کی ایک روشن مثال ہے۔

جو شخص جس قدر بلندی پر ہوتا ہے، اسے اسی قدر طوفانوں اور آندھیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح امام بخاری رض پر بھی اعتراضات کیے جاتے رہے مگر ہر ایک کا مسکت جواب بھی دیا جاتا رہا۔ اب بھی کوئی اعتراض رات کے اندر ہیرے کی طرح وارد ہوتا ہے تو دن کے اجائے کی طرح اس کا جواب بھی آجاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف سے وابستہ علمائے کرام، طلباء اور مطالعہ کرنے والوں کی یہ ایک علمی ضرورت ہے کہ وہ حسب ذیل امور سے واقف ہوں:

امام بخاری رض کی سیرت، اساتذہ کرام، ان کے طبقات، وسعت علمی، عقائد و نظریات، صحیح بخاری میں احادیث کو نقل و جمع کرنے کی شرائط، دیگر تصانیف اور ان کا اسلوب اور متعلقات و شروحات صحیح بخاری کے ساتھ ساتھ امام بخاری رض کی فقیہانہ بصیرت، محدثانہ صلاحیت، امام موصوف کے معاصرین اور تلامذہ۔ اسی ضرورت کے پیش نظر امام بخاری رض کی سیرت پر مختلف زبانوں اور ادوار میں کام ہوتا رہا اور یہ سلسلہ رکنے کا نہیں۔ انھی کاوشوں میں ایک مزید اضافہ ”سیرت امام بخاری رض“ ہے۔ اس میں مذکورہ تمام معلومات بڑے لیگانہ اور جدید اسلوب میں

پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب کو تالیف کرنے کی سعادت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن چیمہ دَلِلَةَ اللَّهِ نے حاصل کی، بعد ازاں دارالسلام، لاہور کے شعبہ تحقیق و تصنیف میں پیش قیمت اضافے کیے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی دَلِلَةَ اللَّهِ نے ترمیم و اضافہ کے ساتھ ساتھ نظر ثانی فرمائی۔ مولانا ارشاد الحق اثری دَلِلَةَ اللَّهِ نے حکم و اضافہ کیا اور اس کے لیے ایک جاندار مقدمہ ترتیب دیا۔ جزاهم اللہ احسن الجزاء۔ زیرِ نظر کتاب کو شعبہ سیرت کے انچارج حافظ محمد نعماں فاروقی اور ان کے رفقاء حافظ حق نواز، حافظ سیف اللہ، قاری طارق جاوید عارفی اور حافظ محمد فاروق نے تمام مراحل سے گزارا اور یہ سب کام حافظ عبدالعزیز دَلِلَةَ اللَّهِ کی نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ڈیزائنگ اور کمپوزنگ سیکشن سے علی الترتیب آرٹ ڈائریکٹر محمد صفت الہی، محمد عامر رضوان، اسد علی اور عبدالرافع اور ان کے رفقاء گل رحمٰن، خرم شہزاد اور اظہر حنیف نے ذمہ داریاں بھائیں۔ میں ان تمام محسنین اور رفقائے گرامی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور دعا گو بھی۔

خادم کتاب و سنت

عبدالمالک مجاہد

رمضان 1432ھ

میونگ ڈائریکٹر دارالسلام الریاض، لاہور

بمطابق اگست 2011

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ أَمَّا بَعْدُ

تاریخ تدوینِ حدیث میں دوسری اور تیسری صدی ہجری کو تدوینِ حدیث کا  
سنہری دور ہونے کا شرف حاصل ہے، جس میں نامور محدثین اور آئندہ اسلام کا دور  
دورہ تھا۔ اسی عہد میں احادیث مبارکہ کی امہات الکتب (بنیادی کتابیں) عالم وجود  
میں آئیں۔ حدیث کو جانچنے اور پرکھنے کے اصول و مبادی طے پائے۔ علم الرجال  
پر بنی ایک مستقل علم کی بنیاد اسی دور میں رکھی گئی۔ اسی دور میں رفض و خوارج،  
معترزلہ، جہمیہ اور دیگر بدیع فرقوں نے پرپر زے نکالے تو ان اساطین علم نے ان  
کے سد باب میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ حافظ ذہبی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے تذکرۃ الحفاظ کے  
نویں طبقے کے اختتام پر ان کی خدمات کے حوالے سے لکھا ہے:

”اللہ کے لیے اپنے حال پر رحم کرتے ہوئے اور انصاف کو مد نظر رکھتے  
ہوئے ان حفاظ کرام کو ٹیڑھی نظر سے مت دیکھو، ان میں نقص و کمزوری  
تلاش کرنا چھوڑ دو اور انھیں ہمارے زمانے کے محدثین پر قیاس نہ کرو۔



جن آئمہ کرام کا میں نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو دین میں بصیرت اور راہِ نجات کا علم نہ رکھتا ہو۔ ہمارے زمانے کے کبار اہل علم میں سے کوئی بھی علم و معرفت میں ان کا مقابلہ کرنے کا اہل نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم سے اور کچھ نہ بن پڑے تو یوں کہو گے: احمد، ابن المدینی کون ہیں؟ ابو زرعة اور ابو داؤد کیا ہیں؟ یہ تو بس محدث تھے فقهہ اور اصول فقہ سے ناواقف تھے، رائے اور قیاس اور معانی و بیان سے نا بلد تھے، انھیں دلیل و برهان کے ساتھ اللہ کی معرفت حاصل نہ تھی اور نہ وہ فقہائے امت میں شمار ہوتے تھے۔ حلم و تحلیل سے کام لو اور خاموش رہو، بولنا ہے تو علم سے بولو۔ درحقیقت نفع مند علم وہی ہے جو ان محدثین کے ذریعے سے حاصل ہوا ہے۔“

اسی شہری دور کے گل سر سبد اور اس علمی کمکشاں کے نجم ثاقب امام الحدیثین، امیر امراء الحدیثین، سید الفقہاء، قدوۃ الصالحین محمد بن اسماعیل بخاری ہیں جن کا ذکر خیر، خدماتِ جلیلہ، رفتہ شان کا تذکرہ آئندہ اور اق میں قدرے تفصیل سے بیان ہو گا۔ ہم یہاں ایک واقعی حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں جس سے امام الحدیثین کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے اور علمائے امت کی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ قرآن مجید فرقانِ حمید کے بعد دین کا صحیح ترین مجموعہ امام بخاری کی ”الجامع“ **الصَّحِيحُ الْمُسْنَدُ الْمُخْتَصُّ مِنْ أُمُورِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ سُنْنَهُ وَ أَيَامِهِ** ہے۔ امام بخاری رض نے اس کتاب میں معیارِ صحت کو ایسے بلند مقام پر پہنچایا ہے

کہ اس سے بالاتر مقام کا نہ کوئی تصور ہے اور نہ بعد میں آنے والے آئمہ محدثین اس کو برقرار رکھ سکے ہیں۔ یوں کہنے کو تو بعد کے حضرات نے ”اصح“ کے عنوان سے متعدد مجموعے تیار کیے مگر ”اصح“ الکتب بعد کتاب اللہ“ کا شرف و فضل صرف امام بخاری رض کی ”جامع اصحح“ کو حاصل ہے۔ بلکہ کہنے والوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ نقشِ اول سے نقشِ ثانی بہتر ہوتا ہے مگر یہاں صورتِ حال اس سے مختلف ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ ۔

بازارِ حسن میں رُخِ یوسف کو دیکھ کر  
حضرت کسی گلاب کی باقی نہیں رہی

امام بخاری رض سے اس کا براہ راست سامع نوے ہزار شاگردوں نے کیا۔ اس وقت سے تاہنوز یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ علومِ اسلامیہ کا درس لینے والا کوئی طالب علم اس وقت تک تکمیل کے مرحلے کو نہیں پہنچتا جب تک الجامع اصحح کا درس حاصل نہ کرے۔ اور کوئی شیخ، شیخ الحدیث نہیں کہلاتا جو ”جامع اصحح“ کا درس نہ دے۔

”جامع اصحح“ کے علاوہ امام بخاری رض کا ایک اور بڑا کارنامہ ”التاریخ الکبیر“ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رض کے استاد امام اسحاق بن راہویہ نے جب یہ کتاب دیکھی تو اسے امیر عبد اللہ بن طاہر کے پاس لے گئے اور فرمایا: ”ایہا الامیر! الٰ اُریک سِحْرًا؟“ اے امیر! میں تمھیں طسم، یعنی جادو نہ دکھاؤں؟“ چنانچہ امیر عبد اللہ نے جب التاریخ کا نسخہ دیکھا تو بڑا متعجب ہوا۔ اسی کے بارے میں حافظ ابوالعباس ابن عقدہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تیس ہزار احادیث بھی لکھ لے تو بھی اس کتاب سے مستغفی نہیں ہو سکتا۔

امام ابواحمد الحاکم نے کتاب الکنی میں کہا ہے:

«وَكِتَابُ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْمَاعِيلَ فِي التَّارِيخِ كِتَابٌ لَمْ يُسْبَقْ إِلَيْهِ  
وَمَنْ أَلَفَ بَعْدَهُ شَيْئًا مِنْ التَّارِيخِ أَوِ الْأَسْمَاءِ أَوِ الْكُنْيَةِ لَمْ  
يَسْتَغْنُ عَنْهُ، فَمِنْهُمْ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى نَفْسِهِ مِثْلَ أَبِي زُرْعَةَ وَأَبِي  
حَاتِمٍ وَمُسْلِمٍ وَمِنْهُمْ مَنْ حَكَاهُ عَنْهُ، فَاللَّهُ يَرْحَمُهُ فَإِنَّهُ الَّذِي  
أَصَلَ الْأُصُولَ»

”اور تاریخ میں امام محمد بن اسماعیل کی کتاب ایسی ہے کہ اس پر کوئی کتاب سبقت نہ لے جاسکی اور ان کے بعد جس نے بھی تاریخ یا اسماء یا کنی پر کوئی تالیف کی وہ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکا، پھر بعض نے تو اسے اپنی جانب مغسوب کر لیا جیسا کہ امام ابو زرعة، امام ابو حاتم اور امام مسلم ہیں، اور بعض نے اس کے حوالے سے نقل کیا۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری رض پر حرم فرمائے کہ انہوں نے ہی اصول کی بنیاد رکھی ہے۔“<sup>1</sup>

حافظ الخلیلی نے امام ابواحمد رض کا یہ قول الارشاد میں نقل کیا ہے۔ اور علامہ ابن رشید نے انہی کے حوالے سے یہ قول السَّنْنُ الْأَبْيَنُ وَالْمُوْرُدُ الْأَمْعَنُ، ص: 144 میں نقل کیا ہے اور امام بخاری رض کی اس عظمت و مرتبت کا اعتراف کیا ہے۔ یہ عبارت امام ابواحمد کی الکنی: 274/2 میں بھی دیکھی جاسکتی ہے مگر اس میں بڑی تحریف و تصحیف واقع ہوئی ہے جیسا کہ السَّنْنُ الْأَبْيَنُ اور الظَّبَقَاتُ الشَّافِعِيَّةُ کے

1 طبقات الشافعية: 2/225,226

ساتھ اس کے تقابل سے واضح ہوتا ہے۔ امام محمد بن یحییٰ الذہبی، جو معرفتِ علل کے امام ہیں، ان کے بارے میں دیکھنے والوں نے ذکر کیا ہے کہ ایک جنازے میں وہ امام بخاری رض کے ساتھ چل رہے تھے اور ان سے راویوں کے نام، ان کی کنیتوں اور احادیث کی علل کے حوالے سے سوال کرتے تھے تو امام بخاری رض تیرنکل جانے کی مانند جلد جلد بلا تکلف جواب دیتے جاتے تھے گویا کہ وہ قل ہو اللہ احمد پڑھ رہے ہیں۔ امام بخاری رض نے التاریخ الکبیر اٹھارہ سال کی عمر میں، چاندنی راتوں میں، مسجد نبوی میں، حجرہ مبارک اور منبر کے درمیان روضہ من ریاض الجنة میں بیٹھ کر لکھی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ”التاریخ“ کو سمجھا نہیں اور نہ اسے پہچانا ہی ہے۔ میں نے اسے تین بار مرتب کیا ہے۔<sup>1</sup>

ظاہر ہے کہ وہ ہر بار اس میں اصلاح اور حک و اضافہ کرتے ہوں گے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ بعض حاسدین کو امام بخاری رض کے بارے میں ابو احمد الحاکم الکبیر کی یہ رائے بڑی ناگوارگز ری تو انہوں نے اس بارے میں امام ابن الی حاتم کی کتاب بیان خطأ محمد بن إسماعیل البخاری فی تاریخہ کے سہارے امام ابو احمد کی تردید کی بے کار کوشش کی ہے۔ جس میں انہوں نے امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کے ان اعتراضات کو جمع کیا ہے جو انہوں نے ”التاریخ الکبیر“ پر کیے تھے۔ امام ابو احمد الحاکم ہی نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ میں رے میں مقیم تھا، ایک دن میں نے دیکھا کہ طلبہ ابن الی حاتم پر کتاب ”الجرح والتعديل“ پڑھ رہے ہیں تو میں نے ابن عبدو یہ الوراق سے کہا: یہ عجیب مذاق

1 تاریخ بغداد: 2/917

ہو رہا ہے کہ تم لوگ بعینہ محمد بن اسماعیل بخاری کی التاریخ پڑھتے ہو اور اسے ابو حاتم کی طرف منسوب کرتے ہو، تو الوراق نے کہا: اے ابو حامد! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب ابو زرعة اور ابو حاتم کے سامنے تاریخ البخاری پیش کی گئی تو وہ فرمائے گے: ”یہ ایسا بیش قیمت علم ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اور ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم دوسروں سے نقل کریں۔“ چنانچہ انھوں نے ابو محمد عبد الرحمن رازی کو بھایا وہ (تاریخ الکبیر کی روشنی میں) ایک ایک راوی کے متعلق سوال کرتے تھے، پھر یہ دونوں حضرات کہیں اس کتاب سے زیادہ اور کہیں کم بیان کرتے جاتے تھے۔<sup>1</sup>

اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ”الجرح والتعديل“ کی اصل بنیاد امام بخاری ہے کی ”التاریخ الکبیر“ ہے۔ امام ابو زرعة اور امام ابو حاتم نے اپنی معلومات کی بنیاد پر اس پر مزید اضافہ کیا۔ اور جس بات کو انھوں نے محل نظر سمجھا اسے امام ابن الہی حاتم نے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا۔

یہ کتاب ذہبی زماں مولانا عبد الرحمن لمعلمی ایمانی کی تحقیق سے 1380ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اسی طرح خطیب بغدادی کی موضع اوهام الجمع و التفریق بھی ان کی تحقیق سے زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ امام بخاری ہے کیا فرمان ابھی گزر ہے کہ التاریخ کو میں نے تین بار مرتب کیا ہے۔ امام ابو زرعة اور امام ابو حاتم کے نقد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر امام بخاری ہے کی التاریخ کا وہ نسخہ تھا جو اوائل میں امام بخاری نے مرتب کیا۔ یہی وجہ ہے بہت سے اعتراضات ”التاریخ الکبیر“ کے مطبوعہ نسخہ پر وارد ہی نہیں ہوتے۔ جو اعتراض امام

1 تذکرۃ الحفاظ: 3/978.

ابوزرعة نے کیا اور جو اصلاح بتلائی، وہ صحیح صورت ہی میں ”التاریخ الکبیر“ میں موجود ہے، مثلاً: کتاب کے پہلے راوی ہی کو لیجیے، امام ابن الہاتم لکھتے ہیں:

«مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمْرَةَ وَإِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ خُبَيْبٍ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمْرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ كَمَا قَالَ»

اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رض نے ابراہیم کے والد کا نام سلیمان ذکر کیا ہے جبکہ اس کے والد کا نام خبیب ہے۔ حالانکہ التاریخ الکبیر میں بھی ”خبیب“ ہے، سلیمان نہیں۔ بلکہ امام بخاری رض کا طریقہ ہے کہ وہ راوی کو اس کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں، امام ابن الہاتم ہی نے فرمایا ہے:

«إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَحْمَدٍ بْنُ جَحْشٍ، إِنَّمَا هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَحْمَدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ جَحْشٍ عَنْ أَبِيهِ رَأَى رَيْبَ بِنْتَ جَحْشٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ هَذَا نَسْبَهُ إِلَى جَدِّهِ» (بيان الخطأ، رقم: 36)

امام ابوزرعہ نے ابراہیم بن محمد بن جحش کہنے پر اعتراض کیا ہے مگر امام ابو حاتم نے فرمایا ہے کہ یہ کوئی اعتراض نہیں۔ امام بخاری رض اکثر ان کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ اپنے شیوخ کو تو امام بخاری رض اکثر ان کے دادا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، جیسے: یوسف بن موسی بن راشد کو یوسف بن راشد، اسحاق بن ابراہیم بن نصر کو اسحاق بن نصر، محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد الدہلی کو محمد بن عبد اللہ، کبھی محمد بن خالد، اور اسحاق بن ابراہیم بن مخلد ابن راہو یہ کو اسحاق بن

محلہ کہتے ہیں۔<sup>1</sup>

علامہ معلیٰ نے امام ابو زرعہ کے اعتراضات کا تجزیہ و تحلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ فَقَدِ اسْتَقْرَأْتُ خَمْسِينَ مَوْضِعًا مِنْ أَوَّلِ الْكِتَابِ،  
فَوَجَدْتُهُ يَتَجَهُ نِسْبَةُ الْخَطَا إِلَى أَبِي زُرْعَةَ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ  
الْخَمْسَةِ، لَا يَتَجَهُ نِسْبَةُ الْخَطَا إِلَى الْبُخَارِيِّ نَفْسِهِ، إِلَّا فِي  
مَوْضِعٍ وَاحِدٍ هُوَ رَقْمُ 25 ذَكَرَ رَجُلًا مِمَّنْ أَدْرَكَهُ سَمَاءُ مُحَمَّدًا  
وَقَالَ الرَّازِيَانِ وَغَيْرُهُمَا أَسْمُهُ أَحْمَدُ» (مقدمة بیان الخطأ)

”جملہ کلام یہ ہے کہ میں نے پچاس راویوں کا جائزہ لیا تو ان میں پانچ مقامات تو ایسے ہیں جہاں امام ابو زرعہ سے غلطی ہوئی ہے، یہاں ان کی نسبت خط امام بخاری رض کی طرف درست نہیں۔ سوائے ایک مقام کے اور وہ: 25 نمبر ہے۔ جہاں انہوں نے ایک کا نام جس سے ان (امام بخاری) کی ملاقات ہوئی ہے محمد ذکر کیا ہے جبکہ امام ابو زرعہ اور ابو حاتم اس کا نام احمد ذکر کرتے ہیں۔“

علامہ معلیٰ کے اس تجزیے و تبصرے سے امام ابو زرعہ کے ان اعتراضات کی حیثیت سمجھی جاسکتی ہے۔ امام بخاری رض معموم نہ تھے۔ کچھ راویوں کے بارے میں ان سے خط ہوئی ہے بالخصوص اہل شام کے رواۃ میں ان سے تسامح ہوا ہے جیسا کہ حافظ ابن عقدہ نے فرمایا ہے: «قَدْ يَقُعُ لِمُحَمَّدٍ بْنِ إِسْمَاعِيلَ

1 تہذیب: 7/282 ترجمہ علی بن ابراهیم

الْغَلْطُ فِي أَهْلِ الشَّامِ» ”امام محمد بن اسمايل بخاری رض سے اہل شام کے بارے میں کچھ نہ کچھ غلطی ہوئی ہے۔“<sup>1</sup>

امام بخاری رض نےالتاریخ: 8/306 میں فرمایا ہے: «يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ سَمِعَ مِنَ الْعِرْبَاضِ» یہ روایت سنن ابن ماجہ، حدیث: 42 میں اسی طرح صراحت سماع سے منقول ہے، حالانکہ امام ابو زرعة نے امام دحیم کے سامنے اس پر بڑی شدت سے انکار کیا اور فرمایا: «أَنَا مِنْ أَنْكَرِ النَّاسِ لِهُدَا وَالْعِرْبَاضُ قَدِيمُ الْمَوْتِ» ”میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کا انکار کرتا ہوں اور عرباض بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔“<sup>2</sup>

علامہ ابن رجب نے بھی اس ضمن میں کہا ہے:

«وَالْبُخَارِيُّ رض يَقُولُ لَهُ فِي تَارِيَخِهِ أَوْهَامٌ فِي أَخْبَارِ أَهْلِ الشَّامِ»<sup>3</sup>

بلکہ امام ابو احمد الحاکم ہی نے فرمایا ہے: عبد اللہ الدیلمی ابو بشر کو امام بخاری اور امام مسلم رض نے یوں ہی ”ابو بشر“ کہا ہے مگر ان سے یہ خطا ہوئی ہے، صحیح ”ابویسر“ ہے۔<sup>4</sup> لیکن اس کے باوجود جس حقیقتہ الامر کا انھوں نے اظہار کیا ہے اس کا اعتراف گویا علامہ ابن رشید، علامہ تاج الدین عبد الوہاب سکی وغیرہ نے بھی کیا ہے کہ امام بخاری رض کو اس بارے میں جو تقدم حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں، ان کے بعد آنے والے سبھی ان کے خوشہ چیزیں ہیں۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے

1 تاریخ بغداد: 13/102. 2 تهذیب: 11/380. 3 جامع العلوم والحكم، ص: 226 ناحت الحديث: 28. 4 الکنی لابی احمد.

کہ اس کا اظہار امام ابو احمد ہی نے نہیں کیا، خطیب بغدادی بھی فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا قَنَا مُسْلِمٌ طَرِيقَ الْبُخَارِيِّ وَنَظَرَ فِي عِلْمِهِ وَحَدَّدَهُ وَلَمَّا وَرَدَ الْبُخَارِيُّ نَيْسَابُورَ فِي آخِرِ أَمْرٍ لَّازَمَهُ مُسْلِمٌ وَّأَدَمَ الْأُخْتِلَافَ إِلَيْهِ»

”امام مسلم بن حنبل نے امام بخاری رض کے طریقے کی پیروی کی ہے، ان کے علم کا اندازہ لگایا ہے اور انھی کی چال چلے ہیں۔ امام بخاری رض جب آخری بار نیشاپور آئے تو امام مسلم رض ان کے ساتھ ہو رہے اور ہمیشہ ان کے ہاں آتے جاتے تھے۔“<sup>1</sup>

امام بخاری رض نے شام کے ایک راوی کا نام ”حسان بن وبرہ ابو عثمان الغمری“ ذکر کیا ہے اور یہی نام امام مسلم نے ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن عساکر فرماتے مقدمہ ہیں: یہ ان کا وہم ہے صحیح ”حیان“ ہے اور وہ ”المری“ ہے ”الغمری“ نہیں۔ یہ ساری تفصیل بیان کر کے لکھتے ہیں:

«وَمُسْلِمٌ يَتَبَعُ الْبُخَارِيَّ فِي أَكْثَرِ مَا يَقُولُ وَأَهْلُ الشَّامِ أَعْلَمُ بِهِ مِنْ غَيْرِهِمْ»

”امام مسلم، امام بخاری کی اکثر ابتداع کرتے ہیں، حالانکہ اہل شام شامیوں کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔“<sup>2</sup>

اس لیے امام ابو زرعد ہوں، امام ابو حاتم ہوں یا امام مسلم ان کے بارے میں ان آئمہ کبار کی یہی رائے ہے کہ یہ حضرات امام بخاری رض کے خوشہ چیزیں ہیں۔

1. تاریخ بغداد: 102/13. 2. ابن عساکر: 15/372.

اُن پر کسی کا چیز بے جبیں ہونا محض امام بخاری رض سے حد و بعض کا نتیجہ ہے۔ امام ابو زرعة اور امام مسلم نے امام بخاری سے استفادہ کیا ہے اور اس میں اضافہ اور مزید تکھار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر ان کا اصل الاصول اور بنیاد امام بخاری رض کی التاریخ اور الجامع اصحیح ہیں، لہذا انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ الفضل للمتقدم۔

امام حاکم نے بھی معرفة اسامی محدثین کے حوالے سے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

«وَقَدْ كَفَانا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ رحمه اللہ  
هَذَا النَّوْعَ فَشَفَى بِتَصْنِيفِهِ فِيهِ وَبَيْنَ وَلَحْصَ»

”اس نوع کے بارے میں امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رض نے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں ان کی تصنیف ہمارے لیے ثانی ہے۔

انھوں نے راویوں کو بیان کیا اور تخلیص سے کام لیا ہے۔“<sup>1</sup>

”اسامی الصحابة“ کے نام سے بھی امام بخاری رض نے کتاب لکھی اور اس میں بھی انھیں سب سے تقدیم حاصل ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمه اللہ لکھتے ہیں:

«أَوَّلُ مَنْ عَرَفَتْهُ صَنَفَ فِي ذَلِكَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبُخَارِيُّ، أَفَرَدَ فِي ذَلِكَ تَصْنِيفًا، فَنَقَلَ مِنْهُ أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيِّ وَغَيْرُهُ»

”میری معرفت کے مطابق اساء الصحابة کے بارے میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے امام بخاری رض ہیں۔ اس میں انھوں نے مستقل

1 معرفة علوم الحديث للحاکم، ص: 77

کتاب لکھی، اس سے امام ابوالقاسم بغوی اور دیگر نے نقل کیا ہے۔<sup>1</sup> اس بارے میں امام بخاری رض کے اختصاص کا اندازہ کیجیے کہ انہوں نے عبد الرحمن کے والد ابزی الخزاعی کو صحابی قرار دیا ہے اور اپنی کتاب الوداع میں اس کی ایک حدیث بھی ذکر کی ہے۔ مگر امام ابن منده وغیرہ نے ان سے اختلاف کیا ہے کہ ابزی الخزاعی کو شرف صحبت حاصل نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«وَالْعُمَدَةُ فِي ذَلِكَ عَلَى الْبُخَارِيِّ فَإِلَيْهِ الْمُنْتَهَىٰ فِي ذَلِكَ»  
”اس میں اعتماد امام بخاری پر ہے، اس موضوع میں انھی کی بات آخری بات ہے۔<sup>2</sup>

”اسمی الصحابة“ کی طرح جزء رفع الیدين اور جزء القراءۃ کے عنوان سے سب سے پہلے امام بخاری رض نے لکھا اور ان مسائل میں بھی سب سے بڑا مرجع انھی کی یہ کتابیں ہیں۔

”کتاب البہبہ“ بھی امام بخاری رض کی ایک تصنیف ہے۔ ان سے پہلے امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع بن جراح کی بھی کتابوں کا ذکر ملتا ہے مگر امام بخاری رض کی کتاب کی جامعیت کا اندازہ کیجیے کہ امام بخاری کے وراق محمد بن الی حاتم کا بیان ہے کہ امام بخاری کی کتاب میں پانچ صد (500) احادیث ہیں جب کہ امام وکیع کی کتاب میں دو یا تین مسند احادیث ہیں اور امام عبد اللہ بن مبارک کی تصنیف میں پانچ کے قریب احادیث ہیں۔

1 الإصابة: 2/14. 2 الإصابة: 1/14.

امام بخاری رض کی معرفت علیٰ حدیث کا یہ عالم تھا کہ امام مسلم حدیث "کفارہ مجلس" کی ان سے تعلیل معلوم کر کے پکارا تھے تھے:

«لَا يُبَغْضُكَ إِلَّا حَاسِدٌ وَّاَشَهَدَ أَنَّهُ لَيْسَ فِي الدُّنْيَا مِثْلُكَ»

"آپ سے بعض وہی رکھے گا جو حاسد ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا اور کوئی نہیں۔"<sup>1</sup>

امام مسلم رض، امام بخاری رض کے سامنے بیٹھ کر اس انداز سے سوال کرتے، جیسے بچہ (بڑوں سے) سوال کرتا ہے۔<sup>2</sup>

ابراهیم الخواص کہتے ہیں:

«رَأَيْتُ أَبَا زُرْعَةَ كَالصَّبِيِّ جَالِسًا بَيْنَ يَدَيِّ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْمَاعِيلَ يَسَّالَهُ عَنْ عِلْلِ الْحَدِيثِ»

"میں نے امام ابو زرعہ کو دیکھا وہ امام محمد بن اسماعیل کے سامنے بچے کی طرح بیٹھے تھے اور ان سے علیٰ حدیث کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔"<sup>3</sup>

امام بخاری رض سے علیٰ اور رجال کے بارے میں امام محمد بن یحیٰ ذہلی کے سوالات اور امام بخاری رض کا بڑی بے تکلفی سے ان کا جواب دینا اور پرہم نقل کر آئے ہیں جس سے علیٰ الحدیث میں امام بخاری کے کمال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر حاسدین کو امام بخاری کی یہ عظمت بھی ناگوار گزرتی ہے، وہ اپنے دل کا غبار کم

1 هدی الساری، ص: 488. 2 السیر: 12/432. 3 طبقات الشافعیہ: 2/222، والسیر:

کرنے کے لیے امام ابوالحمد الحاکم کے قول کے مقابلے میں حافظ مسلمہ بن قاسم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حافظ مسلمہ نے کہا:

”امام علی بن مدینی نے کتاب العلل تالیف کی تھی اور وہ اسے دوسروں کو دکھانے میں بڑے بخیل تھے، اتفاقاً ایک روز درس سے غیر حاضر ہوئے تو امام بخاری ان کے کسی صاحب زادے کے پاس پہنچ گئے اور اسے مال کا لائچ دیا کہ وہ انھیں ایک دن کے لیے یہ کتاب دکھا دے۔ صاحب زادے نے کتاب ان کے حوالے کر دی۔ امام بخاری نے اسے لے کر کاتجوں کے پرد کر دیا اور انہوں نے اسے نقل کر دیا، پھر وہ کتاب اس صاحب زادے کو واپس کر دی۔ اس کے بعد جب امام علی آئے اور انہوں نے اس موضوع پر کلام کیا تو امام بخاری رض نے بارہا بالکل انھی کی عبارت میں جواب دیا۔ امام علی بن مدینی معاملہ بھانپ گئے اور سخت رنجیدہ خاطر ہوئے بالآخر اسی رنج و غم میں کچھ دن بعد انتقال کر گئے۔ اور امام بخاری اس کتاب کی بدولت ان سے بے نیاز ہو کر خراسان چلے گئے اور کتاب الحجج کی تالیف میں مصروف ہو گئے جس سے ان کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔“

حافظ ابن حجر رض نے یہ ساری داستان تہذیب التہذیب میں امام بخاری رض کے ترجمے میں ذکر کی ہے۔ مگر حافظ مسلمہ کا یہ بیان از اول تا آخر بے بنیاد اور خلاف حقیقت ہے۔ حافظ ابن حجر رض نے ان کا یہ قول نقل کر کے اس کا مدل جواب بھی دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

① اس قصے کی خرابی اتنی ظاہر ہے کہ اس کی تردید کی ضرورت نہیں، اس کے لغو اور بے بنیاد ہونے کے لیے بھی کافی ہے کہ اس کی کوئی سند نہیں۔ مسلمہ 353ھ میں 60 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup> اور امام بخاری 256ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ اس طرح ان کی پیدائش امام بخاری رض کی وفات کے 37,36 سال بعد بنتی ہے اور امام علی بن مدینی المتوفی 234ھ سے تقریباً 59,58 سال بعد اور انہوں نے اپنے اس دعوے کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔

② امام علی بن مدینی کا جب انتقال ہوا تو امام بخاری وہیں مقیم تھے۔ اس لیے یہ کہنا کہ امام بخاری رض اس کتاب کی بدولت بے نیاز ہو کر خراسان چلے گئے، بالکل اندر ہیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے۔

③ امام علی بن مدینی سے ان کی کتاب العلل کا سماع امام بخاری رض کے علاوہ بہت سے حضرات نے کیا ہے، لہذا یہ کہنا کہ امام علی بن مدینی اس کتاب کے بارے میں بڑے بخیل تھے بالکل خلاف حقیقت ہے۔ امام ابن المدینی کی کتاب العلل کا ایک حصہ زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قراءت ان کے تلامذہ نے امام صاحب پر کی تھی اور امام ابن الجائم، امام دارقطنی، امام یہہقی اور خطیب بغدادی نے اس کی نصوص اپنی تصنیف میں نقل کی ہیں۔ اس لیے امام ابن المدینی کی طرف اس کے بارے میں بخیل کی نسبت محض تصوراتی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

④ حافظ مسلمہ بن قاسم کی جس طرح اس بے سند حکایت کا بطلان واضح ہے بالکل

اسی طرح امام بخاری رض کے بارے میں ان کا یہ کہنا کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے بہت بڑی جسارت ہے۔ امام بخاری رض نے تو فرمایا ہے کہ جو میری طرف اس بات کی نسبت کرتا ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے وہ جھوٹا ہے۔<sup>1</sup>

بلکہ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور جو کوئی اسے اللہ کی مخلوق کہے وہ کافر ہے۔<sup>2</sup>

امام بخاری رض کی ان وضاحتوں کے باوجود حافظ مسلمہ بن قاسم کا قول امام بخاری پر بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ حافظ ابن حجر رض نے تو فرمایا ہے کہ «هُوَ شَيْءٌ لَمْ يَسْتَقِهِ إِلَيْهِ أَحَدٌ» یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کہی۔<sup>3</sup>

⑤ حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی گو ”التاریخ الکبیر“ اور ”الصلة“ وغیرہ کتب کے مصنف مقدمہ ہیں مگر وہ اس قابل نہیں کہ تنہ ان کے قول پر اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ حافظ ذہبی نے (السیر 16/111 میں) انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔<sup>4</sup>

ابو جعفر الماقنی نے کہا ہے: «فِيهِ نَظْرٌ» اور اندرس کی ایک جماعت اس پر معارض تھی اور بسا اوقات کہتے تھے وہ جھوٹا ہے۔ مگر قاضی محمد بن احمد نے کہا ہے کہ وہ جھوٹا تو نہ تھا البتہ ضعیف اعقل تھا۔ علامہ ابن الفرضی نے تو کہا ہے کہ اس سے مشبہ جیسا برا کلام محفوظ کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رض نے اگرچہ اس کے فرقہ مبتدع مشبہ سے تعلق کی نفی کی ہے مگر علامہ ابن الفرضی کا قول ان سے بہر حال

1 تہذیب: 9/54، والسیر: 12/457، وهدی الساری وغیرہ۔ 2 تاریخ بغداد: 2/32، والسیر:

456/12 وغیرہ۔ 3 تہذیب: 9/55۔ 4 میزان: 4/112۔

مقدم ہے۔ لہذا جب حافظ مسلمہ فرد ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے تو اس کے اس قول سے امام بخاری کے بارے میں کہی گئی باتیں کیونکہ قابل اعتبار ہو سکتی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ حاسدین امام بخاری اُس کے اسی بے ثبوت قول کو امام ابو احمد الحاکم وغیرہ کے قول کے مقابلے میں پیش کر کے اپنا غم غلط کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

امام بخاری رض میں جہاں ایک محدث کے کامل اوصاف پائے جاتے ہیں اور اس فن کے آئندہ کا امام ہونے کا انھیں شرف حاصل ہے وہاں وہ فقد الحدیث اور مسائل کے استنباط و استخراج میں بھی امامت کے بلند مرتبے پر فائز تھے۔ چنانچہ ان کے مشہور استاد امام محمد بن بشار، جن کا لقب بندار تھا، فرماتے ہیں: «هُوَ أَفْقَهُ خَلْقِ اللَّهِ فِي زَمَانِنَا» ”وہ ہمارے زمانے میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔“ امام بندار بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ امام بخاری رض بصرہ میں تشریف لے گئے تو انھوں نے فرمایا: «قَدِمَ الْيَوْمَ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ» ”آج ہمارے فقهاء کے سردار آئے ہیں۔“ حاتم بن محمد وراق کہتے ہیں کہ میں نے علمائے مکہ سے سنا، فرماتے تھے: ”مُحَمَّدُ بْنُ اسْمَاعِيلَ هُمَارَے امام، ہمارے اور خراسان کے فقیہ ہیں۔“<sup>1</sup>

امام ابو مصعب احمد بن الی بکر از ہری المتوفی 242ھ جو اہل مدینہ کے فقیہ اور امام مالک سے ان کے موطأ کے راوی ہیں اور امام دارقطنی نے موطأ میں ان کی روایت کو بیکھی بن بکیر کی روایت سے راجح قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: ”مُحَمَّدُ بْنُ اسْمَاعِيلَ هُمَارَے نزدیک امام احمد سے زیادہ فقیہ اور حدیث میں ان سے زیادہ

بصیرت رکھتے ہیں۔“ حاضرین میں سے کسی نے کہا: آپ نے حد سے تجاوز کیا ہے (کہ امام احمد بن حنبل سے بھی امام بخاری کو بڑھا دیا ہے) تو امام ابو مصعب نے فرمایا:

«الْوَادْرَكَتْ مَالِكًا وَنَظَرَتْ إِلَى وَجْهِهِ وَوَجْهُ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْمَاعِيلَ لَقُلْتَ: كَلَاهُمَا وَاحِدٌ فِي الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ»

”اگر تم امام مالک سے ملو اور ان کو اور محمد بن اسماعیل کو دیکھو تو تم کہو گے کہ یہ دونوں حدیث اور فقہ میں ایک ہی مرتبہ پر فائز ہیں۔“<sup>1</sup>

امام نعیم بن حماد اور یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے فرمایا ہے کہ محمد بن اسماعیل  
«فَقِيهُ هَذِهِ الْأُمَّةِ» ”اس امت کے فقیہ ہیں۔“<sup>2</sup>

امام قتیبہ بن سعید کے پاس سائل نے طلاق سکران کے بارے میں پوچھا، حسن  
اتفاق کہ جواب دینے سے پہلے امام بخاری بن حنبل وہاں پہنچ گئے تو امام قتیبہ نے فرمایا:  
”یہ احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور علی بن مدینی ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہارے  
مسئلے کے حل کے لیے انھیں بھیجا ہے۔“<sup>3</sup>

امام قتیبہ کی بات کا بجز اس کے اور کیا مفہوم ہو سکتا ہے کہ امام بخاری ان  
حضرات کے علوم و معارف کے امین اور وارث ہیں۔ بلکہ امام اسحاق، جو حدیث  
اور فقہ کے امام اور مجتہد ہیں، نے تو فرمایا ہے:

«الْوَكَانُ فِي زَمَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ لَا حَتَّاجَ إِلَيْهِ لِمَعْرِفَتِهِ بِالْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ»

1 مقدمہ فتح الباری، ص: 482. 2 السیر: 12/424، وتهذیب: 9/51. 3 السیر:

وغیرہ 418/12

”اگر محمد بن اسماعیل بخاری، امام حسن بصری کے دور میں ہوتے تو حسن بصری بھی ان کی حدیث اور فقہ میں معرفت کی بنا پر ان کے محتاج ہوتے۔“<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر عسکر کے الفاظ ہیں:

«جَبْلُ الْحِفْظِ وَإِمَامُ الدُّنْيَا فِي فِقْهِ الْحَدِيثِ»

”حفظ کے پہاڑ اور فقہ الحدیث میں دنیا کے امام ہیں۔“<sup>2</sup>

امام بخاری علیہ السلام کے بارے میں اسی قسم کی آراء دیگر اہل علم سے بھی منقول ہیں، ہمارا مقصد اس حوالے سے تمام اقوال کا استیعاب نہیں۔ بتلانا صرف یہ ہے کہ انھیں ان کے اساتذہ، شیوخ معاصرین اور بعد کے دور کے بہت سے اہل علم نے فقیہ اور مجتهد قرار دیا ہے۔ اور اس حقیقت کا اعتراف تو ان حضرات نے بھی کیا ہے جن کے بعض اکابرین نے آئمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے، چنانچہ علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

«وَأَعْلَمُ أَنَّ الْبُخَارِيَّ مُجْتَهَدٌ لَا رَيْبَ فِيهِ وَأَمَّا مَا اسْتَهْرَ أَنَّهُ شَافِعِيٌّ فَلِمُوافَقَةِ إِيَّاهُ فِي الْمَسَائِلِ الْمَسْهُورَةِ وَإِلَّا فَمُوافَقَتُهُ لِلإِمَامِ الْأَعْظَمِ لَيْسَ أَقْلَلَ لِمَا وَافَقَ فِيهِ الشَّافِعِيُّ»

”خوب جان لو کہ امام بخاری بلا ریب مجتهد ہیں اور جو ان کا شافعی ہونا مشہور ہے تو اس کا سب مسائل مشہورہ میں ان کی امام شافعی سے موافقت ہے۔ ورنہ ان کی امام اعظم ابوحنیفہ سے موافقت، امام شافعی کی موافقت

1 مقدمة فتح الباري، ص: 483 وغیره۔ 2 تقریب، ص: 825.

سے کم نہیں۔<sup>1</sup>

غور فرمایا آپ نے کہ آخری جملے میں حضرت کشمیری کیا فرمار ہے ہیں۔ یہ ہمچنان (کم علم) تو اسے بھی ان کے اس قول کے تناظر ہی میں سمجھتا ہے جو انہوں نے صحیح بخاری کی احادیث کے حوالے سے فرمایا ہے:

«أَنَّ تَعْلَمُ أَنَّ عُلَمَاءَ الْمَذاهِبِ كُلَّهُمْ يَتَفَارَخُونَ بِمُوَافَقَةِ حَدِيثِ الْبُخَارِيِّ إِيَّاهُمْ لِكَوْنِهِ أَصَحَّ عِنْدَهُمْ»

”آپ جانتے ہیں کہ تمام مذاہب کے علماء بخاری کی حدیث کی موافقت پر فخر کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ ان کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح ہے۔“<sup>2</sup> اسی طرح گویا ان مذاہب کے علماء اپنے اپنے مسائل میں امام بخاری رض کی موافقت پر فخر کرتے ہیں۔ علامہ کشمیری ہی فرماتے ہیں:

«وَالْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ مُوَافِقُ لَنَا فِي اشْتِرَاطِ الْوُضُوءِ لِلْجَنَازَةِ»

”امام بخاری جنازہ کے لیے اشتراط وضوء میں ہمارے موافق ہیں۔“<sup>3</sup> حتیٰ کہ شوافع نے تو انہیں شافعی اور حنابلہ نے عنبیٰ بنا دیا، حالانکہ وہ مجتہد ہیں۔ اسی طرح مولانا محمد زکریا شیخ ابراہیم بن عبد اللطیف سنہی کی کتاب سحق الأغبیاء من الطاعنین فی کمل الأولیاء والأنقیاء والعلماء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

«قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْعَلْوَيُّ: الْبُخَارِيُّ إِمَامٌ مُجْتَهِدٌ بِرَأْسِهِ»

1 مقدمہ فیض الباری، ص: 58، نیز دیکھیے: العرف الشذی، ص: 29، 41، 206. 2 فیض الباری: 478. 3 العرف الشذی، ص: 31.

کَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَالْمَالِكِ وَأَحْمَدَ

”سلیمان بن ابراہیم علوی نے کہا ہے کہ امام بخاری امام، مستقل مجتہد ہیں، جیسے امام ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد رضی اللہ عنہ ہیں۔“<sup>1</sup>

کسی کے کہنے کی کیا بات خود امام بخاری رض نے اپنے موقف، مذہب کی وضاحت فرمادی ہے:

«لَا أَعْلَمُ شَيْئاً يَحْتَاجُ إِلَيْهِ إِلَّا وَهُوَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنْنَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: يُمْكِنُ مَعْرِفَةُ ذَلِكَ كُلُّهُ؟ قَالَ: نَعَمْ»

”انسان جس مسئلے کا بھی محتاج ہے اس کا جواب کتاب و سنت میں موجود ہے۔ میں (ان کے تلمیذ محمد بن الی حاتم و راق) نے کہا: کیا ان تمام مسائل کی معرفت ممکن ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ”ہاں!“<sup>2</sup>

اس سے امام بخاری کے موقف کو سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ مسائل کے حل میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ علیہ السلام کو کافی و شافعی سمجھتے ہیں۔ کسی فقہ کی پیروی کا ان کے ہاں کوئی تصور نہیں۔ شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر رض نے بالکل بجا فرمایا ہے:

«لَمْ نَجِدْ عَنْ أَحَدٍ مِّمَّنْ عَرَفَ حَالَ الْبُخَارِيِّ وَسِعَةَ عِلْمِهِ وَجَوْدَةَ تَصْرِفِهِ حَكْيَ أَنَّهُ كَانَ يَقْلُدُ فِي التَّرَاجِمِ وَلُوْ كَانَ كَذِيلَكَ لَمْ يَكُنْ لَّهُ مَزِيَّةٌ عَلَى عَيْرِهِ وَقَدْ تَوَارَدَ النَّقْلُ عَنْ كَثِيرٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ أَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ مَا امْتَازَ بِهِ كِتَابُ الْبُخَارِيِّ دِقَّةُ نَظَرِهِ

1 مقدمة اللامع الدراري: 1/68. 2 السیر: 12/412، ومقدمة فتح الباری.

## فِي تَصْرِيفِهِ فِي تَرَاجِمِ أَبْوَابِهِ»

”جو حضرات امام بخاری کے حال، ان کے وسعت علم، جو دتی تصرف سے  
واقف ہیں ان میں سے ہم نے کسی کو نہیں پایا کہ اس نے بیان کیا ہو کہ امام  
بخاری ترجمہ ابواب میں تقسیم کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسروں پر  
انھیں کوئی امتیاز نہ ہوتا۔ بہت سے ائمہ سے یہ متواتر منقول ہے کہ امام  
بخاری کی کتاب کے امتیاز میں من جملہ یہ بات ہے کہ انھوں نے  
اس کے ترجمہ ابواب میں اپنی پاریک بینی کا مظاہرہ کیا ہے۔“<sup>۱</sup>

1

اور ابل علم کے ہاں تو یہ جملہ معروف ہے کہ «فِقْهُ الْبَخَارِيٌّ فِي تَرَاجِمِهِ»  
 ”امام بخاری کی فتح صحیح کے تراجم ابواب میں ہے۔“

امام بخاری کا ”الجامع الصحيح“ کی ترتیب و تصنیف کا مقصد صرف صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کرنا ہی نہیں تھا بلکہ ”روایت و درایت“ پر مشتمل کتاب مقصود تھی۔ جیسا کہ علامہ نووی نقشبندی نے فرمایا ہے:

«لَيْسَ مَقْصُودُ الْبُخَارِيِّ الْإِقْتِصَارُ عَلَى الْأَحَادِيثِ فَقَطْ بَلْ  
مَرَادُهُ الْأَسْتِبْنَاطُ عَنْهَا وَالْأَسْتَدْلَالُ.....»

”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود صرف احادیث ذکر کرنا نہیں بلکہ ان کی مراد انتہا اور استدلال بھی ہے۔“<sup>2</sup>

شارح صحیح بخاری نے بھی فرمایا ہے:

«وَهَذَا الْكِتَابُ وَإِنْ كَانَ أَصْلُ مَوْضُوعِهِ إِيمَانُ الْأَحَادِيثِ

<sup>1</sup> فتح الباري: 1/14، حديث: 62. مقدمة فتح الباري، ص: 8.

الصَّحِيحَةِ فَإِنَّ أَكْثَرَ الْعُلَمَاءِ فَهِمُوا مِنْ إِبْرَادِهِ أَقْوَالَ الصَّحَابَةِ  
وَالْتَّابِعِينَ وَفُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ إِنَّ مَقْصُودَهُ أَنْ يَكُونَ كِتَابَهُ جَامِعًا  
لِلرِّوَايَةِ وَالدَّرَائِيةِ»

”اس کتاب کا اگرچہ اصل موضوع صحیح احادیث بیان کرنا ہے، تاہم اکثر علماء  
نے اس میں اقوالِ صحابہ و تابعین اور فقہائے امصار کے اقوال آنے سے سمجھا  
ہے کہ امام صاحب کا مقصد یہ ہے کہ ان کی کتاب روایت و درایت کی  
جامع ہو۔“<sup>1</sup>

گویا یہ کتاب صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ فقہ الحدیث کا ایک نادر جمیع ہے جو  
ستافوںے کتب اور تین ہزار آٹھ سو ستاون ابواب پر مشتمل ہے۔ یعنی امام  
بخاری رض نے تین ہزار آٹھ سو ستاون مسائل کو قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ  
سے ثابت کیا ہے۔ اس میں حقیقت کے باوجود بعض مسوم اذہان کو امام بخاری رض  
کا فقیہ اور مجتہد ہونا ناگوار گزرتا ہے۔

بلکہ بعض عاقبت نا اندیش لوگوں نے تو امام بخاری رض کے اس مقام کو داغ دار  
کرنے کے لیے ایک قصہ گھڑ کران کی طرف منسوب کر دیا۔ اور آج تک وہ اس  
جھوٹے واقعہ کو ڈھال بنائے ہوئے ہیں۔ چند سال کی بات ہے کہ ایک مسئلے کی  
تحقیق و تدقیق کے لیے حکومتی سطح پر ایک مجلس بلائی گئی۔ دوران گفتگو میں ہیچ پیداں نے  
امام بخاری رض کے موقف کا اشارہ کیا تو بریلوی مکتب فکر کے ایک بڑے  
جامعہ کے شیخ الحدیث نے گل چھڑی اڑائی کہ امام بخاری نے تو یہ فتوی دیا تھا، ان

1. فتح الباری: 6/366.

کی رائے کا کیا اعتبار۔ ان کی اس جسارت پر میری حیرت کی انتہا نہ رہی، میں نے بآواز بلند کہا: شیخ الحدیث صاحب! امام بخاری کی طرف اس فتوے کا انتساب صریح جھوٹ اور امام بخاری پر بہت ان عظیم ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ انھی کے ایک اور شیخ الحدیث نے انھیں خاموش رہنے کا کہا اور اس کی بھی وضاحت کر دی کہ امام صاحب کی طرف اس کا انتساب درست نہیں۔

یہ قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری، بخارا تشریف لائے، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تو وہ ان کا جواب دیتے مگر مشہور حنفی فقیہ احمد بن حفص ابو حفص کبیر المتوفی 217ھ نے انھیں فتوی دینے سے منع کر دیا اور کہا کہ تم فتوی دینے کے اہل نہیں ہو۔ مگر امام بخاری فتوی دینے سے باز نہ آئے۔ تا آنکہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ دو بچوں نے اگر بکری یا گائے کا دودھ پیا ہو تو اس سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا: رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ ان کے اس فتوی کی بنابر لگوں نے انھیں بخارا سے نکال دیا۔

جہاں تک میری معلومات ہیں یہ قصہ سب سے پہلے علامہ محمد بن احمد ابو بکر شمس الائمه سرخی المتوفی 438ھ نے المبسوط: 5/31 اور 297/1 میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد یہی قصہ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضییہ: 1/67 میں اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد لنفی نے کشف الأسرار شرح المنار میں، صاحب العنایہ اور شیخ حسین بن محمد الدیار بکری نے تاریخ الحجیمیں: 2/342 میں کشف کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حالانکہ علامہ سرخی نے اس کی کوئی سند اور حوالہ پیش نہیں کیا۔ یہ بزرگ اپنی تمام تر

عقلمندوں کے باوصف اپنی اس کتاب میں احادیث مبارکہ ذکر کرنے میں بڑے دلیر اور قسماں ہیں۔ وہ بڑی جرأت سے بے اصل روایات بلا اسناد ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ایک واقعہ ہے اس کی سند کے اہتمام کا ان کے ہاں دور، دور تک تصور نہیں۔ مولانا عبدالحکیم لکھنوی نے اسی واقعہ کے بارے میں شیخ احمد بن حفص ابو حفص الکبیر کے ترجمہ میں کہا ہے:

«هِيَ حِكَايَةٌ مَّشْهُورَةٌ فِي كُتُبِ أَصْحَابِنَا ذَكَرَهَا أَيْضًا صَاحِبُ الْعِنَاءِ وَغَيْرُهُ مِنْ شَرَّاحِ الْهِدَايَةِ لِكِنَّيْ أَسْتَبِعُ وُقُوعَهَا بِالنِّسْبَةِ إِلَى جَلَالَةِ قَدْرِ الْبُخَارِيِّ وَدِقَّةِ فَهْمِهِ وَسِعَةِ نُظُرِهِ وَغَوْرِ فِكْرِهِ مِمَّا لَا يَخْفِي عَلَى مَنْ اتَّفَعَ بِصَحِيحِهِ وَعَلَى تَقْدِيرِ صِحَّتِهَا فَالْبَشِّرُ مُخْطِلٌ»

”یہ قصہ ہمارے خفی حضرات کی کتابوں میں مشہور ہے، اسے صاحب عنایہ اور دیگر شارحین ہدایہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس کا وقوع امام بخاری کی جلالتِ قدر، باریک بینی، وسعتِ نظر اور نکتہ شناسی کی بنا پر بہت بعید ہے، جیسا کہ صحیح بخاری سے بہرہ مند ہونے والے پر مخفی نہیں، بالفرض اسے صحیح کہا جائے تو وہ انسان تھے اور انسان سے خطا ہو جاتی ہے۔“<sup>1</sup>

اس قصے کا بطلان نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ ابو حفص کبیر 217ھ میں فوت ہوئے۔ اس کے بعد امام بخاری آخر عمر میں بخارا تشریف لائے، کسی نے

1 الفوائد البهية، ص: 18.

ان کے آنے پر تعریض نہیں کیا۔ امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ ذہلی کا نیشاپور میں اختلاف 250ھ میں ہوا۔ اسی سال وہ رے تشریف لے گئے اور اس کے بعد بخارا تشریف لے گئے۔ امیر بخارا خالد بن احمد<sup>1</sup> اور حریث بن ابی الورقاء کی ملی بھگت سے اس الزام کے پیش نظر کہ وہ قرآنی الفاظ کو مخلوق کہتے ہیں بخارا سے نکال دیے گئے۔<sup>2</sup>

امام بخاری پر عقیدہ کے اس الزام کے علاوہ حنفی فقیہ حریث بن ابی الورقاء کو امام بخاری کا نماز میں رفع الیدین کرنا اور اکھری اقامت کہنا جیسے مسائل نے دو آتشہ کر دیا۔ حاکم بخارا خالد بن احمد کے پاس امام بخاری کے خلاف احتجاج کیا جس کے نتیجے میں بالآخر امام بخاری نے بخارا کو خیر باد کہا۔<sup>3</sup>

مقدمہ اس ”کارخیز“ میں محمد بن احمد بن حفص، جوابو حفص کے فرزند ارجمند تھے، نے بھی کچھ حصہ لیا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

«فَهَمَّ خَالِدٌ حَتَّى أَخْرَجَهُ مُحَمَّدٌ بْنُ أَحْمَدٍ بْنُ حَفْصٍ إِلَى بَعْضِ رِبَاطَاتِ بُخَارَىٰ»

”چنانچہ خالد نے امام بخاری کو نکالنے کا قصد کیا تو محمد بن احمد بن حفص نے انہیں بخارا کے بعض سرائے کی طرف نکال دیا۔“<sup>4</sup>

یہی بات علامہ ذہبی کے حوالے سے مولانا لکھنوی نے الفوائد البھیہ (ص: 19)

1 اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ امام صاحب میرے گھر پر میرے بیٹوں کو الجامع اور التاریخ پڑھائیں۔ امام صاحب نے اس کا انکار کر دیا تو اس نے حریث وغیرہ سے اس بارے میں معاونت طلب کی تھی۔

2 السیر: 12/465. 3 السیر: 12/617. 4 السیر: 12/465.

میں بھی ذکر کی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بخاری کو بخارا سے 217 ہجری میں فوت ہونے والے ابو حفص کے حوالے سے نکلوانے کا قصہ انتہائی لغو ہے۔

علامہ کوثری، جو بات کو بگاڑنے میں یہ طویل رکھتے ہیں، نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ یہ قصہ ابو حفص کبیر المتنوی 217ھ کا نہیں ہو سکتا۔ مگر ساتھ یہ گوہر افشاںی بھی فرمائی کہ یہ ابو حفص صغیر محمد بن احمد بن حفص کا ہے جیسا کہ انہی کے حوالے سے ان کے تلمیز در شید شیخ ابو عواد نے قواعد علوم الحدیث کے حاشیہ، ص: 382 میں نقل کیا ہے۔ اصل قصہ کا انکار انہوں نے بھی نہیں کیا۔ حالانکہ علامہ سرخی اور دیگر فقهاء نے امام بخاری کو شہر بخارا سے نکلوانے والے کا نام ابو حفص کبیر بتالیا ہے۔ اگر علامہ کوثری کی بات درست ہے تو اس سے علامہ سرخی وغیرہ کی بہر حال تردید ہوتی ہے۔

شیخ محمد بن احمد بن حفص ابو عبد اللہ، جن کی کنیت ابو حفص صغیر بھی بیان کی گئی ہے، ان کے تذکرے میں بھی امام بخاری کے اس فتوے کا اور اس کے نتیجے میں بخارا سے ان کے نکلوائے جانے کا ذکر کسی نہیں کیا۔ بخارا سے نکالے جانے کا سبب حاکم بخارا کا عناد، امام بخاری کے بارے میں قرآن پاک کو مخلوق کہنے کی غلط شکایت اور حریث بن ابی الورقاء کی مسلکی مخالفت ہے جس میں کچھ عمل دخل شیخ محمد بن احمد کا بھی ہے جیسا کہ السیر کے حوالے سے ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ امام بخاری کی طرف منسوب فتوے کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں جیسا کہ علامہ کوثری نے ہاتھ کی صفائی سے اسی کو اخراج کا سبب بتالیا ہے۔

بہر حال علامہ ابو حفص کبیر کے دور میں امام بخاری کا بخارا سے نکالے جانے کا قصہ غلط اور علامہ سرخی وغیرہ کا اس حوالے سے بیان بے بنیاد ہے۔ حیرت ہے ایک اور فقیہ علامہ محمد بن ابن البراز الکردری متوفی 827ھ نے اپنے الفتاویٰ البراز یہ میں امام بخاری کے بخارا سے نکالے جانے کا باعث ایک اور مسئلہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ ایمان کو مخلوق کہنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

«فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَالْقَائِلُ بِخَلْقِهِ كَافِرٌ وَأَخْرِجَ صَاحِبُ الْجَامِعِ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ مِنْ بُخَارَى بِسَبَبِهِ»

”اتفاق ہے کہ ایمان مخلوق نہیں، جو ایمان کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے۔ اور امام بخاری صاحب الجامع کو بخارا سے اسی بناء پر نکالا گیا تھا۔ (کہ وہ ایمان کو مخلوق کہتے تھے۔)“<sup>1</sup>

اندازہ کیجیے بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ ہمارے نزدیک تو جس طرح علامہ سرخی کا بیان کیا ہوا سبب بے بنیاد اور امام بخاری پر اتهام ہے اسی طرح علامہ کردری کا یہ بیان بھی کذب و افتراء پر مبنی ہے۔ دراصل یہ حضرات نقل روایت میں قابل اعتبار نہیں۔ سنی سنائی بات کو بیان کرنے اور اس پر حکم صادر کرنے میں سخت مسائل ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوتا ہیوں کو معاف فرمائے۔

بات طول پکڑ گئی۔ مقصد یہ تھا کہ امام بخاری فقیہ اور مجتہد ہیں مگر بعض طبائع ان کے اس مرتبے پر بھی ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اور اس قسم کی بہتان طرازیوں سے ان پر کچھ اچھائے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بعض اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے

1 البرازیہ: 6/329.

کے لیے یہ بھی اگلتے ہیں کہ الجامع <sup>الصحیح</sup> کے متعدد تراجم ابواب کی احادیث کے ساتھ کوئی موافقت نہیں، حالانکہ تراجم ابواب کی اہمیت اور ان میں وارد احادیث کی باب سے مناسبت پر اہل علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور شارحین ”الجامع <sup>الصحیح</sup>“ نے بھی اس کی عقدہ کشائی کی ہے۔ ماضی قریب میں ایک حنفی مولوی عمر کریم نے اس حوالے سے اپنی شیخی بخاری تو مولانا ابوالقاسم بنarsi نے ”الجزری العظیم“ اور حل مشکلات بخاری میں اس کا جواب دیا۔ جواب ”دفاع <sup>الصحیح</sup> بخاری“ کے نام سے ہمارے فاضل دوست مولانا حافظ شاہد محمود حفظہ اللہ علیہ کی تعلیقات سے مزین ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ کور ذوق کو امام بخاری کی رفعتوں اور نکتہ شناسیوں سے کیا علاقہ ہے۔ علامہ محمد انور کشمیری فرماتے ہیں:

(وَالْبَخَارِيُّ سَابِقُ الْغَایَاتِ فِي وَضْعِ التَّرَاجِمِ، فَإِنَّهُ قَدْ تَحْيِرَتِ  
الْعُقَلَاءُ فِيهَا)

”تراجم قائم کرنے میں امام بخاری غایات پر پہنچنے میں گوئے سبقت لیے ہوئے ہیں۔ عقلاء ان کے تراجم پر حیرت زدہ ہیں۔“<sup>1</sup>

امام بخاری نے ابطالِ حیل کے لیے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ علیہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم کا فرمان ہے کہ طاعون اگر کسی جگہ پھیلا ہوا ہو تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم پہلے سے وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ حافظ ابن قیم امام بخاری کے تفہیم کی داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(هُذَا مِنْ دِقَّةِ فِقْهِهِ إِجْمَعَةٍ، فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ قَدْ نَهَىٰ عَنِ الْفَرَارِ

1. العرف الشذلي، ص: 29.

مِنْ قَدْرِ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا نَزَلَ بِالْعَبْدِ، رِضاً بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَ  
تَسْلِيماً لِحُكْمِهِ، فَكَيْفَ بِالْفِرَارِ مِنْ أُمْرِهِ وَدِينِهِ إِذَا نَزَلَ  
بِالْعَبْدِ؟»

”یہ استدلال امام بخاری رض کی دقت فہم کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی قضاء و قدر آجائے کے بعد وہاں سے فرار سے روکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنے اور اس کے حکم کو تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کے احکامات جب بندے پر لاگو ہو جائیں تو اس سے فرار کی کیا گنجائش ہے؟“<sup>1</sup>

اس لیے اگر کچھ کم عقولوں کو الجامع الحجج کے تراجم اور ان میں مذکور احادیث کے مابین کوئی توافق نظر نہیں آتا تو انھیں اہل عقل و فکر سے رجوع کرنا چاہیے نہ کہ الثانی امام بخاری کو ہدف تقدیم بنایا جائے۔

بعض حضرات نے یہ نکتہ بھی اٹھایا ہے کہ امام بخاری آئمہ متبوعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو امام ترمذی بھی ان کا مذہب و موقف بیان کرتے۔ (ماتمس إلیه الحاجة) حالانکہ یہ بات بھی درست نہیں ہے۔ حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

وَكَذَا لَا أَذْكُرُ فِي كِتَابِي مِنَ الْأَئْمَةِ الْمَتَبُوعِينَ فِي الْفُرُوعِ  
أَحَدًا لِجَلَالِتِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ وَعَظِمَتِهِمْ فِي النُّفُوسِ مِثْلَ أَبِي  
حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَالْبَخَارِيِّ، فَإِنْ ذَكَرْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ فَأَذْكُرْهُ

## علی الٰٓنْصَافِ»

”اور اسی طرح میں اپنی اس کتاب میں فروع میں انہمہ متبوعین کا ذکر نہیں کروں گا، اسلام میں ان کی جلالت، شان اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت کی بنارپ، جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری ہیں۔ اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں گا تو راہِ انصاف پر ذکر کروں گا۔“<sup>1</sup>

اس لیے امام بخاری کو آنہمہ متبوعین میں نہ سمجھنا بھی ان سے عناوہ ہی کا نتیجہ ہے۔ رہی یہ بات کہ امام ترمذی نے کہیں ان کا مذہب ذکر نہیں کیا جبکہ وہ دیگر فقہاء کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔ امام ترمذی تو اہل کوفہ کے فقہاء امام سفیان ثوری، وکیع بن جراح کے فقہی اقوال ذکر کرتے ہیں مگر امام ابوحنیفہ کے نام سے ایک فقہی قول بھی ذکر نہیں کیا۔ امام ترمذی نے جا بجا عند اصحابنا کہہ کر محدثین کے مذہب کو بیان کیا ہے۔ تو کیا امام بخاری ہی ان کے اصحاب میں شامل نہیں ہیں، پھر کیا امام ترمذی نے تمام فقہائے مجتہدین کے مذاہب بیان کرنے کا اہتمام کیا! نیز یہ بھی بتایا جائے کہ امام ترمذی نے بیان مذاہب میں امام اسحاق اور امام عبد اللہ بن مبارک کا نام بھی جا بجا لیا ہے۔ کیا وہ بھی ان معتبرین کے نزدیک مجتہد ہیں؟ بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک کو تو بعض حضرات حنفی باور کرانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

اس لیے امام بخاری کے اجتہاد و تفہیمہ پر شرذمہ قلیلہ (چند لوگوں) کے اس قسم کے اعتراضات بیمار ذہن کی علامت ہیں۔ ان کے اس مقام و مرتبہ کا اعتراف ان کے شیوخ نے، معاصرین نے، تلامذہ نے اور بعد کے ہر طبقہ کے اہل علم نے کیا ہے۔

اس پر کسی حاسد کے ناک بھوں چڑھانے سے ان کی شان کم نہیں بلکہ مزید صور سامنے آتی ہے۔

امام بخاری ایک محدث، جرح و تعدیل کے امام، تاریخ و رجال کے پیشوں، معرفتِ علل کے شہسوار، اور فقه الحدیث میں مقتدا ہی نہیں تفسیر میں بھی بلند مقام کے حامل تھے۔ الجامع الحسن صحیح میں کتاب الفیسر کے علاوہ ”الفیسر الکبیر“ کے نام سے بھی ان کی ایک مستقل تصنیف کا ذکر ملتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسکری نے اسی نام سے اس کتاب کا ذکر مقدمہ فتح الباری، ص: 492 میں کیا ہے۔ بروکلین نے تاریخ الادب العربي: 3/179 میں اس کے ایک نسخہ کا پیرس کی لائبریری میں ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کے ایک حصے کا جزائر میں ہونے کا پتہ بھی دیا ہے۔ امام صاحب کی اسی تفسیری خدمت کی بنا پر علامہ محمد بن علی الداودی المتوفی 945ھ نے امام بخاری کا تذکرہ طبقات المفسرین، ص: 370 میں کیا ہے۔

امام بخاری کی ان خدماتِ علمیہ سے یہ بات نصف النہار کی طرح روشن نظر آتی ہے کہ انہوں نے اپنے پیچھے جس قدر تصنیف چھوڑیں ہیں، بعد میں آنے والے سبھی ان کے خوشہ چیزوں اور نیازمند ہیں۔ اور یہی ان کے کمال کا اعتراف ہے۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

امام بخاری علیہ السلام کی ان علمی فتوحات کے علاوہ یہ بھی دیکھیے کہ وہ اپنے اخلاق و کردار، ورع و تقویٰ، اخلاص و للہیت، مجاہدہ و ریاضت، اطاعت و عبادت میں بھی یکتاں روزگار اور اپنی مثال آپ تھے۔ محدث رجاء بن رجاء نے تو فرمایا ہے:

«هُوَ آیَةٌ مِّنْ آیَاتِ اللَّهِ تَمَسِّي عَلَى ظَهَرِ الْأَرْضِ»

”وَهُوَ زَمِينٌ پُرِّجَلْتَى بَهْرَتِى اللَّهُ تَعَالَى كَى نِشَانِيُوں مِيں سے ایک نِشَانِي تَحْتَى۔“<sup>۱</sup>

ابوہل فرماتے ہیں میں مصہر کے تیس سے زائد علمائے کرام کو ملا ہوں جو کہتے تھے:

”دُنْيَا میں ہماری حاجت و ضرورت بس یہ ہے کہ امام بخاری رض کی زیارت نصیب ہو جائے۔“ (مقدمہ، ص 484) عبد اللہ بن حماد الْأَمْلَی فرماتے ہیں: ”میں تو پسند کرتا ہوں کہ میں امام بخاری کے سینے کا بال ہوتا۔“ (السیر: 422/12) احمد بن نصر الحفاف جب امام بخاری سے روایت کرتے تو ان الفاظ سے ان کا نام لیتے:

«حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ الْعَالِمُ الَّذِي لَمْ أَرْ مِثْلَهُ»

عبد اللہ بن سعید فرماتے ہیں: ”میں نے بصرہ کے علماء سے سنا کہ دُنْيَا میں معرفتِ حدیث اور نیکی میں ہم نے محمد بن اسماعیل جیسا اور کوئی نہیں دیکھا۔“ ترجمہ نگاروں نے لکھا ہے کہ امام بخاری رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کا یوں اہتمام کرتے کہ دن کو روزانہ ایک بار مکمل قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور تراویح کے علاوہ سحری کے وقت تین راتوں میں قرآن مجید ختم کرتے۔ اور نمازِ تراویح میں اپنے ساتھیوں کو ایک دفعہ قرآن مجید نساتے تھے اور ہر رکعت میں بیس آیات تلاوت فرماتے تھے۔ یوں گویا پورے رمضان میں اکتا لیس مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

نماز میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ امام صاحب کے تلمیذ محمد بن الی حاتم الوراق کا بیان ہے: ان کے رفقاء نے انھیں باغ میں دعوت دی، وہاں ظہر کی نماز

۱ مقدمہ، ص: 484

کے بعد سنن سے فارغ ہوئے تو قیص مبارک اٹھا کر اپنے ایک ساتھی سے کہا: ویکھو قیص میں کیا ہے؟ چنانچہ قیص دیکھنے پر بھڑنگلی جس نے 16 یا 17 بار امام صاحب کو ڈسا تھا اور جسم متورم تھا۔ ایک ساتھی نے کہا: جب اس نے پہلی بار ڈسا تھا آپ نماز توڑ دیتے، انہوں نے فرمایا: «كُنْتُ فِي سُورَةٍ فَأَحَبَبْتُ أَنْ أَتِمَّهَا» <sup>1</sup> میں ایک سورت پڑھ رہا تھا میں نے چاہا کہ اسے مکمل کرلوں۔

خطیب بغدادی وغیرہ نے بالکل اسی نوعیت کا واقعہ کسی رات کی نماز کے بارے میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ایضاً) نماز سے محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ ”الجامع اصح“ میں حدیث نقل کرنے سے پہلے دور کعت نفل ادا کرتے تھے۔

امام بخاری مسجّاب الدّعوّات تھے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو فوراً

قبول ہو جاتی، محمد بن ابی حاتم الوارق کا بیان ہے کہ امام بخاری رض نے فرمایا:

“دَعَوْتُ رَبِّيْ مَرَّتَيْنِ فَاسْتَجَابَ لِيْ يَعْنِي فِي الْحَالِ فَلَا أُحِبُّ

“أَنْ أَدْعُوَّ بَعْدَ فَلَعْلَهُ يُنْقَصُ حَسَنَاتِي”

”میں نے دوبار اپنے رب سے دعا کی تو اس نے فوراً قبول کر لی، اب میرا دل نہیں چاہتا کہ مزید کوئی دعا مانگوں جس سے میری نیکیوں میں کمی آئے یا دنیا ہی میں اس کا بدلہ مل جائے۔“ <sup>2</sup>

دعا عبادت ہے اور طلب دعا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ یہاں امام صاحب کی مراد غالباً دنیا سے متعلقہ امور کی دعا ہے تو گویا انہوں نے مخصوص دنیا طلبی کی دعا کو پسند نہیں کیا اور یہ رہنا آتنا فی الدنیا حسنة کے منافی نہیں۔ یا یہ کہ وہ دعا دنیا میں

1 تاریخ بغداد: 13,12/2. 2 مقدمہ، ص: 480، والسریر: 12/444.

قبول ہو جائے اور آخرت میں اس کا کوئی صلنے ملے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو دعا بظاہر دنیا میں قبول نہیں ہوتی اس کا اجر قیامت کے دن کے لیے محفوظ ہو جاتا ہے۔

محمد بن عباس الفزیری کا بیان ہے کہ میں امام بخاری کے ہمراہ فرزبر کی مسجد میں تھا۔ میں نے ایک معمولی تنکا ان کی ڈاڑھی میں سے نکالا اور چاہا کہ اسے مسجد میں پھینک دوں مگر انہوں نے فرمایا: ”اسے مسجد سے باہر پھینک کر آو۔“<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی نوعیت کا ایک واقعہ محمد بن منصور سے نقل کیا ہے کہ ہم امام بخاری کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک صاحب نے ان کی ڈاڑھی سے تنکا نکال کر مسجد میں پھینک دیا۔ محمد بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام بخاری علیہ السلام اس تنکے اور لوگوں کی طرف التفات فرماتے ہیں، چنانچہ جب لوگوں کو غافل پایا تو امام صاحب نے تنکا اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ جب مسجد سے باہر تشریف لے گئے تب اسے مسجد سے باہر پھینک دیا۔ گویا انہوں نے سمجھا کہ جو چیز ڈاڑھی میں نہیں رہ سکتی وہ مسجد میں کیسے رہ سکتی ہے۔<sup>2</sup>

مسجد میں بو دار چیز کھا کر آنا تو کجا امام صاحب کچا الہسن، بو دار سبزی جسے ”کرات“ کہا جاتا تھا وہ بھی نہیں کھاتے تھے، اس لیے کہ ساتھیوں کو ان کی بوناگوار نہ گزرے۔<sup>3</sup>

رسول اللہ ﷺ فداه ارواحنا و أجسادنا و اموالنا بھی بو دار چیز کھانے سے بالعموم گریز کرتے تھے۔ اسی کا احیاء اور پاسداری امام بخاری علیہ السلام کا مقصد

1 السیر: 12/445. 2 مقدمہ، ص: 481. 3 السیر: 12/445.

ہے۔ امام بخاری رض کے وراث کا بیان ہے کہ امام صاحب نے فرمایا:

«مَا أَرَدْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فِيهِ ذِكْرُ الدُّنْيَا إِلَّا بَدَأْتُ بِحَمْدِ اللَّهِ

وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ»

”جب بھی میں دنیوی معاملے میں بات کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کی ابتدا اللہ کی حمد و شنا سے کرتا ہوں۔“

اس سے ان کے ذکر و فکر کا اندازہ کیجیے جو بالکل ﴿رَجَأْنَ لَّا تُلْهِمُهُمْ تِجَرَّةٌ وَلَا بَيْنَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (النور: 24:37) کا مصدقہ ہے کہ ان کی دنیوی معاملات کی مجلس بھی اللہ کی حمد و شنا سے خالی نہ تھی۔

ان کے اخلاص نیت کا اندازہ کیجیے کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں کچھ مال آیا۔

خریدار حاضر ہوئے، انہوں نے مال خریدنا چاہا اور امام صاحب کو پانچ ہزار درہم نفع مقدمہ دینے کی پیشکش کی۔ امام صاحب نے فرمایا: رات ہے آپ تشریف لے جائیں۔ صبح کچھ اور لوگ حاضر ہوئے تو انہوں نے دس ہزار درہم نفع دینے کی پیشکش کی مگر امام بخاری رض نے فرمایا:

«إِنَّ نَوَيْتُ الْبَارِحَةَ أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَى الْأُولَئِنَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِمْ

وَقَالَ: لَا أُحِبُّ أَنْ أَنْقُضَ نِيَّتِي»

”میں نے گز شتر رات نیت کی تھی کہ یہ مال پہلے گا کہوں کو دے دوں گا،

چنانچہ انھی کو مال دیا اور فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی نیت کو بدلوں۔“<sup>1</sup>

غور فرمائیے! دنیوی لین دین میں بھی نیت کی پاسداری کا کتنا احساس ہے

۱ مقدمة فتح الباري.

کیوں نہ ہو! انہوں نے تو ”الجامع الحسْنَى“ کا آغاز ہی ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ سے کیا ہے۔

غیبت جو ہمارے معاشرے کا ایک بڑا روگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ عموماً ”لحم خوری“ کے پسکے نے ہمیں اس بدعادت کا بھی عادی بنادیا ہے مگر حضرت امام بخاری رض ہیں کہ فرماتے ہیں: ”أَرْجُو أَنَّ الْقَى اللَّهَ وَلَا يُحَاسِبْنِي أَنِي أَغْتَبْتُ أَحَدًا“ ”میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ملوں گا تو وہ میرا حساب نہیں لے گا کہ میں نے کسی کی غیبت کی ہو۔“

انہوں نے یہ بھی فرمایا:

”مَا أَغْتَبْتُ أَحَدًا قَطُّ مُنْذُ عَلِمْتُ أَنَّ الْغِيَّبَةَ تَضُرُّ أَهْلَهَا“

”جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت، غیبت کرنے والے ہی کو نقصان دیتی ہے، میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔“<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قول مقدمہ فتح الباری، ص: 480 میں بھی ذکر کیا ہے مگر وہاں الفاظ ہیں: ”مُنْذُ عَلِمْتُ أَنَّ الْغِيَّبَةَ حَرَام“ ”جب سے مجھے پتہ چلا ہے کہ غیبت حرام ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔“

امام بخاری رض کے بارے میں ان کے وراث کا بیان ہے کہ وہ بہت کم کھاتے تھے، طالب علموں پر بڑا احسان کرتے اور افراط کی حد تک تھی تھے۔ خود ان کا اپنا بیان ہے کہ میری پانچ سو درہم ماہانہ آمدنی ہے جسے میں طالب علموں پر

خرچ کر دیتا ہوں۔

امام بخاری ایک بار بیمار ہو گئے تو ان کا قارورہ طبیبوں کو دکھایا گیا تو انہوں نے کہا یہ قارورہ تو عیسائی پادریوں سے ملتا جلتا ہے کیونکہ وہ کھانے میں سالن استعمال نہیں کرتے۔ امام بخاری نے معالجین کی تصدیق کی اور فرمایا: میں نے چالیس سال سے سالن نہیں کھایا۔ ساتھیوں نے حکیموں سے مرض کا علاج پوچھا تو انہوں نے کہا: ان کا علاج سالن کھانے میں ہے۔<sup>1</sup>

بعض ایام ایسے بھی گزرتے کہ کوئی روٹی نہیں کھائی صرف دو یا تین باداموں پر گزارہ کیا۔ طالب علموں پر اکثر خرچ کرتے، ضرورت مند طالب علم دیکھتے تو چکے سے کم و بیش بیس، تیس درہم اسے تھما دیتے، ایک طالب علم کو یوں ہی تین سو درہم

دیے۔ اس نے دعائیے کلمات کہنے چاہے تو امام صاحب نے فرمایا: اور حدیث مقدمہ پڑھو، یہ اس لیے کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور بات آئی گئی ہو جائے۔ آپ کے خادم اور وراق محمد بن ابی حاتم ہی کا بیان ہے کہ میں نے ایک گھر نوسو بیس درہم کا لیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے آپ سے ایک کام ہے کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں، فرمایا: نوح بن ابی شداد صراف کے پاس جاؤ، اس سے ایک ہزار درہم لے آؤ اور لا کر مجھے دو۔ چنانچہ میں ایک ہزار درہم لے آیا تو انہوں نے وہ مجھے دے دیے کہ انھیں گھر کی خریداری میں خرچ کرلو۔ چنانچہ میں نے وہ رقم شکریہ کے ساتھ لے لی۔ کچھ وقت بعد میں نے عرض کیا: میری ایک ضرورت ہے مگر میں آپ سے اس کے ذکر کی جرأت نہیں کرتا۔ انہوں نے سمجھا کہ میں کچھ زیادہ مال چاہتا ہوں تو

1 مقدمہ فتح الباری۔

لے لٹرنہ کرو، بتاؤ کیا ضرورت ہے، مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے روز تمہارے  
حوالے سے میں پکڑا نہ جاؤ۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا: نبی  
کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے مابین موآخات قائم کی تھی، پھر اس بارے میں انہوں  
نے حضرت سعد اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے بھائی چارہ کی حدیث بیان فرمائی۔  
وراق کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میرا سارا مال جو آپ نے ہی مجھے دیا تھا آپ کے  
نام ہبہ کرتا ہوں، میرا مقصد باہمی مناصفت تھی، یعنی آدھا آدھا اور یہ اس لیے کہ  
سعد رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا: میری لوٹی اور عورت ہے اور تم نوجوان ہو، مجھ پر واجب  
ہے کہ میں تمہارے ساتھ مال وغیرہ میں نصفاً نصفی (برا ب تقسیم) کروں۔ اس کی  
مزید تفصیل بیان کرنے کے بعد الوراق بالآخر فرماتے ہیں:

«إِنَّكَ قَدْ جَمَعْتَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ فَأَيُّ رَجُلٍ يَبْرُرُ خَادِمَهُ  
بِمِثْلِ مَاتَبَرُّنِي»

”آپ نے دنیا و آخرت کی خیر جمع کر لی ہے، کون ہے جو اپنے خادم سے  
ایسی نیکی کرتا ہے جو آپ نے میرے ساتھ کی ہے۔“<sup>1</sup>

اس واقعے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اپنے  
احباب سے حسن سلوک سے پیش آنے حتیٰ کہ صحابہ کے مابین موآخات کے تناظر  
میں معاملہ کرنے کا کردار نمایاں ہوتا ہے۔

اسی نوعیت کا یہ واقعہ بھی دیکھیے جسے عبد اللہ بن محمد الصارفی یوں بیان کرتے ہیں کہ  
میں امام بخاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں ان کے ہمراہ بیٹھا تھا۔ ان کی لوٹی کمرے میں

داخل ہوئی تو کسی طرح امام بخاری کے سامنے پڑی سیاہی کی دوات گر پڑی۔ امام بخاری نے فرمایا: ”تو کیسے چلتی ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”جب راستہ ہی نہ ہو تو میں کیسے چلوں!“ امام بخاری رض نے فرمایا: «إِذْهَبِي فَقَدْ أَعْتَقْتُكَ» ”جاوہ میں نے تمھیں آزاد کر دیا۔“ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ اس نے تو آپ کو غصہ دلایا (مگر آپ نے اسے تنبیہ کرنے کی بجائے آزاد کر دیا؟) امام بخاری نے فرمایا: ”اگرچہ اس نے مجھے غصہ دلایا ہے مگر میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر میں نے اپنے آپ کو راضی کر لیا ہے۔“<sup>1</sup>

لونڈی ہی کے بارے میں یہ واقعہ بھی کتنا سبق آموز ہے جسے ان کے وراق نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری رض لونڈی خریدنا چاہتے تھے، انھوں نے مجھے اپنے ساتھ لیا۔ غلاموں کا تاجر خوبصورت لونڈیاں لایا تھا۔ ان میں ایک بد صورت چھوٹی چھوٹی آنکھوں والی اور فربہ جسم والی لونڈی تھی۔ امام صاحب نے اسے دیکھا اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا اور کہا: یہ میرے لیے خرید لو۔ میں نے عرض کیا: یہ تو بد صورت ہے، کوئی اچھی لونڈی نہیں۔ جنہیں ہم نے دیکھا، ان میں سے کوئی خوبصورت اسی قیمت پر ہمیں مل جائے گی تو انھوں نے فرمایا: یہی خرید لو، میں نے اس کی ٹھوڑی کو چھووا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ جس کو میں ہاتھ لگاؤں پھر اسے نہ خریدوں۔ چنانچہ مہنگے داموں پانچ سو درہم میں اسی کو خرید لیا۔<sup>2</sup>

اندازہ تکمیلی ورع، صبر و تحمل اور بردباری کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی۔ ایک بار امام بخاری بخارا کی جانب ایک رباط، یعنی سرائے، تعمیر کروارہ ہے تھے۔

1 السیر: 12/452، و مقدمة، ص: 480. 2 السیر: 12/447.

ان کے تعاون کے لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے، امام بخاری خود بھی ان کے ساتھ ایٹھیں اٹھاتے ہیں، ان سے کہا گیا کہ لوگ کافی ہیں آپ ایٹھیں اٹھانے کی زحمت کیوں برداشت کرتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا: یہی میرا کام تو مجھے فائدہ دے گا۔ جو لوگ کام کر رہے تھے ان کے کھانے کے لیے ایک گائے ذبح کی گئی۔ سالن تیار ہو گیا تو تین درہم یا اس سے کچھ کم کی روٹیاں خرید کر لائی گئیں۔ ایک درہم کی تقریباً 5 مدد روٹیاں ملتی تھیں۔ یوں کل پندرہ مدد قریباً بارہ کلو روٹیاں ملیں۔ کھانے والوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کھانے میں اتنی برکت ڈال دی کہ سبھی حضرات کھا چکے پھر بھی کچھ روٹیاں بچ گئیں۔<sup>1</sup>

امام بخاری رض کی تواضع، انکساری اور دل کی صفائی کا اندازہ کیجیے کہ ایک روز امام بخاری نے ایک نایبنا شخص، جس کی کنیت ابو عشرتھی، سے فرمایا: «اجعلنی فی حل» ”مجھے معاف کر دو“ ابو عشرتھی نے کہا: ”کیا معاف کروں!“ امام بخاری نے فرمایا: ”میں نے ایک دن حدیث بیان کی تھی، میں نے تمھیں دیکھا: تجب سے تم اپنا سراور ہاتھ ہلارہے تھے تو میں یہ دیکھ کر مسکرا دیا۔ (کہ دیکھو خوشی سے یہ بھی سر ہلارہا ہے، پھر مجھے خیال آیا کہ یہ تو نایبنا ہے، میرے مسکرانے کو دیکھنیں رہا۔ بینا ہوتا تو کہیں میرے مسکرانے کو تمسخر نہ سمجھ لیتا)۔ ابو عشرتھی نے کہا: ”اللہ آپ پر رحمت فرمائے، میں نے آپ کو معاف کر دیا۔“<sup>2</sup>

یہ اور اسی نوعیت کے دیگر واقعات کی بنا پر علامہ شعرانی نے انھیں لواحح الأنوار

1 السیر: 12/450، مقدمة، ص: 481. 2 مقدمة، ص: 480 وغیره.

فی طبقات الأئمّا میں ذکر کیا ہے۔ جس میں انہوں نے صحابہ کرام ﷺ سے لے کر نویں صدی اور بعض دسویں صدی ہجری تک کے اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے جو مقتدا تسلیم کیے گئے ہیں اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی برگزیدہ ہستی، عظیم محدث و فقیہ اور عظیم مفسر کے تعارف کے لیے ہمارا عالمی طباعی ادارہ، دارالسلام ریاض، لاہور، ”سیرت امام بخاری“ کے نام سے یہ کتاب اپنے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جس میں حضرت امام صاحب کی ہمہ جہتی خدمات اور ان کی شخصیت کے بارے میں بڑے سلیقے سے تفصیلی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

دارالسلام کے ڈائریکٹر محترم مولانا عبدالمالک مجاهد حفظ اللہ و زادہ اللہ عز و شرفا نے جہالت کے خلاف قلم و قرطاس کے ذریعے سے جو علمی جہاد شروع کر رکھا ہے اس پر پوری ملت اسلامیہ ان کی مخلصانہ جہو دلیمیہ پر سپاس گزار ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام مساعی حسن کو قبول فرمائے جو وہ کتاب و سنت سے وابستہ رکھنے اور اپنے اسلاف سے رشتہ استوار کرنے کے بارے میں سرانجام دے رہے ہیں۔ ناس پاسی ہوگی اگر میں یہاں محترم حافظ عبد العظیم اسد صاحب عزہ اللہ فی الدنیا والآخرہ کا ذکر نہ کروں جن کی شبانہ روز کو ششون سے دارالسلام روز افزوں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

بلکہ ان کے تمام رفقاء بھی لا اقِ تحسین ہیں جن کا ہمہ وقت تعاون انھیں حاصل ہے۔ محترم حافظ صاحب ہی نے ہمچنان کو اس کتاب کے لیے تمہیدی کلمات لکھنے کا

حکم جس اخلاص و محبت بھرے الفاظ میں فرمایا اس پر میرے لیے مجال انکار نہ رہا۔  
اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ اپنی مرضیات سے نوازے اور تمام حسنات کو ذخیرہ آخرت  
بنائے۔ آمین!

ایں دعا از مکن و از جملہ جہاں آمیں باو  
ارشاد الحق اثری

۲ صفر المظفر 1432ھ

7 جنوری 2011ء

پیدائش، تعلیم و تربیت اور خاندانی حالات



نام و نسب اور ولادت با سعادت

مولود و مسکن

خاندانی حالات

## نام و نسب اور ولادت با سعادت

### نام و نسب اور ولادت

امام بخاری رض کا سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن اسما عیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن برذبہ۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ لقب تھا۔ آپ جمعۃ المبارک کے روز، 13 شوال 194ھ کو اوزبکستان کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے۔<sup>1</sup> مستنیر بن عتیق کہتے ہیں کہ امام صاحب نے یہ تاریخ پیدائش مجھے اپنے والد گرامی کی ایک تحریر میں دکھائی۔<sup>2</sup>

امام بخاری کے دادا ابراہیم بن مغیرہ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت بخاری کے پر دادا مغیرہ نے بخارا کے حکمران یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخارا ہی کو اپنا مستقل وطن قرار دے لیا تھا۔ وہاں کا دستور تھا کہ

یمان جعفی: ان کا پورا نام ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن یمان البخاری، الجعفی، المسنی ہے۔ ابن خلکان کے نزدیک عبد اللہ المسنی کے پیچا سعید بن جعفر الجعفی کی طرف پر دادا کی نسبت ولاء کی وجہ سے امام صاحب بھی جعفی کہلاتے ہیں۔ (تہذیب الکمال: 16/88) ۱ سیر اعلام النبلا: 12/392، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 669، و طبقات الشافعیة الکبری: 2/212. ۲ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 669.

جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا تو اس کی نسبت اسی کے قبیلے کی طرف ہو جاتی۔ امام بخاری کو اسی وجہ سے جھنپی کہا جاتا ہے کہ ان کے پردادا یہاں جھنپی کے ہاتھ پر دائرة اسلام میں داخل ہوئے تھے۔<sup>1</sup>

امام بخاری رض کے سلسلہ نسب کے آخری نام، یعنی برذبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فارسی لنسل تھے۔ اور یہ بزرگ اپنے قومی مذہب کے مطابق ہی زندگی بسر کرتے تھے۔<sup>2</sup>

محمد شین ”برذبہ“ کے معنی ”کسان“ بتاتے ہیں۔ بعض نے برذبہ کے بجائے احف لکھا ہے۔ احف نام کا ایک شخص بڑا عاقل و فہیم گزرا ہے۔ برذبہ بھی نہایت عقل مند بزرگ تھے۔ اس وجہ سے انھیں بھی لوگوں نے احف کہنا شروع کر دیا، بالکل اسی طرح جس طرح کسی بہت بڑے سنجی کو لوگ حاتم طائی سے تشبیہ دینے لگتے ہیں۔<sup>3</sup>

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 669۔ 2 اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام بخاری فارسی لنسل تھے۔ اہل فارس کے فضائل میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”لَوْكَانَ الَّذِينَ عِنْدَ الْثُرَيَا لَذَّهَبَ بِهِ رَجُلٌ مَّنْ فَارِسَ أُوْفَاقَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَوَّلَهُ“ ”اگر دین اسلام ثریا ستارے (جتنی دوری اور بلندی) پر ہوگا تو بھی فارس کا ایک آدمی یا فرمایا: ایک فارسی لنسل اسے ضرور حاصل کر لے گا۔“ (صحیح مسلم، حدیث: 2546)، حافظ ابن حجر نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بالکل حق ثابت ہوا کیونکہ اس قوم کا ایک شخص حدیث کی حفاظت اور اس کے اہتمام کے سلسلے میں اس قدر شہرت حاصل کر گیا کہ کوئی دوسرا اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔ (فتح الباری: 8/191)، لہذا محمد شین کا یہ دعویٰ قطعی طور پر صحیح ہے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان امام بخاری پر اسی طرح صادق آتا ہے جس طرح سورج نکلنے پر دن کے آجائے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ 3 طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: 2/ 212، و تاریخ بغداد: 6/ 293، والأنساب للسمعاني: 1/ 293۔

## مولد و مسکن

### بخارا کا تاریخی پس منظر اور محل و قوع

بخارا شہر کو عالمِ اسلام بالخصوص و سط ایشیا میں اسلامی تہذیب کے ایک عظیم مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ ماوراء النہر کے علاقے میں خراسان کا یہ ایک مشہور و معروف قدیم شہر ہے۔ دریائے جیخون سے پیدل دو روز کی مسافت (تقریباً 50 کلومیٹر)، سرقند سے سات روز کی مسافت (تقریباً 178 کلومیٹر)، جب کہ مَرْوَ سے بارہ منزل اور خوارزم سے پندرہ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔ تقریباً 60 مربع کلومیٹر کی وسعت میں اس کی چھوٹی سی شہر پناہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک بڑی فصیل بھی ہے جو 100 مربع کلومیٹر کو گھیرے ہوئے ہے۔

کسی زمانے میں بخارا علاقہ ازبکستان کا سب سے بڑا شہر تھا جو دریائے زرافشان کی زیریں گز رگاہ پر واقع تھا۔ یہ شہر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عثمان بن عفان علیہ السلام کے فرزندِ گرامی سعید بن عثمان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ بعض کے نزدیک 54ھ

ماوراء النہر: عربوں نے دریائے جیخون (Oxus) یا دریائے آمو کے پار کے علاقے کو یہ نام دیا تھا۔ بخارا، سرقند، خیوا (خوارزم) اور تاشقند اس علاقے کے مشہور شہر تھے۔ (المنجد فی الأعلام) یونانی ماوراء النہر کو Transoxiana کہتے ہیں۔

میں عربوں نے عبیداللہ بن زیاد کی قیادت میں شدید لڑائی کے بعد اسے فتح کیا تھا۔ علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد کی بصرہ والپی کے بعد 55ھ میں سیدنا امیر معاویہ رض نے سعید بن عثمان بن عفان کو خراسان کا گورنر بنایا۔ سعید نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے چیخون عبور کیا تو بخارا کی ملکہ نے صلح کی پیشکش کی۔ یوں سعید بن عثمان کا بخارا پر قبضہ ہو گیا۔<sup>1</sup> بعض موئخین قتبیہ بن مسلم کو اس شہر کا فاتح قرار دیتے ہیں جنہوں نے 91ھ (710ء) میں اسے فتح کیا۔ قتبیہ بن مسلم، ولید بن عبد الملک کے ماتحت خراسان کا گورنر تھا۔ قتبیہ بن مسلم ہی وہ بہادر کمانڈر ہے جس نے دریائے چیخون اور دریائے سیخون کا درمیانی علاقہ، جسے ماوراء النہر کہا جاتا ہے، فتح کیا تھا اور فتوحات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ چین کی سرحد سے متصل شہر ”کاشغر“ تک جا پہنچا تھا۔ 260ھ سے قبل طاہریوں کے زوال (259ھ) کے بعد یعقوب بن لیث کو خراسان کا امیر تسلیم کیا گیا۔ عوام کی درخواست پر نصر بن احمد سامانی (سرقدن کے حکمران) نے اپنے چھوٹے بھائی اسماعیل کو بخارا کا والی مقرر کر دیا۔ یوں 260ھ سے لے کر ان کے زوال تک بخارا سامانیوں ہی کے ماتحت رہا۔ ایک وقت آیا کہ پورا ماوراء النہر اسماعیل کے زیر نگیں ہو گیا۔ 287ھ میں وہ عمرو بن لیث پر فتح پا چکا تھا، حتیٰ کہ بخارا ایک بہت بڑی سلطنت کا پایہ تخت بن گیا۔

پھر حالات نے پلٹا کھایا اور باشندگان بخارا نے 4 ذی الحجه 616ھ / 10 فروری 1220ء کو چنگیز خان کے لشکر کی اطاعت قبول کر لی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بخارا کی جامع مسجد اور چند محلات کو چھوڑ کر پورا شہر نذر آتش کر دیا۔ تھوڑے عرصے بعد وقت نے پھر کروٹ لی اور چنگیز خان کے جانشین کے عہد میں بخارا اپنی اصلی حالت

1 ماخوذ از معجم البلدان: 1/355.

پر لوٹ آیا اور ایک گنجان آباد شہر بن گیا۔ اس کے بعد پھر انقلاب کی آندھی آئی اور 7 ربیعہ 671ھ/ 28 جنوری 1273ء کو ایران کے مغول ایلخان آباقا نے بخارا پر قبضہ کر کے اسے تباہ و بر باد کر دیا۔ 1500ء کے بعد بخارا پر شیخانی خاں کی سرکردگی میں ازبک قابض رہے۔ 1153ھ/ 1740ء میں نادر شاہ نے بخارا فتح کر لیا۔ انیسویں صدی عیسوی میں امیر بخارا مظفر الدین (1860-85ء) کو روسیوں کا اطاعت گزار ہونا پڑا۔<sup>1</sup>

پھر طویل مدت تک روس کے قبضے میں رہنے کے بعد 2 نومبر 1991ء میں روس سے آزادی حاصل ہوئی۔ اس وقت یہ ازبکستان کی اسلامی ریاست کا عظیم شہر ہے۔

1 اردو دائرۃ معارف اسلامیہ: 4/110-116، و تاریخ الطبری: 4/221، والمنجد فی الاعلام.

## خاندانی حالات

امام بخاری رض کے والد گرامی

امام بخاری رض کے والد کا نام اسماعیل اور کنیت ابو الحسن تھی۔ بلند مرتبے کے محدث اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ یحییٰ بن جعفر بیکنڈی، احمد بن حفص، نصر بن حسین اور بعض دیگر محدثین نے ان سے اخذ فیض کیا۔ انتہائی پرہیزگار اور محتاط اصحاب علم میں شمار ہوتے تھے۔ کتاب الثقات میں طبقہ رابعہ میں ان کے متعلق یہ بتایا گیا ہے: ”امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم، حماد بن زید اور امام مالک سے روایات نقل کرتے ہیں۔<sup>1</sup> ان سے عراقی علماء روایات بیان کرتے ہیں۔“<sup>2</sup>

امام بخاری رض نے تاریخ کبیر میں اپنے والد کا یوں تذکرہ کیا ہے:

”ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی نے حماد بن زید کو عبد اللہ بن مبارک سے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے دیکھا اور امام مالک سے سماع کیا۔“<sup>3</sup> بقول یحییٰ بن جعفر بیکنڈی، اسماعیل بن ابراہیم بیان کرتے ہیں:

1 حماد بن زید اور امام مالک بیت نے 179ھ میں وفات پائی۔ امام بخاری کے والد اسماعیل حج کی نیت سے 178ھ میں مکہ اور مدینہ کے سفر پر نکلے تھے۔ ممکن ہے اسی سفر کے دوران میں انہوں نے مدینہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کیا ہو۔ 2 کتاب الثقات لابن حبان: 8/98۔ 3 التاریخ الکبیر: 1/342, 343.

”میں نے دیکھا کہ حماد بن زید مکہ مکرمہ تشریف لائے اور انہوں نے امام عبد اللہ بن مبارک بنثت سے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔“<sup>1</sup> اپنی وفات کے وقت امام اسماعیل بن ابراہیم بنثت نے فرمایا تھا:

”میرے مال میں حرام تو دور کی بات ہے، حرام کا شاہزادہ

تک نہیں ہے۔“<sup>2</sup>

اس سے معلوم ہوا کہ دیگر بہت سے مفاخر اور فضائل کے ساتھ ساتھ یہ فخر بھی امام صاحب کو حاصل تھا کہ باپ اور بیٹا دونوں رفیع المرتبت محدث شمار ہوئے۔ یہ اعزاز ملت اسلامیہ میں چند خوش نصیب شخصیات ہی کو نصیب ہوا ہے۔

احمد بن حفص کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے والد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے جب یہ کہا کہ میرے مال میں حرام یا مشکوک آمدی کا ایک درہم تک موجود نہیں تو میں نے اپنے دل میں بڑی خفت محسوس کی (کہ میں اپنے متعلق یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔) یہ قصہ سننے کے بعد امام بخاری بنثت نے فرمایا: ”آدمی عمر بھر کی نسبت موت کے وقت زیادہ سچا ہوتا ہے۔“<sup>3</sup>

امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم خوابوں کی تعبیر میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ احمد بن حفص کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ

احمد بن حفص: ابو حفص احمد بن حفص البخاری، الحنفی 150ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے وکیج بن جراح اور ابو اوسامہ وغیرہ سے سماع کیا۔ حصول علم کے لیے دور راز علاقوں کا سفر کیا۔ آپ رائے و ایجاد میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ماوراء النہر کے پورے علاقے کے اصحاب علم استاذ تھے۔ بخارا شہر میں محرم 217ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 10/157)

1 فتح الباری: 11/67, 68. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 669. 3 سیر أعلام

النبلاء: 12/447.

قیص پہنے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس ایک عورت بیٹھی رورہی ہے۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: ”مت رو! جب میں فوت ہو جاؤں تو رو لینا۔“ احمد بن حفص کہتے ہیں کہ مجھے اس خواب کی تعبیر بتانے والا کوئی نہ ملا۔ آخر کار میں امام بخاری کے والد اسماعیل کے پاس گیا تو انہوں نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی: ”نبی ﷺ کا دین اور سنت تاحال زندہ اور قائم ہیں۔“<sup>1</sup>

امام بخاری رض کے والد کا سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ والد کی وفات کے وقت خود امام بخاری کی عمر کتنی تھی، اس کا بھی علم نہیں ہو سکا، تاہم یہ بات یقینی ہے کہ آپ اس وقت بہت کم سن تھے۔ آپ کی والدہ مختومہ ہی نے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔<sup>2</sup>

### امام بخاری رض کی والدہ ماجدہ

امام بخاری کی والدہ ماجدہ کا نام اور نسب معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کے متعلق صرف اتنی معلومات مل سکی ہیں کہ وہ انتہائی عبادت گزار اور بلند ہمت خاتون تھیں۔ ہر وقت اللہ کی یاد اور اس سے دعا وال التجا میں مصروف رہتیں۔ یہ خوبی ان میں خاندانی طور پر موجود تھی۔ امام بخاری رض بچپن ہی میں نایبنا ہو گئے تھے۔ ایک رات ان کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ انھیں فرماتے ہیں: ”تمہارے رونے اور کثرت التجا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لخت جگر کی آنکھوں کا نور لوٹا دیا ہے۔“ صبح ہوئی تو والدہ نے دیکھا کہ بیٹے کی بینائی لوٹ آئی ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ یوں بھی بیان ہوا ہے کہ خواب کی رات آپ کی والدہ مختومہ کی آنکھ کھلی تو انہوں نے اپنے بیٹے محمد کو دیکھا کہ اس کی آنکھیں روشن ہیں اور بینائی لوٹ آئی ہے۔<sup>3</sup>

1 سیر اعلام النبلاء: 10/157۔ 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 669، وسیرة البخاری از مبارک پوری، ص: 38۔ 3 سیرة البخاری از مبارک پوری، ص: 35۔

علامہ سبکی کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ طلب علم کے زمانے میں امام بخاری کی بینائی کثرتِ سفر اور گرمی کی شدت کی وجہ سے دوبارہ ختم ہو گئی تھی۔ جبریل بن میکائیل کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رض کو فرماتے ہوئے سن: ”جب میں خراسان پہنچا تو میری بصارت ختم ہو گئی۔ مجھے ایک آدمی نے تدبیر بتائی کہ سر کے بال منڈوا کر سر پر گل خطمبی<sup>1</sup> کا ضماد (لیپ) لگاؤ، میں نے ایسے ہی کیا۔ اللہ نے اس تدبیر کو کارآمد بنا دیا اور میری بینائی لوٹ آئی۔“<sup>2</sup>

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی آنکھوں کا نور بھی واپس آیا اور آپ کی بینائی اتنی تیز ہو گئی کہ آپ تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں تحریر فرماتے رہے۔<sup>3</sup>

### پروش اور تعلیم و تربیت

امام بخاری رض نے اخلاقی اعتبار سے نہایت پاکیزہ اور علمی و دینی ماحول میں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں۔ علامہ قسطلانی نے امام بخاری کے متعلق ایک محدث کا قول نقل کیا ہے:

”آپ علم کی گود میں پل کر جوان ہوئے اور تادم زیست اسی انداز سے شرف و فضیلت حاصل کرتے رہے۔“<sup>4</sup>

چونکہ آپ کے والد محترم آپ کے بچپنے ہی میں وفات پا گئے تھے، اس لیے آپ کی

1. نیلے رنگ کا ایک پھول جو بطور دوا استعمال ہوتا ہے۔ 2. طبقات السبکی: 2/216، و سیر اعلام النبلاء: 12/452۔ 3. سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 35۔ 4. ارشاد الساری: 1/46۔

والدہ نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری سن بھالی۔ مجھپن ہی سے آپ کو اللہ کی طرف سے بے پناہ حافظہ عطا کیا گیا تھا اور یہ نعمت عظیمی آپ کو والدگرامی سے ورثے میں ملی تھی۔<sup>1</sup> امام بخاری رضی اللہ عنہ کے کاتب محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے امام مددوح سے سوال کیا: ”آپ نے حفظِ حدیث کا آغاز کب کیا؟“ وہ فرمائے گے:

”حفظِ حدیث کا ملکہ مجھے اُسی وقت ودیعت کر دیا گیا تھا“

جب میں باکل ابتدائی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: ”اس وقت آپ کی عمر کتنی ہو گی؟“ فرمایا: ”دس برس یا اس سے بھی کم۔“<sup>2</sup>

امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں دس سال کی عمر میں مکتب سے فارغ ہو کر علامہ داخلی (بخارا شہر کے مشہور و معروف اور جلیل القدر محدث) کے درس میں جانے لگا۔ ایک دن علامہ موسوف نے دورانِ سبق یہ سند بیان کی: ”سفیان نے ابو زییر سے بیان کیا اور ابو زییر نے ابراہیم سے روایت کیا ہے۔“ میں نے استاذ صاحب سے عرض کیا: ابو زییر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ اس پر انہوں نے مجھے جھڑک دیا۔ میں نے استاذ کرم سے گزارش کی کہ اگر آپ کے پاس اصل کتاب موجود ہے تو اس میں دیکھ لیں، چنانچہ علامہ صاحب کمرے میں تشریف لے گئے اور اصل کتاب دیکھی، پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا: ”برخوردار! صحیح سند کیسے ہے؟“ میں نے عرض کیا کہ اصل سند یوں ہے: ”زییر بن عدی، ابراہیم سے بیان کرتے ہیں۔“ اس پر انہوں نے مجھی سے قلم لیا اور اپنی کتاب میں تصحیح فرمائی، پھر فرمایا: ”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

امام بخاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ فرمایا: ”گیارہ برس۔“

1 سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 38۔ 2 تاریخ بغداد: 2/6، وسیرۃ علام النبلاء: 12/393،

وہدی السناری مقدمة فتح الباری، ص: 669۔

مزید فرمایا: ”میں سولہ برس کی عمر میں امام ابن مبارک اور امام دکیع کی تمام کتب حفظ کر چکا تھا اور مجھے اہل الرائے کے پورے کے پورے ذخیرہ علم پر مکمل دسترس ہو گئی تھی۔“<sup>1</sup> مزید فرماتے ہیں: ”جب میں اٹھا رہ برس کا ہوا تو میں نے قضايا الصحابة

والتابعین واقاویلہم کے نام سے ایک مفید مجموعہ تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔“<sup>2</sup> امام بخاری رض نے جس گھر میں پرورش پائی وہ علم کے ساتھ ساتھ سامان زندگی سے بھی بھر پور تھا۔ آپ نے حصول علم کے لیے بہت دولت خرچ کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مال سے بے حد فائدہ پہنچایا۔ کیونکہ وہ مال خالص حلال کمائی سے حاصل ہوا تھا۔ آپ کے والد محترم اپنے عہد کے بہت بڑے تاجر تھے۔ عام تاجروں سے خود اپنی غفلت یا کارندوں کی وجہ سے بہت سے ناروا کام ہو جاتے ہیں۔ لیکن آپ کے والد محترم کی تجارت ہر قسم کے شہبے سے پاک رہی۔ یہ بات گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے جو انہوں نے اپنی وفات کے وقت کبھی تھی کہ حرام تو دور کی بات ہے، میرے مال میں مشکوک آمدنی کا ایک درہم بھی شامل نہیں ہے۔ آپ کے والد صاحب نے یہ وضاحت اس لیے کی تھی تاکہ امام بخاری اس مال کو مشتبہ خیال کر کے اس سے دست بردار نہ ہو جائیں بلکہ اپنی مشکلات میں اس سے فائدہ اٹھائیں۔

امام بخاری رض لوگوں کو اپنا مال ”مضارب“ پر دیا کرتے تھے تاکہ وہ خود تمام

مضارب: اس تجارت کو کہتے ہیں جس میں ایک آدمی کامال ہوتا ہے اور دوسرے کامل یا محنت۔ دونوں میں ایک معاملے کے مطابق نفع کو 2/1، 3/1 یا 4/1 کے حساب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ جبکہ ماہرین معاشیات کے نزدیک مضارب خرید و فروخت کے اس عمل کو کہتے ہیں جسے بازار کے ناخوں کے فرق سے فائدہ اٹھانے والے ماہرین انجام دیتے ہیں۔

1 تاریخ بغداد: 7,6، و سیر أعلام النبلاء: 12/393، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص:

670,669 2 سیر أعلام النبلاء: 12/400، و تاریخ بغداد: 7.

امور سے کٹ کر علم دین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ علم دین سے اسی لگاؤ کے باعث  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر تمام مصروفیات سے بے نیاز رکھا۔<sup>1</sup>

## ازدواجی زندگی

امام بخاری کی شادی ہوئی تھی یا نہیں اس بارے میں بعض اہل علم شیخ میں بتا  
رہے ہیں۔ علامہ محبوفی جلش فرماتے ہیں: اگر امام بخاری نے شادی کی ہوتی تو اس کا  
تذکرہ ضرور کہیں نہ کہیں مل جاتا۔ لیکن مولانا محمد عبدالسلام مبارک پوری اس بارے  
میں رقم طراز ہیں: ”مورخین کا یہ قاعدہ نہیں رہا کہ لوگوں کے نکاح اور شادیوں کا  
حوال بھی درج کیا کریں۔ تاریخ کی کتابوں میں سیکڑوں ایسے لوگ ملتے ہیں جن کے  
نکاح یا عدم نکاح کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ جب تک صحیح سند سے یہ ثابت نہ ہو جائے  
کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی، اس کمزور دلیل کی بنا پر یہ کیسے فرض کر لیا جائے کہ  
امام بخاری شیخ ایک سنت مذکدہ پر عمل کرنے سے محروم رہے ہوں گے۔<sup>2</sup>

مولانا محمد عبدالسلام مبارک پوری جلش کہتے ہیں کہ اللہ کی مہربانی سے ہمیں امام  
صاحب کی شادی کا ثبوت مل گیا ہے۔ اس بارے میں امام ذہبی نے امام بخاری کے  
کاتب محمد بن الی حاتم کے حوالے سے ایک طویل واقعہ بیان کیا ہے جس میں امام بخاری  
کی شادی کا تذکرہ موجود ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے یہاں اس سلسلے میں چند  
جملے نقل کیے جاتے ہیں، البتہ امام کے اخلاق و عادات کے بیان میں اس کا مفصل  
تذکرہ آئے گا۔

1 سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 62، وہدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص: 671۔ 2 سیرۃ  
البخاری از مبارک پوری، ص: 95,96.

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری رض نے مجھ سے فرمایا: ”تمھیں کوئی بھی حاجت یا ضرورت ہو تو مجھے بلا جھگک بتا دیا کرو، شرمنیا نہ کرو۔ میں تمھاری وجہ سے اللہ کے بارے مواخذے سے ڈرتا ہوں۔“

میں نے عرض کیا: ”وہ کیسے؟“ فرمایا: ”نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے مابین بھائی چارہ قائم کیا تھا۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت سعد بن ربیع اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے مابین بھائی چارے کا تذکرہ فرمایا۔

میں نے عرض کیا: ”عالی جاہ! میرے بارے میں آپ کو جو فکر لاحق ہے، میں اس سے آپ کو بریِ الذمہ سمجھتا ہوں۔ آپ بالکل فکر مند نہ ہوں اور آپ جو مال مجھے عنایت فرمانا چاہتے ہیں، میں آپ کی یہ پیش کش شکریے کے ساتھ آپ کو واپس کرتا ہوں۔ میں تو صرف آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔“

آپ نے فرمایا: ”میری بیوی کے علاوہ میرے پاس لوندیاں بھی ہیں، جب کہ تم نے تو ابھی شادی بھی نہیں کی، اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنا آدھا مال تمھیں دے دوں تاکہ ہم دونوں مالی لحاظ سے برابر ہو جائیں (اور باہم مل کر گزر بسر کر لیں۔)“<sup>1</sup> اس واقعے میں امام بخاری رض نے خود ہی اپنی بیوی کا تذکرہ فرمادیا۔ اس طرح آپ کی شادی کے بارے میں جواشتبہ تھا وہ ختم ہو گیا۔

### امام بخاری رض کی اولاد

علامہ ولی الدین الخطیب فرماتے ہیں: ”امام بخاری رض نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔“ یہی بات ملاعی قاری نے بھی شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے۔<sup>2</sup> امام حاکم رض

1 سیر أعلام النبلاء، 12/451. 2 مرقاة المفاتیح: 1/57، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 96.

فرماتے ہیں: ”امام بخاری اور امام مسلم کے ہاں نزینہ اولاد نہیں تھی۔“<sup>1</sup> امام ذہبی کے علاوہ کسی اور حوالے سے امام بخاری کے ہاں اولاد کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ علامہ عجلو نی جملہ سے امام بخاری کی کنیت ابو عبد اللہ کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل عرب کے ہاں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ وہ بچپن ہی سے اپنے لیے کنیت اختیار کر لیتے ہیں، چاہے ان کے ہاں اولاد نہ بھی ہو۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ایک روایت نقل کی ہے جس سے امام صاحب کی نزینہ اولاد کا ثبوت مہیا ہو جاتا ہے۔

بکر بن منیر اس کے راوی ہیں، وہ کہتے ہیں: ”امام بخاری کے لیے ان کے بیٹے احمد نے کچھ سامانِ تجارت بھیجا۔ جب وہ مال آپ کے پاس پہنچا تو بعض تاجر وہ مال خریدنے کے لیے آپ کے پاس آئے۔ انہوں نے یہ مال پانچ ہزار درہم منافع پر خریدنا چاہا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ایک رات انتظار کر لیجیے۔ دوسرے دن کچھ اور تاجر آئے۔ انہوں نے دس ہزار درہم منافع کی پیشکش کر دی۔ آپ نے انہیں جواب دیا:

”گزر شترات کچھ لوگ میرے پاس (سامان خریدنے) آئے تھے، میں انھی کو سامان دینے کی نیت کر چکا ہوں۔“<sup>2</sup>

حافظ ابن حجر جملہ یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام بخاری جملہ نے وہ مال رات کو آنے والے تاجر وہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور فرمایا:

1 معرفۃ عالم الحدیث، ص: 52۔ 2 سیر اعلام النبلاء: 12/447، 448، وضیقات السبکی:

”میں اپنے ارادے کو تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔“<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر عسکری فتح الباری کے مقدمے میں اسی واقعے کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ”امام صاحب کے پاس یہ مال ابو حفص نامی شخص نے بھجوایا تھا۔“<sup>2</sup> ممکن ہے کہ ابو حفص، امام بخاری کے بیٹے احمد ہی ہوں اور ابو حفص انھی کی کنیت ہو۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی اولاد تو تھی مگر صاحب علم نہ ہونے کی وجہ سے شہرت نہ پاسکی۔

### امام بخاری رض کے بھائی

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاری رض نے فرمایا: ”جب میں سالہویں سال میں داخل ہوا تو اس وقت میں امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع بن جراح رض کی تمام کتب حفظ کر چکا تھا اور مجھے اہل رائے کے کلام پر مکمل عبور حاصل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں اپنی والدہ مختارہ اور بھائی احمد کے ہمراہ مکرمہ کوروانہ ہو گیا۔ اداۓ حج کے بعد میرے بھائی احمد والدہ مختارہ کو لے کر واپس گھر روانہ ہو گئے اور میں حدیث پڑھنے کے لیے وہیں ظہر گیا۔“<sup>3</sup>

اس واقعے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ کا احمد نامی ایک بھائی تھا لیکن کیا ان کے علاوہ بھی آپ کے بھائی تھے؟ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔

حافظ ذہبی رض نے محمد بن ابی حاتم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام صاحب نے فرمایا:

1 ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 672. 2 ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 672.

3 تاریخ بغداد: 2/7، و ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 669.

”کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی وقت ایسی حالت میں ہو جس میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہ فرمائے۔“

آپ کی بھا بھی نے پوچھا کہ یہ بات آپ یوں ہی کہہ رہے ہیں یا واقعی آپ نے کوئی تجربہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

”ہاں، مجھے تجربہ ہوا ہے۔ وہ اس طرح کہ میں نے دو دفعہ دعا مانگی تو وہ قبول ہو گئی۔ اس کے بعد مزید دعا کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ کہیں میری نیکیاں کم نہ ہو جائیں یا مجھے دنیا ہی میں ان کا بدلہ دے دیا جائے۔“<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر العسکری لکھتے ہیں: ”امام بخاری کے بھائی اپنی والدہ کو لے کر بخارا واپس آگئے تھے اور ان کا انتقال بھی یہیں ہوا تھا۔“<sup>2</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/448. 2 هدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص: 669.





امام بخاری رضی اللہ عنہ کے عہد کے عبادی حکمران



امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ہم عصر مسلمان حکمران

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر مسلمان حکمران

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دو حکومت میں پیدا ہوئے اور انہوں نے نوعی عباسی حکمرانوں کا زمانہ پایا۔ جن کا نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

### مامون الرشید

ابوالعباس عبداللہ بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن ابو جعفر منصور عباسی 170ھ میں پیدا ہوا۔<sup>1</sup> اس نے 195ھ کے آخری دنوں میں حکومت سنہجاتی۔<sup>2</sup> امام بخاری ان دنوں تقریباً سوا برس کے تھے۔ یہ وہ پہلا حکمران ہے جس نے خلق قرآن کے مشہور مسئلے میں فقہائے امت اور علمائے کرام کو خت آزمائشوں سے دوچار کیا۔ 12 ربیع 218ھ کو مامون کا انتقال ہوا۔<sup>3</sup> اس کے بعد معتصم نے اقتدار سنہجاتا۔ امام بخاری اس وقت 24 برس کے تھے، البتہ مامون اور معتصم کی ان سزاویں اور آزمائشوں میں امام بخاری کے مبتلا ہونے کا تذکرہ نہیں ملتا۔

### معتصم باللہ

ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن ابو جعفر منصور عباسی 180ھ میں

<sup>1</sup> سیر اعلام النبلاء: 10/273. <sup>2</sup> سیر اعلام النبلاء: 10/274. <sup>3</sup> سیر اعلام النبلاء: 10/289.

پیدا ہوا۔ مامون کے بعد 14 ربیع 218ھ کو اس کی بیعت خلافت کی گئی۔<sup>1</sup>

خلقِ قرآن کے مسئلے میں مامون نے فقہاء اور علمائے امت پر جس تشدد اور تعزیز کا سلسلہ شروع کیا تھا، معتصم کے دورِ حکومت میں وہ سلسلہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ کئی علماء کو تو اس نے شہید کرایا۔

امام احمد بن حنبل ہلال کو معتصم باللہ کے ہاتھوں بہیانہ تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔ اس تشدد کے دوران میں حضرت امام کے بازو بھی توڑ دیے گئے تھے۔

اس تشدد سے قطع نظر حکمرانی کے اعتبار سے معتصم بہادر حکمران تھا۔ اقتدار پر اس کی مضبوط گرفت تھی۔ اس کے دور میں بہت سے شہر فتح ہوئے۔ اسلام کے بدر تین دشمن رومی اس کے دور میں شکست سے دو چار ہوئے اور اسلام کو عزت و شوکت عطا ہوئی۔ معتصم نے 11 ربیع الاول بروز جمعرات 227ھ کو وفات پائی۔<sup>2</sup> اس کے بعد اس کا بیٹا والیق باللہ خلیفہ بنا۔ امام بخاری اس وقت تقریباً 33 برس کے تھے۔

### والیق باللہ

اس کا نام ہارون بن معتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن ابی جعفر منصور عبادی تھا، ابوجعفر اور ابوالقاسم کنیت تھی۔ اس کی ولادت شعبان 196ھ میں ہوئی۔<sup>3</sup> اس نے اپنے والد کے دورِ حکومت کے دوران ہی 227ھ میں خلافت کی ذمہ داریاں سنپھال لی تھیں۔ اس کے پیش رو حکمرانوں نے فقہاء اور علمائے امت کے خلاف جو تشدد شروع کر رکھا تھا اس نے وہ یکسر ختم کر دیا۔ اس طرح امام احمد بن حنبل ہلال کو بھی، جو طویل عرصے سے قید و بند کی صورتیں برداشت کرتے چلے آرہے تھے، تکلیفوں

1 سیر اعلام النبلاء: 10/290. 2 سیر اعلام النبلاء: 10/306. 3 سیر اعلام النبلاء: 10/307.

سے نجات مل گئی۔ واثق ساڑھے پانچ برس خلیفہ رہا۔ 24 ذوالحجہ 232ھ کو فوت ہوا۔  
اس وقت امام بخاری کی عمر 38 برس سے کچھ زیادہ تھی۔<sup>1</sup>

### متوکل علی اللہ

ابو افضل جعفر بن معتصم باللہ محمد بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن ابو جعفر منصور عباسی 205ھ میں پیدا ہوا۔ ذوالحجہ 232ھ میں اپنے بھائی واثق باللہ کی وفات کے بعد خلیفہ بنا۔<sup>2</sup> اس کے دورِ خلافت میں سنتِ نبوی کا دور دورہ رہا۔ مجالسِ خاص میں بھی سننِ مطہرہ کا تذکرہ ہوتا اور ان سے رہنمائی کو مقدم سمجھا جاتا تھا۔ اہل علم میں بالخصوص اور عامۃ الناس میں بالعموم اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے اقدامات کیے گئے۔ دینی اور دینیوی معاملات میں اس وقت اہل علم کی آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی راہ ہموار کی جاتی۔ اس کے دور میں فقہاء اور علمائے امت سے حسن سلوک ردار کھا گیا اور ان کی ہر طرح سے سر پرستی کی گئی۔  
4 شوال 247ھ کو متوكل علی اللہ کو قتل کر دیا گیا تھا، پھر اس کا بیٹا منتصر باللہ خلیفہ بنا۔<sup>3</sup> اس وقت امام بخاری کی عمر 53 برس تھی۔

### منتصر باللہ

اس کا نام محمد بن المتوكل علی اللہ تھا۔ ابو جعفر اور ابو عبد اللہ کنیت تھی۔<sup>4</sup> 5 شوال 247ھ کو خلیفہ بنا۔ چھ ماہ اور چند دن حکومت کرنے کے بعد 5 ربیع الآخر 248ھ کو فوت ہوا۔<sup>5</sup>

1 سیر اعلام النبلاء: 10/31, 314/12. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/31, 30/12. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/31, 30/12.

4 سیر اعلام النبلاء: 12/42. 5 سیر اعلام النبلاء: 12/45, 12/41.

## مستعین بالله

ابوالعباس احمد بن معتصم بالله محمد بن ہارون الرشید 221ھ میں پیدا ہوا۔ اپنے پیش رو حکمران والیق اور متوكل کا بھائی تھا۔ ربیع الآخر 248ھ میں منتصر بالله کی وفات کے بعد خلافت کے لیے اس کی بیعت کی گئی۔<sup>1</sup> 31 سال کی عمر میں خلافت سے معزول کیا گیا اور شوال 251ھ میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد معتز بالله حکمران بنا۔<sup>2</sup> ان دنوں امام بخاری کی عمر 57 برس ہو چکی تھی۔

## معتز بالله

اس کا نام ابو عبد اللہ محمد تھا۔ بعض مؤرخین نے اس کا نام زبیر بن الم توکل علی اللہ بتایا ہے۔ 232ھ میں پیدا ہوا۔ مستعین بالله کی معزولی کے وقت تقریباً 20 سال کی عمر میں خلافت کے لیے اس کی بیعت کی گئی۔ رب ج 255ھ کے آخر میں اپنے پچا زاد مہتدی بالله کی خاطر حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی۔<sup>3</sup>

## مہتدی بالله

امیر المؤمنین مہتدی بالله بڑا متقدی، عادل و منصف اور عبادت گزار عباسی خلیفہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ جرأت مند اور بہادر بھی تھا لیکن خلافت کے استحکام کے لیے اسے نہ سازگار ماحول ملا اور نہ بہتر افراد میسر آ سکے۔ حالات بہت بڑے گئے<sup>4</sup> اور رب ج 256ھ میں اسے شہید کر دیا گیا۔

1 سیر أعلام النبلاء: 12/46. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/49. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/532-533. 4 سیر أعلام النبلاء: 12/539.

5 تاریخ بغداد: 3/349-351.

معتمد علی اللہ

معتمد علی اللہ 229ھ کو پیدا ہوا۔ مہتمدی باللہ کے قتل کے بعد 16 ربیع 256ھ کو اسے خلیفہ بنایا گیا۔<sup>1</sup> امام بخاری اس کی خلافت کے ابتدائی دور میں فوت ہوئے۔

1 سیر اعلام النبلاء: 540/12



## تحصیل علم اور امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اسفار



• تحصیل علم کے سفر کی اہمیت

• حصول علم کے لیے امام بخاری رضی اللہ عنہ کے سفر

## تحصیل علم کے سفر کی اہمیت

محدثین کی اصطلاح میں جو سفر سماں حديث، حصول حديث یا پبلے سے مسموع حديث کی سند کا عاملی درجہ حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، وہ ”رخلت“ کہلاتا ہے اور خطیب بغدادی نے اس پر مستقل ”رحلات المحدثین“ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ علم حديث کے لیے سفر کرنا اللہ کے قرب کا بہترین ذریعہ اور افضل ترین عمل ہے بلکہ علم میں وسعت، پختگی اور گہرا ای اسی طریقے سے ممکن ہے۔ علمائے دین حصول علم کے لیے سفر کی ضرورت و اہمیت اور افادیت و فضیلت سے آگاہ تھے۔ اسی لیے وہ اس کام کے لیے کمرہ ہمت باندھ کر رات دن ایک کر دیتے تھے اور بسا اوقات شدید بھوک اور پیاس برداشت کرتے تھے۔ اس تگ دو کے نتیجے میں اللہ نے انھیں بھی اور ان کے ذریعے سے اور لوگوں کو بھی رفتیں عطا فرمائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین بعض دفعہ صرف ایک حديث کے لیے پورا پورا مہینہ سفر کی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر مجھے یہ پتا چل جائے کہ اونٹ اس عالم تک پہنچ سکتے ہیں جو کتاب اللہ کا  
مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہو تو میں اس کے پاس ضرور پہنچوں گا۔“

حضرت ابوالیوب الانصاری رضی اللہ عنہ صرف ایک حدیث کی خاطر مصر تشریف لے گئے۔ سعید  
بن مییب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اگر مجھے صرف ایک حدیث کے حصول کے لیے کئی  
راتوں بھی سفر کرنا پڑا تو ضرور کروں گا۔“ اسی طرح حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے صرف  
ایک مسئلے کے لیے کوفہ کا سفر کیا۔<sup>1</sup>

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی ایک حدیث کی تصدیق کے لیے مدینہ  
منورہ سے چل کر مصر میں صحابی رسول فضالہ بن عبدی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت فضالہ اپنی  
اونٹی کو گھاس لھلا رہے تھے۔ فضالہ رضی اللہ عنہ نے انھیں مر جا کہا۔ آنے والے صحابی نے کہا کہ  
میں آپ کے پاس حض ملاقات کی غرض سے نہیں آیا بلکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ ہم دونوں  
نے فلاں موقع پر فلاں حدیث اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ امید ہے آپ کو یاد ہوگی۔  
اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث کسی واسطے سے پہنچی تو انھوں  
نے اس کی تحقیق کی غرض سے سفر کرنے کے لیے ایک اونٹ خریدا۔ اس پر پالان کس  
کر ایک ماہ کا طویل سفر کیا اور ملک شام میں عبد اللہ بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان  
سے وہ حدیث دوبارہ سنی۔<sup>2</sup>

### امام یحییٰ بن معین کا فرمان

امام یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چار آدمی صاحبِ فراست اور وسیع علم کے حامل

1. كتاب الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص: 402، باب ذكر المحفوظ عن أئمۃ  
أصحاب الحديث في أصح الأسانيد. 2. تدريب الراوي: 2/142.

نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس نے صرف اپنے ہی شہر میں تعلیم حاصل کی ہوا اور علم حدیث کے لیے اس نے سفر کی مشقت نہ اٹھائی ہو۔<sup>1</sup>

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”پھر ہر فرقے میں سے ایک گروہ دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلا تاکہ وہ جب اپنے قبلے میں واپس جائیں تو انھیں خبردار کریں تاکہ وہ (بچھے رہنے والے بھی اللہ سے) ڈریں۔“<sup>2</sup>

### امام رازی کا فرمان

امام رازی رض مذکورہ آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: ”..... جب اپنے ہی علاقے میں علم کا حصول ممکن ہو تو اس کے لیے سفر کرنا واجب نہیں، تاہم مذکورہ بالا آیت کے الفاظ سفر پر دلالت کرتے ہیں خصوصاً بابرکت اور نفع بخش علم کے حصول کی خاطر سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا ہی پڑتی ہیں۔“<sup>3</sup>

جماد بن زید رض سے سوال ہوا: کیا حدیث کا علم رکھنے والوں کا قرآن میں کہیں ذکر ملتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا مذکورہ آیت (التوبہ: 122) میں انھی کا تذکرہ تو ہے۔ یہیں کے محدث امام صنعاوی رض کا بھی یہی خیال ہے، خطیب بغدادی رض کے نزدیک مذکورہ آیت میں ہر وہ شخص آ جاتا ہے جو علم کے حصول اور تفقہ فی الدین کے لیے سفر کرتا ہے اور واپس آ کر اپنے اہل خانہ اور اہل علاقہ کو وہی علم سکھاتا ہے۔

1 تدریب الراوی: 144/2. 2 التوبہ: 9. 3 التفسیر الكبير للإمام الرازی، التوبہ: 9:122.

ابراهیم بن ادہم کا فرمان

ایک بہت بڑے بزرگ ابراہیم بن ادہم رض فرماتے ہیں:

”محدثین کرام رض کے حدیث کی خاطر سفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس امت سے مصیبتوں کو اٹھا لیتا ہے۔“<sup>1</sup>

محدثین نے حصول علم حدیث کے سفر کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ جب اس مبارک سفر کا قصد ہو تو پہلے اپنے علاقے کے راویان حدیث سے جس قدر حدیثیں مل سکیں انھیں حاصل کر لیں، پھر سفر شروع کریں۔

1 تدریب الراوی: 144/2

## حصول علم کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سفر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں محدثین کی روایات کو باقی رکھا، چنانچہ اپنی عمر کے سو سالوں میں بس تک بخارا اور بلاد خراسان کے شیوخ کرام سے علم حدیث حاصل کرتے رہے۔ اس اثناء میں حضرت امام نے امام عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات زبانی یاد کر لی تھیں اور اہل الرائے کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جن کتابوں کا ہمیں پتا چلا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: کتاب الجنہاد، کتاب الزهد والرقائق، مسند عبداللہ بن المبارک، کتاب البر والصلة، الأربعین فی الحدیث وغیرہ۔

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میں اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ حج کے لیے گیا۔ حج کے بعد میرا بھائی والدہ محترمہ کو لے کر واپس چلا کیا اور میں علم حدیث کے لیے وہیں ٹھہر گیا۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب نے تحصیل علم کے لیے پہلا سفر 210ھ میں کیا۔ اگر آپ طلب علم کے دور آغاز ہی میں غیر شروع کر دیتے تو آپ بھی وہ کچھ حاصل کر لیتے جو آپ کے ہم عصر یزید بن ہارون اور ابو داود طیاسی جیسے بڑے بڑے فقہاء اور محدثین حاصل کر چکے تھے۔“

آپ نے امام عبد الرزاق رض کا زمانہ بھی پایا۔ آپ ان سے ملاقات کا ارادہ بھی کر پکے تھے۔ ان سے ملاقات ہو ہی جاتی تھیں آپ کو اطلاع ملی کہ امام عبد الرزاق رض کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے آپ نے یمن جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا، پھر اطلاع ملی کہ وفات کی خبر غلط ہے، تاہم امام عبد الرزاق رض سے آپ کی ملاقات تو نہ ہو سکی لیکن آپ بالواسطہ ان سے روایات نقل کرتے رہے۔<sup>۱</sup>

امام صاحب نے مکہ مکرمہ کی درس گاہوں میں جن مشہور ہستیوں سے فیض پایا ان میں امام ابوالولید احمد بن محمد الازرقی، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقری امکی، امام ابو بکر عبد اللہ بن زیر الحمیدی رض وغیرہ کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ امام صاحب اپنی عمر کے اٹھار ہویں برس (212ھ میں) مدینہ پہنچے اور وہاں کے شیوخ میں سے ابراہیم بن منذر، مطرف بن عبد اللہ اور ابراہیم بن حمزہ رض وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ امام بخاری رض فرماتے ہیں: ”اسی دوران (18 برس کی عمر میں) میں نے مختلف مسائل میں صحابہ اور تابعین کرام کے فتوے، فیصل شدہ مقدمات اور ان کی آراء کو جمع کیا جس کا نام قضايا الصحابة والتابعین ہے۔“<sup>2</sup> حجاز میں چھ برس تک قیام کے بعد بصرہ کا رخ کیا۔

امام سہل بن سری رض کہتے ہیں کہ امام بخاری رض نے فرمایا:

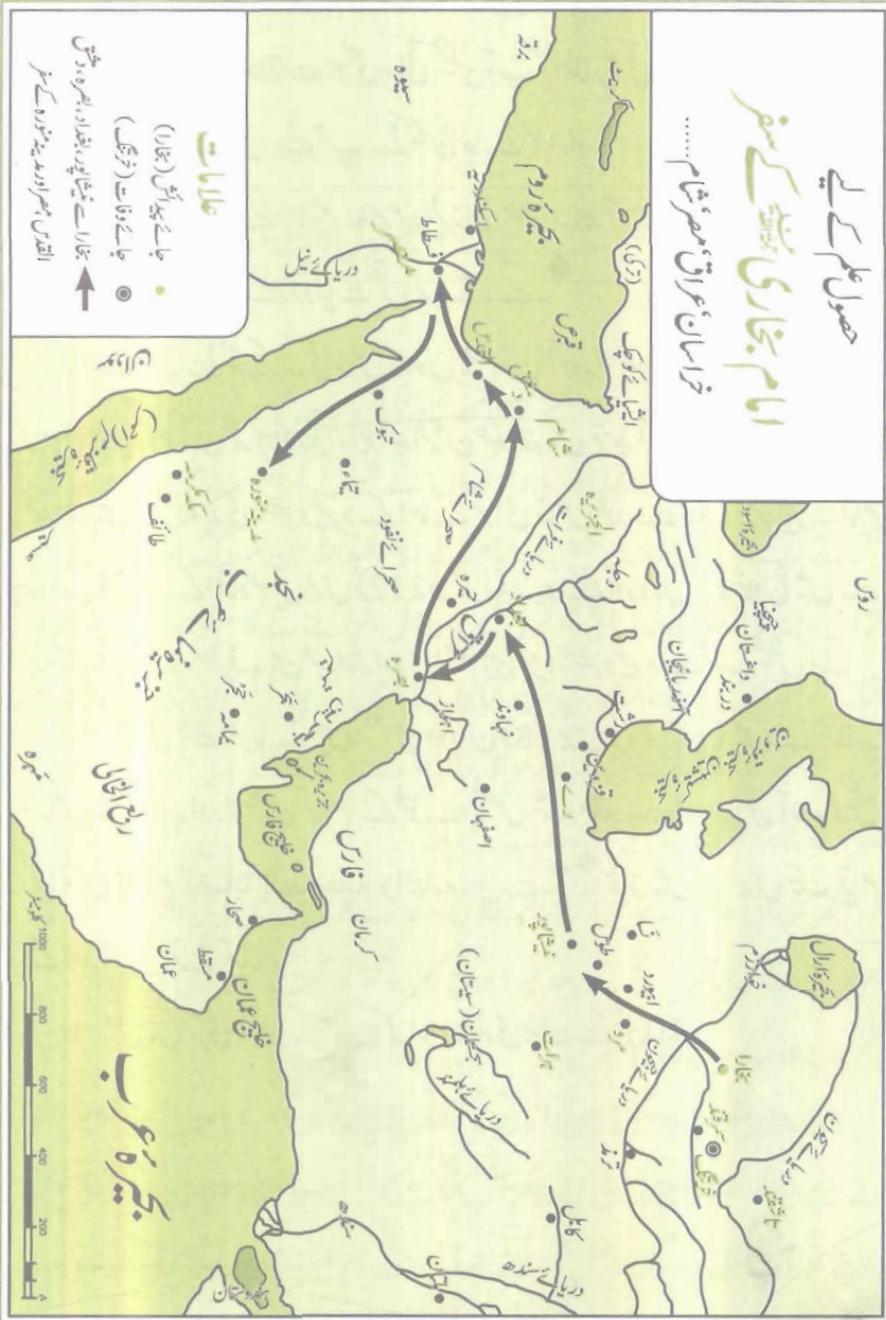
۱. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670. ۲. تاریخ بغداد: 7/2، وسیر اعلام النبلاء: 12/400.

## ام بخاریؑ کے سفر حول علم کے لیے

..... خراسان، عراق، مصر، شام

حصول علم کے لئے

٥٦



”میں مصر، شام اور الجزیرہ میں دو مرتبہ گیا ہوں، بصرہ میں چار دفعہ اور حجاز میں چھ برس تک قیام پذیر ہا۔ محمد شین کے ہمراہ بے شمار مرتبہ کوفہ اور بغداد بھی گیا۔“<sup>1</sup> اسی طرح خراسان اور گردونواح کے شہر، مثلاً: مرو، بلخ، ہرات، نیشاپور، ہے اور خراسان کے پہاڑی علاقے (جبالی خراسان) میں شروع ہی سے امام بخاری ہمچنان کی آمد و رفت رہی۔ بخارا اور اس کے قریبی شہر سمرقند اور تاشقند کے علاقے آپ

خراسان: فارسی زبان میں خراسان کے معنی ہیں: مشرقی زمین۔ ابتدا میں یہ صوبہ ایران کے مشرقی علاقے سے شروع ہو کر ہندوستان کے پہاڑوں کی سرحد تک وسیع تھا، جس میں ماوراء النہر اور بحیران کے علاقے بھی شامل تھے۔ زمانہ وسطی میں یہ ایران کا ایک صوبہ رہا جو شمال مشرق میں دریائے چینیون تک پھیلا ہوا تھا۔ پہلے کی نسبت رقبہ کم ہو گیا لیکن افغانستان کے شمال مغربی علاقے ہرات وغیرہ اس میں شامل تھے۔ پھر عربوں نے انتظامی امور میں سہولت کے پیش نظر اسے چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ چار حصے یہ تھے: نیشاپور، مرو، ہرات اور بلخ۔ فتوحات اسلامیہ کے ابتدائی دور میں خراسان کا دارالحکومت مرو یا بلخ رہا۔ خاندان طاہر یہ نے نیشاپور کو صدر مقام بنا لیا۔ ماضی کا خراسان اب پانچ ملکوں (ایران، افغانستان، تاجکستان، ازبکستان اور ترکمانستان) میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اب ہے اور نیشاپور ایران میں، ہرات اور بلخ افغانستان میں، ترمذ، بخارا اور سمرقند ازبکستان میں، جبکہ مرو و ترکمانستان میں شامل ہے۔ آج کل مشرقی ایران کے صوبے کا نام ”خراسان“ ہے۔

ہرات: شمال مغربی افغانستان کا یہ شہر ایرانی سرحد کے قریب دریا ”ہری روڈ“ پر واقع ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 2 لاکھ ہے۔ استرخانی کھالوں، اون اور قالیوں کی صنعت کے سلسلے میں بہت مشہور ہے۔ ہرات، صوبہ ہرات کا صدر مقام بھی ہے۔ (المنجد فی الأعلام)

نیشاپور: ایران کا یہ شہر مشہد کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ قدیم خراسان کا دارالحکومت تھا۔ یہ شہر بھی مرو، ہرات اور بلخ کی طرح اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز شمار ہوتا تھا۔ نظام الملک طوی نے یہاں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی تھی۔ 1221ء میں مغلوں نے اسے تباہ و بر باد کر دیا تھا۔ (المنجد فی الأعلام) بخارا، سمرقند اور تاشقند: یہ تیوں شہر ازبکستان کے مرکزی شہر ہیں۔ تاشقند اس وقت ازبکستان کا دارالحکومت ہے۔ بخارا کے گرد ایک چھوٹی شہر پناہ ہے جو تقریباً 60 مربع کلومیٹر پر واقع ہے جبکہ ۶۰

1 سیر اعلام النبلاء: 12/407، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670.

کے وطن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

امام حاکم جملہ کہتے ہیں: امام بخاری جملہ طلب علم کے لیے ان تمام شہروں میں تشریف لے گئے اور ان شہروں کے مشائخ کے ہاں سکونت پذیر ہوتے۔ میں نے یہاں متفقہ میں کے جتنے بھی نام گنوائے ہیں، اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ امام بخاری جملہ نے کتنے جید مشائخ سے کسب فیض کیا تھا۔

علامہ خطیب بغدادی جملہ فرماتے ہیں: امام بخاری جملہ مختلف شہروں میں تشریف لے گئے تاکہ وہاں مقیم محدثین سے کسب فیض کر سکیں اور وہاں کی کتابیں دیکھ سکیں۔ اس سلسلے میں آپ خراسان، جبالی فارس، تمام عراقی شہروں اور حجاز کے علاوہ شام اور مصر بھی گئے۔ بغداد میں تو آپ کئی دفعہ تشریف لے گئے۔ آپ کے کثرت سفر کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام اور مشائخ نظام کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ امام جعفر بن محمد

”ایک بڑی فصیل بھی ہے جو تقریباً 100 مریع کلومیٹر کو گھیرے ہوئے ہے۔ سرفراز جیسے بڑے بڑے شہر اس فصیل کے اندر آ جاتے ہیں۔ یہ سب وہ علاقے ہیں جن میں امام صاحب علم حدیث کو یوں تلاش کرتے رہے جیسے کوئی شخص اپنے ہی گھر میں سے اپنی گم شدہ چیز تلاش کرتا ہے۔

بغداد: عبد صحابہ میں بغداد کو ”بغداد“ ذال کے ساتھ لکھا، پڑھا اور بولا جاتا تھا۔ علامہ یاقوت حموی اسے ”بغداد“ لکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ہر ماہ ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ بغداد کے معنی ہیں: ”باغ واد“ یعنی وادنامی شخص کا باغ۔ بعض کے نزدیک ”لغ“ ایک بنت کا نام تھا۔ کسری نے ایک نیجے کے کوہ میں کا یہ گلزار اعطا کیا تھا۔ وہ نیجرا بتوں کا پچماری تھا۔ اس نے کہا: ”لغ واد“ یعنی ”لغ“ نے زمین کا یہ گلزار دیا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے سب سے پہلے 145ھ میں اسے آباد کرنا شروع کیا۔ 149ھ میں ہاکو ہاشمیہ سے دارالحکومت بغداد منتقل ہو گیا۔ اس نے اسے مدینہ السلام کا نام دیا۔ 656ھ میں ہاکو خان نے اور 1401ء میں امیر تیور نے اس شہر کو تباہ کیا۔ 1638ء میں عثمانی خلیفہ مراد رانج نے اس پر قبضہ کر لیا۔ موجودہ زمانے میں یہ عراق کا ملکی اور صوبائی دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی 32 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ (المنجد فی الأعلام)

القطان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ امام بخاریؓ سے سنا، آپ کہہ رہے تھے:

”میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے (احادیث) لکھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک استاذ سے دس ہزار یا اس سے بھی زائد احادیث تحریر کی ہیں۔ میرے پاس احادیث کا جس قدر بھی ذخیرہ موجود ہے، میں ان سب کی تمام اسناد بیان کر سکتا ہوں۔“<sup>1</sup>

ایک ہزار اساتذہ سے اوپر کی زائد تعداد کے بارے میں موئیخین کا کہنا ہے کہ ان اساتذہ کی تعداد 80 ہے۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ آپ کے اساتذہ کی اس بہت بڑی تعداد میں سے صحیح بخاری میں آپ کے 289 شیوخ کے نام آئے ہیں۔

بخارا کے امیر احیید بن الی جعفر کہتے ہیں کہ امام بخاریؓ نے ایک دفعہ فرمایا: ”بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ میں نے بصرہ میں جو حدیث سنی، اسے شام پہنچ کر لکھا۔ اسی طرح شام میں جو حدیث سنی، اسے مصر میں جا کر تحریر کیا۔“ میں نے آپ سے پوچھا: کیا آپ مکمل حدیث لکھتے تھے؟ اس سوال پر آپ نے خاموشی اختیار کی۔<sup>2</sup>

1 تاریخ بغداد: 12/10، وسیر اعلام النبلا: 12/407، 2 تاریخ بغداد: 11/2، وسیر اعلام النبلا: 11/411، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681۔ اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب جو بھی حدیث لکھتے کیا وہ مکمل ہوتی تھی؟ صحیح بخاری کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ امام بخاریؓ نے تمام احادیث کو مکمل بیان نہیں کیا بلکہ ایک حدیث کو اگر دوں مقامات پر بیان کر کے اس سے دو مسئلے اخذ کیے ہیں تو ہر جگہ تقریباً ایسے الفاظ نقل فرمائے ہیں جو متعلقہ مقام پر بطور استدلال ضروری تھے، چونکہ اکثر مقامات پر ایک حدیث کو مکمل بیان نہیں فرمایا، اس لیے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ واللہ

اعلم بحقيقة الحال (ابن سعد)

طلب علم کے لیے امام بخاری رض کے کثرت سفر پر امام ابوکبر بن ابی عتاب الاعین کی روایت سے بھی ثبوت ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یوسف فریابی کے گھر کے باہر بیٹھ کر محمد بن اسماعیل بخاری سے پڑھا ہے۔ ان دونوں امام بخاری بالکل بے ریش تھے۔ حافظ ابن حجر رض فرماتے ہیں کہ امام فریابی 212ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت امام بخاری 17 برس کے تھے۔<sup>1</sup> یہ بات امام بخاری رض کے کثرت سفر کا ایک بین شہوت ہے کیونکہ امام فریابی اس وقت فلسطین میں قیسarie کے ساحلی مقام پر مقیم تھے۔

امام محمد بن ازہر سجستانی کہتے ہیں: ”میں امام سلیمان بن حرب رض کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ امام بخاری رض بھی وہاں بیٹھے حدیث کا سبق بغیر لکھے مخصوص زبانی سن رہے تھے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ بخاری سبق کیوں نہیں لکھتے؟ جواب ملا: یہ بخارا واپس جا کر اپنی یادداشت اور قوت حفظ سے کام لے کر لکھ لیں گے۔“<sup>2</sup>

امام بخاری رض نے الجزیرہ کا سفر بھی کیا اور وہاں کے مختلف شیوخ سے علم حدیث پڑھا۔

امام ابو عبد اللہ حاکم رض فرماتے ہیں: امام بخاری، نیشاپور میں پہلی دفعہ 209ھ میں تشریف لائے۔ جب 250ھ میں آپ آخری مرتبہ یہاں آئے تو پانچ سال تک قیام فرمایا اور اس دوران میں مسلسل حدیث ہی پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔

آپ کے کاتب محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رض کو یوں فرماتے ہوئے سن: ”میں جب بھی حدیث پڑھنے پڑھانے بیٹھا ہوں تو صحیح اور ضعیف حدیث کو پرکھ کر ہی اٹھا ہوں۔ میں نے فقہاء کی کتابیں بھی دیکھیں۔ کم و بیش پانچ مرتبہ بصرہ گیا،

1 سیر أعلام النبلاء: 12/401، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670.

وہاں جو بھی صحیح حدیث ملی میں نے لکھ لی، البتہ جس حدیث کا مجھے علم نہ ہو سکا، وہ الگ بات ہے۔<sup>۱</sup>

محمد بن ابی حاتم مزید کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: ”میں اٹھا رہ برس کی عمر میں امام حمیدی جلیل اللہ کے ہاں گیا۔ دیکھتا ہوں کہ ایک حدیث کے سلسلے میں امام حمیدی کی ایک آدمی سے بحث ہو رہی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی امام حمیدی جلیل اللہ نے فرمایا: ”لو! وہ آگیا جو ہمارے مابین فیصلہ کر دے گا۔“ میں آپ کی مجلس میں بیٹھ گیا تو ان دونوں بزرگوں نے اپنا اپنا مدعای میرے رُوبرو بیان کیا۔ میں نے امام حمیدی کے حق میں فیصلہ نہادیا۔<sup>۲</sup> امام حمیدی حرمِ مکہ کے شیخ تھے۔

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا: ”میں جب بھی بغداد جاتا تھا امام احمد بن حنبل جلیل اللہ کی خدمت میں رہ کر لازماً کب فیض کرتا تھا۔ آخری مرتبہ جب میں وہاں گیا اور پھر واپسی کے لیے آپ سے اجازت چاہی تو امام احمد نے فرمایا:

”علم اور لوگوں کو بغداد میں کھوڑ کر تم خراسان جانا چاہتے ہو؟“ (جب مجھے خراسان میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو) امام احمد بن حنبل کی یہ بات مجھے بڑی شدت سے یاد آئی۔<sup>۳</sup>

اصل معاملہ یہ تھا کہ خراسان کے علاقے میں اہل الرائے کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ وہ بزرگوں کے اقوال اور فقہی فروعات ہی کو اصل دین سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلے میں اہل الحدیث اور محدثین کرام کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے بلکہ ان کے کام میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل جلیل اللہ نے انھیں بغداد والوں کے مقابلے

۱ سیر اعلام النبلاء: 12/416. ۲ سیر اعلام النبلاء: 12/401. ۳ تاریخ بغداد: 2/22, 23.

وطبقات الحنابۃ: 1/277، و سیر اعلام النبلاء: 12/403، و طبقات السبکی: 2/217.

میں کچھ بھی نہ سمجھا۔

امام احمد بن حنبل رض بغداد سے تعلق رکھتے تھے۔ فی الجملہ امام بخاری رض نے علم حدیث کے حصول کے لیے بارہا بہت سے سفر کیے۔ اس سلسلے میں بے شمار واقعات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ ہم یہاں مذکورہ بالا واقعات ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

### علم کے لیے انسانی جدوجہد

محمد بن یوسف رض بخاری رض کہتے ہیں کہ میں ایک رات امام بخاری کے ساتھ ان کے گھر مقیم تھا۔ رات بھر میں یہ دیکھتا اور گنتراہا کہ امام صاحب 18 مرتبہ اپنے بستر سے اٹھے۔ ہر بار چمچا سے دیا روشن کرتے اور ذہن میں جو کچھ وارد ہوتا اسے لکھ لیتے۔<sup>1</sup> (چمچا، ایک خاص قسم کا پتھر ہے جو آگ سُلگانے کے کام آتا ہے۔)

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں: ”مجھے جب بھی امام صاحب کے ہمراہ سفر کی سعادت ملی تو ہم ایک ہی مکان میں قیام کرتے تھے۔ امام صاحب بعض اوقات رات کو پندرہ سے بیس مرتبہ بستر سے اٹھتے، آگ جلاتے، پھر دیا روشن کرتے اور جس جس حدیث کے متعلق ذہن میں جو کچھ وارد ہوتا وہ لکھ لیتے اور متعلقہ احادیث پر بھی نشان لگادیتے تھے۔“<sup>2</sup>

ہانی بن نضر کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب کبھی باہم مل کر انگور اور شہوت کھانے کے لیے جاتے، اس دوران میں کھیل کو دکا موقع بھی ہوتا اور امام بخاری بھی ہمارے ساتھ ہوتے، آپ کھیل کو دیں شریک ہونے کے بجائے اپنے علمی کام ہی میں مصروف رہتے۔<sup>3</sup>

امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام داخلی رض کے حلقة درس میں ایک بزرگ ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ

1 تهذیب الکمال: 16/95، وطبقات السبکی: 2/220، وسیر أعلام الابلاء: 12/404. 2 تاریخ

بغداد: 2/13، وتهذیب الکمال: 16/94، وسیر أعلام الابلاء: 12/404. 3 سیر أعلام الابلاء: 12/405.

مجھے جو حدیثیں سناتے، میں ان میں سے صحیح احادیث کی طرف رہنمائی کر دیتا اور ان احادیث کے متعلق محدثین کی آراء بھی انھیں بتا دیتا تھا۔ ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے کہ ابو جاد میں ہمارے امیر کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے قوتِ حفظ کے لیے بلاذر نامی دوا استعمال کی ہے۔ ایک دن میں نے علیحدگی میں آپ سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسی دوا ہے جو دماغی طاقت کے لیے استعمال ہوتی ہے؟ امام بخاری نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ پھر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

”اچھے حافظے کے لیے ذاتی شوق و رغبت اور اپنے کام

کی طرف مسلسل متوجہ رہنے سے زیادہ مجھے کوئی اور چیز مفید نظر نہیں آتی۔“

اس سلسلے میں امام بخاری نے اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”نیشاپور میں قیام کے دوران میں مجھے اپنے گھر سے خطوط ملتے۔ ان خطوط میں میری بعض رشته دار خواتین بھی مجھے سلام لکھ بھیجتیں۔ میں بھی جوابی خط لکھا کرتا تھا۔ میں نے خط میں ان خواتین کو بھی سلام لکھنا چاہا لیکن میں ان کے نام بھول گیا، چنانچہ انھیں سلام نہ لکھ سکا۔ اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ میں ایک چھوٹی سی بات بھی یاد نہ رکھ سکا۔“<sup>1</sup>

## حصول علم کی راہ میں مشکلات کا سامنا

امام بخاری بنک نے علم دین کی خاطر شدید بھوک برداشت کی۔ بعض اوقات آپ کو گھاس بھی کھانی پڑی مگر حصول علم کی جدوجہد میں کبھی ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی۔ محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک بار امام بخاری طالب علمی کے زمانے میں آدم بن

<sup>1</sup> سیر آعلام النبلاء: 12/406.

ابی ایاس سے احادیث کے حصول کے لیے ملک شام کی طرف سفر کر رہے تھے کہ ان کا زادراہ وقت پر نہ پہنچ سکا، چنانچہ آپ گھاس اور پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ نہ کسی کو بتایا نہ کسی سے سوال کیا حتیٰ کہ تیسرے دن ان کے پاس ایک اجنبی آیا۔ اس نے آپ کو دیناروں سے بھری ہوئی تھیلی دی اور کہا: ”اس سے اپنی ضروریات پوری کیجیے۔“<sup>1</sup> عمر بن حفص الاشقر کہتے ہیں آیا کہ بصرہ میں ہم لوگ امام بخاری کے ساتھ مل کر احادیث لکھا کرتے تھے۔ ایک دن ہم نے امام صاحب کو غائب پایا۔ معلوم کرنے پر پتا چلا کہ آپ ایک مکان میں اپنے آپ کو چھپائے بیٹھے ہیں۔ آپ کے پاس تن ڈھانپنے کو کپڑے بھی نہ تھے۔ ہم نے مل کر رقمِ اکٹھی کی، آپ کے لیے لباس خریدا اور آپ کو پہنایا۔<sup>2</sup>

یہ سردو گرم حالات بھی امام صاحب کو طلب علم کے عزمِ صمیم سے متزلزل نہ کر سکے۔ آپ نے کمال استقامت کا مظاہرہ کیا اور امامت فی الحدیث کے بلند مقام تک پہنچ۔ ان کی اس فضیلت کا بلا اختلاف بھی اعتراض کرتے ہیں۔

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے حسین بن محمد سرقندی سے یہ سنا کہ محمد بن اسماعیل بخاری کی یوں توسیع عادات بہت اچھی تھیں، تاہم ذیل کی تین خوبیوں سے

آدم بن ابی ایاس: ابو الحسن آدم بن ابی ایاس عبدالرحمٰن خراسانی عسقلانی آپ کا نام ہے۔ آپ بغداد میں جوان ہوئے۔ وہیں سے علم حدیث حاصل کیا، پھر کوفہ، بصرہ، حجاز، مصر اور شام وغیرہ میں علم حدیث کے لیے سفر کیا۔ لیث بن سعد، شعبہ بن جاج اور اسرائیل بن یونس جیسے اساطین علم سے علم حاصل کیا اور امام بخاری، امام داری اور امام رازی جیسے شاگردوں کو فیض پہنچایا۔ جمادی الثانیہ 220ھ میں 88 سال کی عمر پا کر عسقلان میں وفات پا گئے۔ (تهذیب الکمال: 1/490)

<sup>1</sup> سیر أعلام النبلاء: 12/448. <sup>2</sup> طبقات السبکی: 2/217.

آپ خاص طور پر متصف تھے:

”آپ نہایت کم گو تھے۔ لوگوں کی دولت و ثروت کی کوئی طمع نہ رکھتے تھے۔ کسی کے ذاتی معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھتے، بس اپنے علمی کاموں ہی میں مگن رہتے تھے۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عباس الدُّوری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر اچھا طالب علم کوئی نہیں دیکھا کیونکہ آپ اصول اور فروع، یعنی احکام اور ان سے متعلقہ دیگر امور کی مکمل چھان بین کرتے اور ان کی تہ تک پہنچتے تھے، پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے: ”ان کے پورے کے پورے کلام کو ضبط تحریر میں لے آؤ، کوئی بات درج ہونے سے رہ نہ جائے۔“<sup>2</sup>

امام صاحب کے کاتب محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے یہ بات سنی: ”حدیث لکھنے کا میرا انداز دوسرے لوگوں جیسا نہ تھا۔ میں جب بھی کسی سے کوئی حدیث سنتا اور لکھتا اور وہ شخص مجھے سمجھ دار معلوم ہوتا تو اس سے اس کا نام، کنیت اور حسب نسب پوچھتا۔ میں یہ بھی پوچھتا کہ اس نے یہ حدیث کہاں سے لی ہے۔ اگر وہ زیادہ عقل مند اور باشور نہ ہوتا تو میں اس سے درخواست کرتا کہ مجھے اپنا اصل نسخہ دکھائیے جس میں یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ ان امور کی طرف دوسرے لوگ توجہ نہیں دیتے تھے۔“<sup>3</sup>

1 سیر اعلام النبلاء: 12/448. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/406. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/406.

عبد الرحمن بن محمد بخاری کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رض کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میں حجاز، عراق، شام اور مصر کے ایک ہزار سے زیادہ لوگوں سے کئی بار ملا ہوں۔ شام، مصر اور الجزیرہ کے علماء سے دو مرتبہ اور بصرہ کے علماء سے چار مرتبہ ملاقات کی ہے۔ حجاز میں چھ سال گزارے۔ خراسان کے علمائے حدیث کے ساتھ بارہا کوفہ اور بغداد گیا۔ جن علماء کے ساتھ کوفہ اور بغداد گیا ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں: کلی بن ابراہیم، یحییٰ بن یحییٰ، ابن شفیق، تقبیہ اور شہاب بن معمر۔ اور ملک شام امام فریابی، ابو مسہر، ابو مغیرہ، ابوالیمان اور بعض دیگر لوگوں کے ہمراہ گیا۔“ پھر فرمایا: ”میں نے ان میں سے کسی کو بھی اس حقیقت سے اختلاف کرتے نہیں پایا کہ دین قول اور عمل کا نام ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم رض کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کا یہ ارشاد اس وقت نہ جب آپ ایک حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ایک شخص سے مخاطب تھے: ”کیا تم میرے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے کوئی بات چھپائی ہے؟ حالانکہ میں نے ایک شخص سے دس ہزار احادیث محفوظ اس لیے پڑھنی چھوڑ دی تھیں کہ مجھے اس پر اعتماد نہ تھا۔ اسی طرح ایک اور آدمی سے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ احادیث صرف اس لیے نہیں پڑھیں کہ میرے نزدیک وہ شخص قابل اعتماد نہیں تھا۔“<sup>2</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/407, 408. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673.

امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام اور شاگردان رشید



- امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام شہروں کی مناسبت سے
- امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کے طبقات
- امام بخاری رضی اللہ عنہ کے شاگردان رشید

## امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام شہروں کی مناسبت سے

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے علم حدیث کے حصول کی غرض سے بے شمار سفر کیے۔ وہ مختلف قصبات و دیہات اور بلاد و امصار میں طویل عرصے تک مسلسل گھومتے رہے۔ بہت سی علمی مجالس میں حاضری دی۔ تقریباً سبھی ہم عصر علمائے حدیث سے ملاقا تیں کیں۔ مشہور شیوخ اور ائمہ حدیث سے کسب فیض کیا اور علم کے لاتعداد چشموں سے سیراب ہوئے۔ حضرت امام کی روایت کردہ احادیث بھی بہت زیادہ ہیں۔

آپ نے شیوخ الحدیث سے باقاعدہ کسب فیض سے پہلے ایک لائجہ عمل مرتب کیا کہ کن علمائے کرام سے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ نے اپنے اساتذہ کو ہر لحاظ سے پرکھا اور طے کیا کہ صرف ثقہ، یعنی ہر لحاظ سے مستند اور قابل اعتماد علماء ہی سے علم حدیث حاصل کیا جائے گا۔

امام فرماتے ہیں:

”میں نے ایک ہزار ائمہ حدیث سے احادیث پڑھی اور لکھی

ہیں۔ میرے پاس جتنی بھی احادیث موجود ہیں میں ان سب کی اسناد بیان کر سکتا ہوں۔“<sup>1</sup>

1 تہذیب الأسماء واللغات: 90/1

جعفر بن محمد قطان کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا:

”میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے احادیث لکھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک سے کم و بیش دس ہزار احادیث حاصل کی ہیں۔ میرے پاس کوئی حدیث ایسی نہیں جس کی میں سند نہ بیان کر سکوں۔“<sup>1</sup>

آپ نے مزید فرمایا: ”میں نے ایک ہزار اسی (1080) اساتذہ سے احادیث پڑھی اور لکھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک محدث تھا۔ وہ سب کے سب یہی کہتے تھے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور یہ بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے۔“<sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم نے امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے: ”میں جب بلخ پہنچا تو لوگوں

بلخ: قدیم خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جس کے آثار افغانستان کے شہر مزار شریف کے قریب ایک گاؤں کے اطراف میں اب بھی موجود ہیں۔ عربوں نے دسویں صدی عیسوی میں یہاں نوبہار کا ذکر کیا ہے۔ اس میں سب سے بلند عمارت ایک گنبد کی تھی جو عباسیوں کے دور میں برکی وزراء کی ملکیت رہا۔ اس شہر سے جنوب میں پہاڑیوں کے دامن تقریباً 19 کلومیٹر دور ہیں، جبکہ آمودریا سے اس کا فاصلہ تقریباً 57 کلومیٹر ہے۔ حضرت عثمان بن علیؓ کے دور (32ھ) میں احلف بن علیؓ نے اسے ترکوں کے قبضے سے چھڑایا۔ 43ھ میں قیس بن یاثم نے شہر پر کمل قبضہ کر لیا اور نوبہار کے گنبد سمیت تمام عبادت گاہوں کو تباہ کر دیا۔ اسلامی عہد سے پہلے یہ شہر ماوراء النهر، ترکستان اور ہندوستان کی باہمی تجارت کا مرکز تھا۔ اسلامی دور میں سائنس اور ثقافت کے اعتبار سے مزید بہتر ہوا۔ زرعی لحاظ سے اتنا خوشحال کہ پورے ماوراء النهر اور خوارزم تک کو غلہ یہیں سے متیناب ہوتا تھا۔ ازبکوں کے زمانے میں پرانے بلخ کے شمال مشرق میں نئے بلخ کے نام سے ایک قصبہ بن گیا۔ بہر حال یہ شہر مختلف طاقوتوں کے ہاتھوں کئی بار اچڑا اور آباد ہوا۔ 1901ء میں جعیب اللہ خان کے زمانے سے لے کر اب تک مزار شریف اور بلخ افغانستان کی ایک ولایت ہے۔ اس وقت بلخ مزار شریف کی ولایت میں 44

1 سیر اعلام النبلاء: 12/407، و تہذیب الکمال: 16/93. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 395، و سیر اعلام النبلاء: 12/670.

نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں انھیں اپنے تمام اساتذہ کے حوالے اور سند کے ساتھ ایک ایک حدیث لکھواؤں تو میں نے اپنے ایک ہزار اساتذہ کے حوالوں کے ساتھ ایک ہزار احادیث لکھوادیں۔<sup>1</sup>

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ تمام شیوخ کا ذکر تو بہت مشکل ہے، تاہم امام بخاری چند شہروں میں جن اساتذہ کرام کے پاس پہنچے، یہاں ان کا ذکر کیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کے ان اساتذہ کرام کا ذکر خیر بھی کریں گے جن کا امام ذہبی، امام مزہری اور حافظ ابن حجر عسقلان نے احاطہ کیا ہے۔

یہاں ان شہروں کے تعلق سے آپ کے ممتاز اساتذہ کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر امام بخاری نے علمی استفادہ کیا۔

بخارا

بخارا شہر میں آپ کے مائیہ ناز اساتذہ میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں: عبد اللہ بن محمد مندی، محمد بن یوسف بیکنندی، ہارون بن اشعث بخاری اور محمد بن سلام بیکنندی رض۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے علماء ہیں جن سے آپ نے استفادہ کیا، تاہم وہ آپ کے بڑے اساتذہ میں شمار نہیں ہوتے۔

بلکہ

بلکہ میں آپ کے اکابر اساتذہ یہ تھے: مکی بن ابراہیم خطلی، یحییٰ بن بشر الزاہد، ایک ضلع ہے۔ مزار شریف سے اس کا فاصلہ 22 کلومیٹر اور کابل سے 643 کلومیٹر ہے۔ یہاں کے باشندے ازبکی، فارسی اور پشتو زبانیں بولتے ہیں۔

1 سیر اعلام النبیاء، 12/414.

محمد بن ابان، ابو علی حسن بن شجاع بُخْنی اور امام قتیبہ بن سعید وغیرہ۔

مَرْوَهُ

مردوشا بجان میں عبدالان بن عثمان، علی بن حسن بن شقیق، محمد بن مقاتل مروزی اور صدقہ بن فضل کے علاوہ دیگر بہت سے علماء سے آپ نے استفادہ کیا۔

ہرات

ہرات میں آپ کے نمایاں ترین اساتذہ یہ تھے: احمد بن عبد اللہ بن ایوب الحنفی، ابوالولید بن ابورجاء الہروی۔

نیشاپور

نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ التمیمی، بشر بن حَلَّم، اسحاق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ، اسحاق بن منصور، احمد بن حفص اور محمد بن یحییٰ ذہلی کے علاوہ دیگر بہت سے علماء سے امام بخاری نے فیض پایا۔

بغداد

بغداد سلطنت عباسیہ کا دارالخلافہ تھا۔ خلفاء نے اپنے اپنے دور میں علم کی اس قدر حوصلہ افزائی کی کہ بغداد کو علوم کا مرکز بنادیا۔ بڑے بڑے باکمال اہل علم اصحاب فن ہر طرف سے نقل مکانی کر کے بغداد میں رونق افروز ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے بھی متعدد مرتبہ بغداد کا سفر کیا۔ پہلی مرتبہ امام بخاری 210ھ کے آخر میں عراق تشریف لائے۔ کچھ عرصہ قیام کیا اور اس دوران میں یہاں امام احمد بن حنبل، محمد بن عیسیٰ طبّاع، سرتج بن نعمان، محمد بن سابق اور امام عفان جوہری وغیرہ سے احادیث پڑھیں۔

رے

رے میں صرف ایک ہی استاذ ابراہیم بن موسیٰ تمیٰ کا ذکر ملتا ہے جن سے امام صاحب نے استفادہ کیا۔

بصرہ

عراق کے شہر بصرہ میں امام صاحب کے بہت سے اساتذہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ نمایاں اساتذہ میں سے چند یہ ہیں: ابو عاصم نبیل، محمد بن عبد اللہ انصاری، عبد الرحمن بن حماد شعیشی، صاحب بن عون، محمد بن عرعرہ، حاج ج بن منہاں، صفوان بن عیسیٰ، حرمی بن حفص بن عمر عتکی، بدل بن محبّر اور عبد اللہ بن رجاء وغیرہ۔

واسط

واسط میں حسان بن حسان، حسان بن عبد اللہ، سعید بن سلیمان اور ان کے دیگر ساتھیوں سے امام صاحب نے علم حاصل کیا۔

کوفہ

کوفہ میں امام بخاری کے اکابر اساتذہ کے اہم گرامی یہ ہیں: عبد اللہ بن موسیٰ عسیٰ، ابو نعیم (عبد الرحمن بن ہانی بن سعید کوفی)، خالد بن مخلد، طلق بن غنم، احمد بن یعقوب، اسماعیل بن ابیان ازدی، خلاد بن یحیٰ، حسن بن عطیہ، قبیصہ اور خالد بن یزید مقریٰ وغیرہ۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام حمزہ سے سماعت کی۔

واسط: اس نام سے کئی شہر مشہور ہیں لیکن یہاں مراد عراق کا ایک مرکزی شہر ہے جو کوفہ اور بصرہ کے بالکل وسط میں ہونے کی وجہ سے واسط کہلاتا ہے۔

## مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ میں آپ کے ممتاز شیوخ یہ تھے: ابو عبد الرحمن مقری، خلاد بن یحییٰ، حسان بن حسان بصری، عبد اللہ بن یزید مقری، اسماعیل بن سالم صانع، ابوالولید احمد بن محمد ازرقی اور امام ابو بکر عبد اللہ بن زبیر حمیدی ہیں۔

## مدینہ منورہ

مدینہ منورہ میں امام صاحب نے ان علمائے کرام سے استفادہ کیا: عبد العزیز بن عبد اللہ اویسی، ایوب بن سلیمان بن بلاں، اسماعیل بن ابی اویس، ابراہیم بن منذر حزامی، مطرف بن عبد اللہ، ابراہیم بن حمزہ، ابو ثابت محمد بن عبید اللہ اور یحییٰ بن قزوع۔

## مصر

مصر میں امام صاحب نے جن قابل احترام اساتذہ سے فیض پایا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: احمد بن صالح مصری، عثمان بن صالح، سعید بن ابی عیسیٰ، سعید بن کثیر بن عفییر، سعید بن ابی مریم، احمد بن شبیب، احمد بن اشکاب، عبد اللہ بن صالح، عبد اللہ بن یوسف، یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر اور اصنف بن فرج۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سے محدثین ہیں۔

## شام

آپ کے بہت سے شامی اساتذہ گرامی میں سے چند نام یہ ہیں: ابوالیمان حکم بن نافع، آدم بن ابی ایاس، علی بن عیاش، بشر بن شعیب، ابونصر اسحاق بن ابراہیم، حیاة بن شریح، ابوالمغیرہ عبدالقدوس، احمد بن خالد وہبی، محمد بن یوسف فریابی اور ابومسہر۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے اساتذہ سے امام بخاری نے اخذِ علم کیا۔<sup>1</sup>

### الجزیرہ

الجزیرہ میں آپ نے اسماعیل بن عبد اللہ بن زرارہ الرزقی، عمر بن خالد، احمد بن عبد الملک بن واقد حرانی، احمد بن یزید حرانی بنیان اور ان کے دیگر رفقاء سے فیض پایا۔ امام بخاری نے ابومسیہ سے بھی سماع کیا ہے مگر انھیں ان سے سماع میں شک تھا، چنانچہ امام صاحب نے الصحيح کے علاوہ جہاں بھی ان سے کوئی سند بیان کی وہاں انھوں نے حدثنا أبو مسہر یا حدثنا رجل عنہ سے سند بیان کی ہے۔ امام صاحب نے احمد بن عبد الملک بن واقد حرانی سے بھی روایت کی ہے۔ ان سے آپ کی ملاقات عراق ہی میں ہوئی تھی، اس لیے الجزیرہ تشریف لے جانے کی ضرورت پیش نہ آئی۔<sup>2</sup> آپ نے یہ بھی فرمایا: ”میں بغداد میں معلیٰ بن منصور رازی کے پاس 210ھ میں گیا تھا۔“<sup>3</sup> امام بخاری نے حدیث کے حصول کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کیا، اسی وجہ سے

الجزیرہ: یہ خشکی کا ایک خطہ ہے جو دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اور جزیرہ آتوار کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے اہم ترین شہروں میں سے موصل، رقة، رأس اعین اور حان وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ (معجم البلدان: 2/134)

1 سیر أعلام النبلاء: 12/394، وطبقات السبکی: 2/213، 215، والإمام البخاری، ص: 63-75. 2 امام ذہبی، امام بکی اور امام مزی وغیرہ کا کہنا ہے کہ امام بخاری الجزیرہ میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 12/396) الجزیرہ کے لوگوں سے جو روایات مقول ہیں وہ بالواسطہ مروی ہیں جبکہ حافظ ابن حجر، امام نووی اور ابن عساکر کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری الجزیرہ گئے تھے کیونکہ امام صاحب کا اپنا قول ہے: ”میں شام، مصر اور الجزیرہ دو دو مرتبہ اور بصیرہ چار مرتبہ گیا ہوں۔“ (هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670، و تعلیق التعلیق: 5/388) امام ذہبی نے بھی یہ بات نقل کی ہے۔ (سیر أعلام النبلاء: 12/407). 3 سیر أعلام النبلاء: 12/395، 396.

امام بخاری اپنے سے مقدم علماء کے ہم طبقہ بن گئے اور یوں انھیں کی معنوی شان حاصل ہوئی۔ ہر چند کہ زمانی اعتبار سے پیچھے تھے لیکن درجے کے لحاظ سے اول نمبر پر آگئے۔

امام قتیبہ بن سعید ثقفی فرمایا کرتے تھے: ”اگر امام بخاری صحابہ میں ہوتے تو اللہ کی بہت بڑی نشانی ہوتے۔“<sup>1</sup>

اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر امام بخاری تابعین میں بھی ہوتے تو اللہ کی بہت بڑی نشانی ہوتے۔ ان کی انھلک جدوجہد، بلند حوصلگی اور قوتِ حافظہ نے انھیں بڑے بڑے ائمہ کا ہم سر بنادیا۔ امام بخاری کے بارے میں اہل علم کے اقوال آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

1 سیر اعلام النبلا: 12/431

## امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کے طبقات

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام کے ان تمام اساتذہ کو ذیل کے پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے:

### پہلا طبقہ

وہ حضرات جنہوں نے تابعین سے پڑھا اور پھر امام بخاری کو پڑھایا۔ ان میں محمد بن عبد اللہ النصاری، امام حمید سے روایت کرتے ہیں۔ مکی بن ابراہیم نے یزید بن ابی عبید کی روایات امام بخاری کو پڑھائیں۔ ابو عاصم نبیل نے بھی یزید بن ابی عبید کی روایات ہی کا درس دیا۔ عبد اللہ بن موسیٰ انھیں اسماعیل بن ابی خالد کی روایات پڑھاتے رہے۔ ابو نعیم، امام بخاری کو اعمش کی روایات کا درس دیتے تھے۔ خلاد بن یحییٰ نے عیسیٰ بن طہمان کی روایات پڑھائیں۔ علی بن عیاش اور عاصم بن خالد نے حریز بن عثمان کی احادیث پڑھائیں۔ ان تمام ارباب علم کے اساتذہ تابعین کرام تھے۔

### دوسرा طبقہ

اس طبقے میں ان اساتذہ کا شمار ہوتا ہے جو مذکورہ بالامحمدین کے ہم عصر تھے مگر وہ ثقہ تابعین سے روایات نقل نہیں کر سکے۔ ان میں آدم بن ابی ایاس، ابو مسہر عبد اللہ بن مسہر،

سعید بن ابی مریم، ایوب بن سلیمان بن بلاں اور ان جیسے دیگر اساتذہ شامل ہیں۔

### تیسرا طبقہ

اس طبقے میں درمیانے درجے کے اساتذہ شامل ہیں۔ ان کی تابعین سے ملاقات ثابت نہیں۔ یہ صرف تبع تابعین سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان میں سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عیین بن حماد، علی بن مدینی، بیہقی بن معین اور عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ امام بخاری کے ساتھ امام مسلم بھی ان محدثین سے نقلِ حدیث میں شریک رہے ہیں۔

### چوتھا طبقہ

اس طبقے میں امام کے ان اساتذہ کے نام آتے ہیں جو طالب علمی کے زمانے میں آپ کے رفیق تھے، تاہم آپ سے پہلے فراغت پا چکے تھے۔ ان میں محمد بن بیہقی ذہلی، ابو حاتم رازی، محمد بن عبد الرحیم صاعقه، عبد بن حمید اور احمد بن نظر کے علاوہ انھی جیسے دیگر اصحاب علم و فضل کے نام آتے ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ان ہم عصر رفقاء سے وہ احادیث نقل کی ہیں جو آپ اپنے اساتذہ سے نہیں سن سکے یا دیگر ایسی روایات جو آپ کہیں اور سے حاصل نہ کر سکے۔

### پانچواں طبقہ

اس طبقے میں وہ لوگ شامل ہیں جو عمر اور سند کے اعتبار سے تو امام صاحب کے شاگرد ہیں، لیکن آپ نے علم میں اضافے کے لیے ان سے بھی روایات سنی اور لکھی ہیں۔ ان میں عبد اللہ بن حماد آمُلی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیرہ شامل ہیں۔ ان لوگوں سے امام بخاری نے بہت کم روایات نقل کی ہیں۔

اپنے ان شاگروں سے روایت کر کے امام بخاری نے امام وکیع کے اس قول پر عمل کیا ہے جو عثمان بن ابی شیبہ نے امام وکیع سے نقل کیا تھا:

”کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سے زیادہ علم والے، اپنے برابر درجے کے عالم اور اپنے سے کم علم رکھنے والے عالم سے روایت نہ کرے۔“<sup>1</sup>

امام بخاری کے وہ اساتذہ جن کا تذکرہ امام مزدی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلان نے کیا ہے ان کے اہم گرامی یہاں نہیں لکھے گئے۔ ان کے لیے ملاحظہ ہوں تہذیب الکمال، سیر أعلام النبلاء اور تہذیب التہذیب وغیرہ کتابیں ان کی تعداد تقریباً 358 ہے۔

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 671,670.



•

## امام بخاری رحمۃ اللہ کے شاگرداں رشید

امام مددوح کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ یہ کوئی تجھب انگیز بات نہیں۔ امام بخاری ایک جلیل القدر محدث تھے۔ ان کے شاگردوں کی کثرت ہر لحاظ سے قابل فہم ہے۔

امام محمد بن یوسف فربری فرماتے ہیں: امام بخاری سے 90 ہزار لوگوں نے صحیح بخاری کا سماع کیا، البتہ صحیح بخاری کو آگے روایت کرنے والا میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔<sup>1</sup>

امام یوسف بن موی مروزی کہتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھا تھا

امام یوسف بن موی مروزی: ابویعقوب یوسف بن موی بن عبد اللہ بن خالد بن حمک المروالڑوڑی آپ کا نام ہے۔ آپ نے الحنفی بن راہویہ، علی بن حجر اور ابو مصعب وغیرہ سے روایت کی ہے، اور خود ان سے ابو حامد بن مشرقی، اخرم، ابو بکر شافعی، ابو علی نیشاپوری اور ابو یکبر بن خلاد وغیرہ نے روایت کی۔ آپ خراسان کے شہر محمدثین میں سے تھے۔ حدیث کے حصول کے لیے سفر کرنے کی وجہ سے ہر جگہ کے لوگ ان سے متعارف تھے۔ خراسان، عراق اور جازیہ میں حدیث پڑھاتے رہے۔ مروالڑوڑ میں 296ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی نسبت ”مروالڑوڑ“ کی طرف کریں تو یہ ”المروالڑوڑی فرقہ“

1 سییر أعلام النبلاء، 12/398، وتاریخ بغداد: 2/9. نوٹ: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام فربری نے یہ بات اپنی معلومات کی بنیاد پر کی ہے، حالانکہ ابو طلحہ منصور، ان کے 9 سال بعد تک زندہ رہے۔ ابو نصر بن مکوہ اور بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے ابو طلحہ بھی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مقدمة فتح الباری، ص: 686)

کہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی۔ وہ اہل علم کو مطلع کرنے کے لیے منادی کر رہا تھا کہ امام محمد بن اسما عیل بخاری بصرہ میں تشریف لا جائے ہیں۔ یہ اعلان سننے ہی کتنی لوگ امام مددوح کی تلاش میں نکل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ ہم نے ایک ستون کی اوٹ میں ایک نوجوان کو نماز پڑھتے دیکھا، معلوم ہوا کہ یہی امام بخاری ہیں۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا اور درخواست کی کہ آپ باقاعدہ کسی ایسی مجلس کا انعقاد فرمائیں جس میں ہم لوگ آپ سے احادیث سن بھی سکیں اور لکھ بھی سکیں۔ آپ رضا مند ہو گئے۔

دوسرے دن قرب و جوار سے ہزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ امام صاحب درس کے لیے تشریف لائے تو آپ نے ابتداء ہی میں حاضرین سے فرمایا:

”بصرہ والو! میں تو نوجوان ہوں۔ آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث سننے کا مطالبہ کیا ہے تو میں آپ ہی کے شہر بصرہ کے محدثین کی روایت کر دو وہ احادیث بیان کروں گا جن سے آپ لوگ مستفید ہو سکیں، (یہ وہ احادیث ہیں جو اس سے پہلے آپ لوگوں کے علم میں نہیں ہیں۔)“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے حاشد بن اسما عیل اور ایک دوسرے شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”بصرہ کے بڑے بڑے عاقل و فہیم لوگ علم حدیث کے لیے اس پاتے ہیں، لیکن ”مرد“ کی طرف علاقائی نسبت کی وجہ سے یہ ”مزوزی“ کہلاتے ہیں۔ دیکھیے:

(سیر أعلام النبلاء: 14/51، والأنساب للسمعاني: 12/203، 204)

1 سیر أعلام النبلاء: 12/409، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 680.



نوجوان (محمد بن اسماعیل بخاری) کے پیچھے پیچھے دوڑا کرتے تھے۔ وہ آپ کو حدیث سنانے کے لیے اس قدر مجبور کر دیتے تھے کہ راستے ہی میں بٹھا لیتے۔ پھر وہاں ہزاروں لوگ جمع ہو جاتے۔ ان میں اکثر لوگ ایسے ہوتے جن کی روایات لوگ بڑے شوق سے لکھتے تھے۔ ان دونوں امام بخاری بالکل بے ریش تھے۔<sup>1</sup>

امام بخاری کے بہت سے اساتذہ آپ کے شاگرد بھی تھے۔ اسی طرح آپ کے بہت سے ساتھی بھی آپ کے شاگرد تھے۔ ذیل میں ان علماء کے نام درج کیے جاتے ہیں جو آپ کے وہ اساتذہ ہیں جو آپ کے شاگرد بھی تھے۔

عبداللہ بن محمد مندی، عبد اللہ بن منیر، اسحاق بن احمد بن خلف سرماری (ابخاری)، محمد بن خلف بن قتبیہ وغیرہ۔

یہ حضرات اپنے دور میں علومِ دینیہ کے معروف اساتذہ شمار ہوتے تھے، تاہم امام صاحب سے استفادے کے بغیر اپنے علمی کام کو زیادہ اہمیت نہ دیتے اور آپ سے کب فیض کو ضروری خیال کرتے تھے۔

آپ کے جن محدث ساتھیوں نے، آپ کے فضل و کمال اور علم حدیث میں بلند مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے، آپ کی شاگردی کو سعادت سمجھا، ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں: ابو زرعد رازی، ابو حاتم رازی، امام ابراہیم بن اسحاق حرbi، ابو بکر بن ابی عاصم، موسیٰ بن ہارون حمال، محمد بن عبد اللہ بن مطین، اسحاق بن احمد بن زیریک فارسی، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، قاسم بن زکریا، محمد بن عبد اللہ حضری، محمد بن قتبیہ، ابو بکر آعینُ اور ان جیسے دیگر اہل علم۔

آپ کے شاگردوں میں سے ذیل کے محدثین کرام تو علم و عرفان کے بلند مرتبے

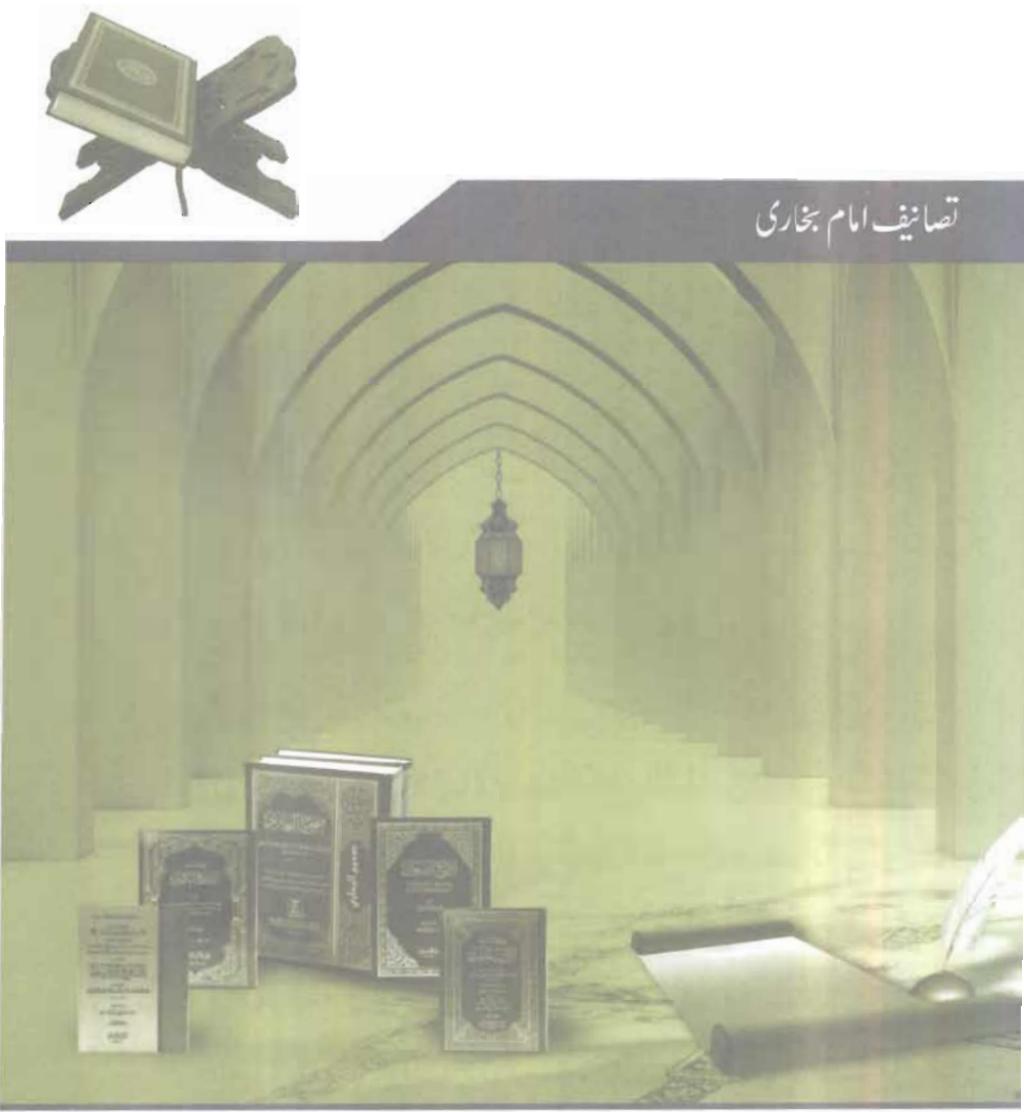
1 طبقات الحنابۃ: 1/277، و تہذیب الاسماء واللغات: 1/70، و سیر أعلام النبلاء: 12/408.

تک پہنچے اور دنیاۓ علم میں سورج کی طرح چکے۔

امام العلم صحیح مسلم کے مؤلف امام مسلم بن جاج، سنن نسائی کے مؤلف امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی۔ جامع ترمذی کے مؤلف امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی۔ محمد بن نصر مروزی، سنن دارمی کے مؤلف امام دارمی اور صحیح ابن خزیمہ کے مؤلف امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ۔ یہ تمام بزرگ بلند پایہ فقہاء اور عالی مرتبت محمدین شمار ہوتے ہیں۔<sup>1</sup>

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 687, 686، وسیرۃ البخاری، ازمبارک پوری، ص: 88, 87.

## تصانیف امام بخاری



## ◎ امام بخاریؓ کی تصانیف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## امام بخاری رضی اللہ عنہ کی تصانیف

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو تالیف و تصنیف کتب کا ایسا اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا کہ ان سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ ساری دنیا کے علماء و طلباء نے آپ کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آپ کی مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

### صحیح بخاری

اس عظیم الشان کتاب کا پورا نام ہے: **الْجَامِعُ الْمُسْنَدُ الصَّحِيْحُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ أُمُورِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسُنْنِهِ وَأَيَامِهِ**. یہ کتاب عجوبہ روزگار ہے۔ قرآن مجید کے بعد صحیح ترین اور کامل طور پر معتمد علیہ کتاب ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کی لاکھوں احادیث میں سے صحیح ترین احادیث جمع کی ہیں۔ کتاب کی ابواب بندی فقہی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ تراجم ابواب کو دیکھ کر علمائے کرام جیران رہ جاتے ہیں۔ یہ کتاب فقه الحدیث کا ایسا مجموعہ ہے جس کے بارے میں یہ بات زبان زویاں ہے: **«فَقْهُ الْبُخَارِيٌّ فِي تَرَاجِمِهِ»** ”امام بخاری کی فقه صحیح بخاری کے تراجم میں سمت آئی ہے۔“

صحیح بخاری کے بارے میں مفصل گفتگو ایک مستقل باب میں آگے آ رہی ہے۔

## التاریخ الکبیر

التاریخ الکبیر<sup>1</sup> اسماء الرجال کے سلسلے میں اوپر تصنیفات میں سے ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری نے صحابہ کرام صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر اپنے زمانے تک کے راویاں حدیث کے تراجم بیان کر دیے ہیں۔ یہ کتاب بھی دنیا میں کتب کا ایک عظیم شاہ کار ہے۔ امام بخاری صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تصنیف میں بڑی محنت اور باریک بینی سے کام لیا ہے۔ اس کی تالیف میں اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کو بڑی صلاحیت اور رہبری نصیب ہوئی۔ یہ کتاب اہل علم کے لیے علم و تحقیق کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ کیونکہ اس میں ثقہ، ضعیف اور مستور الحال راویوں کے علاوہ دیگر راویوں کے احوال کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

تاریخ کبیر کی امتیازی حیثیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام بخاری صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میدان میں مصنف سے زیادہ معلومات حاصل تھیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں کچھ ایسے لوگوں کے احوال بھی منقول ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتے۔ حضرت امام بخاری نے جن راویوں کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق ضروری معلومات فراہم کی ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ امام بخاری راویوں کے نام اور ان میں سے ہر ایک کے والد کے ناموں کے اشتباہ کو دور کر کے انھیں واضح انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ خصوصیت دوسرے ماہرین اسماء الرجال کے ہاں بہت کم ملتی ہے۔ امام صاحب نے اس کتاب میں تمام راویوں کو ایک دوسرے سے منفرد انداز میں بیان کیا ہے اور ہر ایک کو جدا گانہ حیثیت سے بیان کرنے کی وجہ بھی بیان کی ہیں۔

امام بخاری صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ کبیر میں بہت سے ایسے متون بھی ذکر کیے ہیں جو کہ

1 التاریخ الکبیر: مصر کے دارالکتب میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے اور ہندوستان میں پہلی مرتبہ

1361ھ میں طبع ہوئی، اس کے بعد بہت سے مکتبوں نے اسے شائع کیا ہے۔

احادیث کی دیگر کتب میں عام طور پر نہیں ملتے۔ بلاشبہ امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

تاریخ کبیر کی تصنیف کے سلسلے میں امام بخاری خود فرماتے ہیں: ”میں اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد کے ہمراہ مکہ مעתظہ کی زیارت کے لیے گیا۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بھائی تو والدہ محترمہ کو لے کر واپس چلے آئے مگر میں حدیث پڑھنے کے لیے وہیں ٹھہر گیا۔ میری عمر جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو میں نے مختلف مسائل میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فیصلے اور ان کے اقوال مرتب کرنے شروع کر دیے۔ ان دونوں چجاز میں عبد اللہ بن موسیٰ کی حکومت تھی۔ انھی دونوں میں نے نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے قریب منبر اور جھرے کے درمیان بیٹھ کر، چاندنی راتوں میں تاریخ کبیر تصنیف کی۔“<sup>1</sup>

آپ نے تاریخ کبیر کے بارے میں فرمایا: ”اس میں لوگوں کے جو حالات زندگی درج ہیں اس سے اور زیادہ حالات میرے پاس موجود ہیں۔ لیکن میں نے وہ اس لیے بیان نہیں کیے کتاب کی خمامت بڑھ جائے گی۔ اگر میرے کچھ اساتذہ کسی طرح زندہ ہو کر دنیا میں آ جائیں تو وہ بھی اس کتاب کو پہچان نہ پائیں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ میں نے یہ کتاب کس طرح لکھ دی ہے۔“<sup>2</sup>

آپ نے مزید فرمایا: ”امام اسحاق بن راہویہ میری کتاب تاریخ کبیر کو عبد اللہ بن طاہر کے پاس لے گئے اور ان سے کہا: ”کیا میں آپ کو ایک جادو نہ دکھاؤ؟“ انھوں نے اس کتاب کو دیکھا اور بڑے تعجب کاظھار کیا، پھر کہنے لگے: ”میں تو ان کی اس تصنیف کو نہیں سمجھ سکا۔“<sup>3</sup>

۱۔ تہذیب الکمال: 16/89، و سیر أعلام النبلاء: 12/400، و هدی الساری مقدمة فتح الباری،

ص: 670 ۲۔ تہذیب الکمال: 16/90,89. ۳۔ تہذیب الکمال: 16/90.

حافظ ابن عقدہ نے فرمایا:

”اگر کوئی شخص 30 ہزار احادیث بھی لکھ لے، تب بھی وہ امام بخاری کی تصنیف التاریخ الکبیر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ابو سہل محمود الشافعی بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے مصر کے تین سے زائد علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام بخاری کی کتاب ”التاریخ“ کا مطالعہ ہمارے لیے ضروری ہو چکا ہے۔“<sup>2</sup>

### التاریخ الاوسط

التاریخ الاوسط امام بخاری کی وہ کتاب ہے جو ان سے امام عبد اللہ بن احمد بن عبد السلام الخفاف اور امام زنجویہ بن محمد البداد نے روایت کی۔

اس کتاب کے آغاز میں امام بخاری فرماتے ہیں: ”اس مختصر کتاب میں رسول اکرم ﷺ کی ہجرت، مہاجرین اور انصار صحابہ، طبقات تابعین اور اس کے بعد تبع تابعین کی وفات، نسب، کنیت اور ان لوگوں کا ذکر ہے، جنہیں نبی ﷺ کی احادیث سے خاص رغبت ہے۔“ اس میں امام بخاری نے راویان احادیث کے حالات اس ترتیب سے مرتب کیے ہیں کہ پہلے ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو عہد ابو بکر میں وفات پائے، پھر ان کا جو عہد عمر میں فوت ہوئے، پھر ان کا جو زمانہ عثمان میں فوت ہوئے اور پھر ان حضرات کا جنہوں نے علی ﷺ کے زمانے میں انتقال کیا، پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو چالیس تا پچاس ہجری

1. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 2. سیر اعلام النبلاء: 12/426.

کے درمیان راہِ ملکِ بقا ہوئے۔ پھر ان کا جو ساٹھ تا ستر ہجری کے دوران سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔ اسی طرح چلتے چلتے اس سلسلے کا اختتام ان راویان کے تذکرے پر کیا جو 250 تا 260 ہجری میں فوت ہوئے۔ اس کا اسلوب تحریر تاریخ صغير جیسا ہی ہے لیکن اس میں بعض راوی اور واقعات زیادہ ہیں۔

مولانا عبد اللہ رحمانی فرماتے ہیں کہ التاریخ الاؤسٹ کا ایک قلمی نسخہ جنگِ عظیم دوم تک جمنی کے ایک سرکاری کتب خانے میں موجود تھا۔<sup>1</sup> ایک مستشرق بروکلین کے بقول اس کا ایک قلمی نسخہ حیدر آباد دکن (بھارت) میں موجود ہے۔<sup>2</sup>

### التاریخ الصیغر

یہ مختصری کتاب ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ اور مہاجرین اور انصار صحابہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حسب نسب، کنینتیں اور تواریخ وفات مذکور ہیں۔ ان لوگوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو حدیث پڑھنے پڑھانے کا شوق رکھتے تھے۔

اس کتاب میں عام طور پر جرح اور تعدیل کا سلسلہ زیر بحث آیا ہے۔ امام صاحب نے اس کتاب کو ایک ایک سال کے حوالے سے اس طرح مرتب کیا ہے کہ ایک سال کے واقعات کا بیان مکمل کر کے دوسرے سال کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ انھوں نے اس کتاب میں صرف وفیات ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اہم امور اور واقعات کا بھی احاطہ کیا ہے۔ یہ کتاب 1306ھ میں اللہ آباد سے طبع ہو چکی ہے، جبکہ پاکستان میں تاریخ صغير امام بخاری ۃاللہ کی اپنی کتاب الضعفاء کے ساتھ اور امام نسائی کی کتاب الفضعاء والمعتر وکین کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

1. حاشیہ سیرۃ البخاری، ص: 158۔ 2. خلق الأفعال، ص: 23۔

## الجامع الکبیر

اس کتاب کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے۔

## المسند الکبیر

امام فربری نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس کے کسی نسخہ کا پتا چل سکا نہ راوی کا کوئی علم ہو سکا۔

## الغیر الکبیر

اس کتاب کا تذکرہ بھی امام فربری نے کیا ہے۔ اس کی صورت حال بھی المسند الکبیر جیسی ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ اس کا ایک قلمی نسخہ الجزاں کے سرکاری کتب خانے میں موجود ہے۔

## کتاب الاشربہ

امام دارقطنی نے المؤتلف وال مختلف میں کیسہ نامی راوی کے ترجیح کے ضمن میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

## کتاب الہبہ

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے اس قدر اہمیت کی حامل تھی کہ محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی یہ کتاب ہمارے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا: ”امام وکیع بن جراح اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات کا اس کتاب سے کیسے موازنہ ہو سکتا ہے کیونکہ امام وکیع کی کتاب الہبہ میں صرف دو یا تین مرفوع احادیث ہیں۔ امام عبد اللہ بن مبارک کی کتاب الہبہ میں صرف پانچ احادیث مروی ہیں، جبکہ

میری اس کتاب میں اس موضوع پر 500 یا اس سے بھی زائد احادیث مروری ہیں۔<sup>۱</sup>

### کتاب الضعفاء

اس کتاب میں ضعیف راویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُن کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے معرضِ بیان میں لائے گئے ہیں اور راویوں کے ضعف کے اسباب پر رoshni ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کو امام صاحب سے ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی اور ابو جعفر شیخ ابن سعید وغیرہ روایت کرتے ہیں۔<sup>۲</sup>

### خلق افعال العباد

امام بخاری نے اس کتاب میں باطل فرقوں (جهمیہ اور معطلہ) کے عقائد اور نظریات کی بیخ کنی کی ہے۔ اس سلسلے میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور صحابہ و تابعین کے اقوال جمع کیے ہیں۔<sup>۳</sup> یہ کتاب امام بخاری سے ان کے شاگرد یوسف بن ریحان بن عبد الصمد اور امام فربی نے روایت کی ہے۔<sup>۴</sup> یہ کتاب امام ذہبی کی کتاب العلو کے ساتھ ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے۔ آخری مرتبہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن عمیرہ کی تحقیق کے ساتھ دار عکاظ جده (سعودیہ) سے طبع ہوئی۔

### أسامي الصحابة

ابوالقاسم بن مندہ نے ابن فارس کے حوالے سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور پھر ابن فارس ہی کو نقل و حوالے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسی طرح ابوالقاسم البغوي نے بھی اپنی

۱ سیر أعلام النبلاء، 12/410۔ ۲ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686۔ ۳ سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 159۔ ۴ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686، و سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 159۔

کتاب مجتمع الصحابة میں ابن فارس کے حوالے سے مذکورہ کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔<sup>1</sup>

مولانا محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر اس سے پہلے کسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن اس کے بعد تو ابن منده، ابن عبدالبر، ابن اثیر، ابن حجر اور دیگر فقهاء نے اسماے صحابہ اور ان کے تاریخی حالات پر کتابیں لکھی ہیں۔ اس موضوع کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔<sup>2</sup>

مولانا عبد اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا ایک مکمل قلمی نسخہ جرمنی کے ایک قلمی کتب خانہ میں جنگ عظیم دوم تک موجود تھا۔<sup>3</sup>

### کتاب الوحدان

امام بخاری نے اس کتاب میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جن سے صرف ایک حدیث منقول ہے۔<sup>4</sup> ابن منده نے اس کتاب سے بہت سی معلومات اپنی کتاب المعرفہ میں نقل کی ہیں۔ اس موضوع پر امام مسلم اور امام نسائی کی تحریریں بھی موجود ہیں۔

### کتاب المبسوط

امام خلیلی نے الارشاد نامی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مہیب بن سلیم نے اس کتاب کو امام بخاری سے روایت کیا ہے۔<sup>5</sup> مولانا محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے موضوع بحث کا کچھ پتا نہیں چلا۔ لیکن غالب گمان یہی ہے کہ اس کتاب میں احادیث سے مانوذ کچھ فقہی مسائل کی تشریح کی گئی ہے۔<sup>6</sup>

1۔ وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686۔ 2۔ سیرۃ البخاری، از مبارک پوری، ص: 161۔ 3۔

سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 160۔ 4۔ حاشیہ سیرۃ البخاری، ص: 152، وهدی الساری مقدمة فتح

الباری، ص: 5۔ سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 161، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص:

686۔ 6۔ سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 161۔

مولانا عبد اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنگِ عظیم دوم تک المانیا (جرمنی کے ایک کتب خانے) میں ابن مندہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ موجود تھا۔<sup>1</sup>

## کتاب العلل

ابوالقاسم بن مندہ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اسے ابن مندہ نے محمد بن عبد اللہ بن حمدون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ابو محمد عبد اللہ بن الشرقی سے اور انہوں نے امام بخاری سے روایت کیا ہے۔<sup>2</sup>

## کتاب الکنی

ابو احمد الحاکم نے امام بخاری کی کتاب الکنی<sup>3</sup> کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب سے اپنی تصانیف میں کچھ چیزیں نقل کی ہیں۔ اس کا مقصد حدیث کے راویوں کی کنیتوں کی وضاحت ہے تاکہ راویوں کے نام اور کنیتیں خلط ملٹ نہ ہو جائیں۔<sup>4</sup>

## کتاب الفوائد

امام ترمذی نے اپنی جامع الترمذی کی ”کتاب المناقب“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔<sup>5</sup>

## الادب المفرد

یہ کتاب نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات پر روشنی ڈالتی ہے۔ احمد بن جلیل

1 حاشیہ سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 161۔ 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686۔

3 اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ المکتبۃ الأزہریہ میں سلسلہ نمبر 3518 کے تحت موجود ہے۔ یہ ہندوستان سے 1360ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ (الإمام البخاری محدثاً، ص: 274) 4 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686۔ 5 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686، و جامع الترمذی، حدیث: 3742۔

الباری نے اس کتاب کو امام بخاری سے روایت کیا ہے۔<sup>1</sup>

یہ اپنے موضوع کی انتہائی اہم اور مفید ترین کتاب ہے اور ہر مسلمان کے لیے بنیادی ضرورت کی چیز ہے۔ حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے اس کتاب میں احادیث پیش کرتے ہوئے صحت حدیث کا اہتمام اس طرح نہیں کیا جس طرح الجامع الصحيح میں کیا ہے۔ وہ اس کتاب میں اکثر روایات صحیح اور حسن درجے کی لائے ہیں، تاہم بعض روایات ضعیف بھی ہیں۔ اسناد کا علم رکھنے والے انھیں بخوبی پہچان سکتے ہیں۔ یہ کتاب ہندوستان میں 1250ھ میں طبع ہوئی۔ اس کا فارسی ترجمہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے کیا اور آگرہ سے طبع کرایا۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا عبدالغفار مرحوم نے ”سلیقہ“ کے عنوان سے آگرہ ہی سے طبع کرایا تھا۔ علاوہ ازیں علامہ ناصر الدین البانی نے اس کی تخریج بھی کی ہے اور تعلیقات بھی لکھی ہیں جو کہ دو جلدیں مطبوع ہے۔ پھر حسین بن عودہ القوایشہ کے قلم سے ”شرح صحیح الأدب المفرد“ کے نام سے مکتبہ اسلامیہ، عمان (اردن) سے تین جلدیں میں 1423ھ طبع ہو چکی ہے۔

### جزء رفع الیدین فی الصلاۃ

رفع الیدین کے موضوع پر یہ بڑی جامع کتاب ہے۔ یوں سمجھیے کہ یہ رفع الیدین کے متعلق احادیث کا خوب صورت مجموعہ ہے۔ عدم رفع الیدین کی روایات پر انتہائی مدلل انداز میں تنقید کی گئی ہے۔ امام بخاری سے محمود بن اسحاق الخزاعی نے یہ کتاب روایت کی ہے۔ محمود بن اسحاق امام صاحب کے آخری شاگردوں میں سے ہیں، وہ آپ سے بخارا شہر میں پڑھتے رہے۔<sup>2</sup> یہ کتاب ہندوستان اور پاکستان میں کئی مکتبوں کی

1 ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 162. 2 ہدی

الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 163.

طرف سے طبع ہو چکی ہے۔

بر آل الدین

یہ کتاب محمد بن دلویہ الوراق نے امام بخاری سے روایت کی۔<sup>۱</sup>

قضايا الصحابة والتابعین

یہ امام بخاری کی پہلی کتاب ہے جو انہوں نے اٹھارہ سال کی عمر میں تصنیف فرمائی۔ یہ تاریخ کبیر سے بھی پہلے کی تحریر ہے۔ اس کتاب اور اس کے مندرجات کے بارے میں مزید کوئی معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں، لیکن عنوان سے انتہائی قیمتی اور مفید کتاب معلوم ہوتی ہے۔<sup>۲</sup>

کتاب الرقاق

کشف الظنون کے مصنف نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ کتاب الرقاق امام بخاری کا مجموعہ احادیث ہے۔<sup>۳</sup> اس کی وجہ تالیف اور مندرجات کی نسبت مصنف نے کچھ نہیں بتایا۔

علامہ ابن ملقن نے اپنی شرح توضیح میں امام بخاری کی ایک اور کتاب کا ذکر کیا ہے۔ علامہ عینی، ابن ملقن کے اس قول کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابو سعد اسماعیل ابن الی القاسم البیشجی اپنی کتاب الجھر بالبسملہ میں امام بخاری کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے صحیح احادیث پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی جس

۱۔ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 163۔ ۲۔ سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 163، و تاریخ بغداد: 2/7. ۳۔ کشف الظنون: 2/278، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 163۔

میں ایک لاکھ احادیث منقول تھیں۔<sup>1</sup> اس کتاب کے بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

### الجامع الصغير في الحديث

کشف الظنون کے مصنف کا کہنا ہے کہ یہ کتاب عبد اللہ بن محمد الاشقر نے امام بخاری سے روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی یہی فرمایا ہے۔ الجامع الصغير امام بخاری کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو اس وقت موجود ہیں۔<sup>2</sup> حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کتاب کا ایک قائم نسخہ جنگ عظیم دوم تک جرمنی کے ایک کتب خانے میں موجود تھا۔<sup>3</sup>

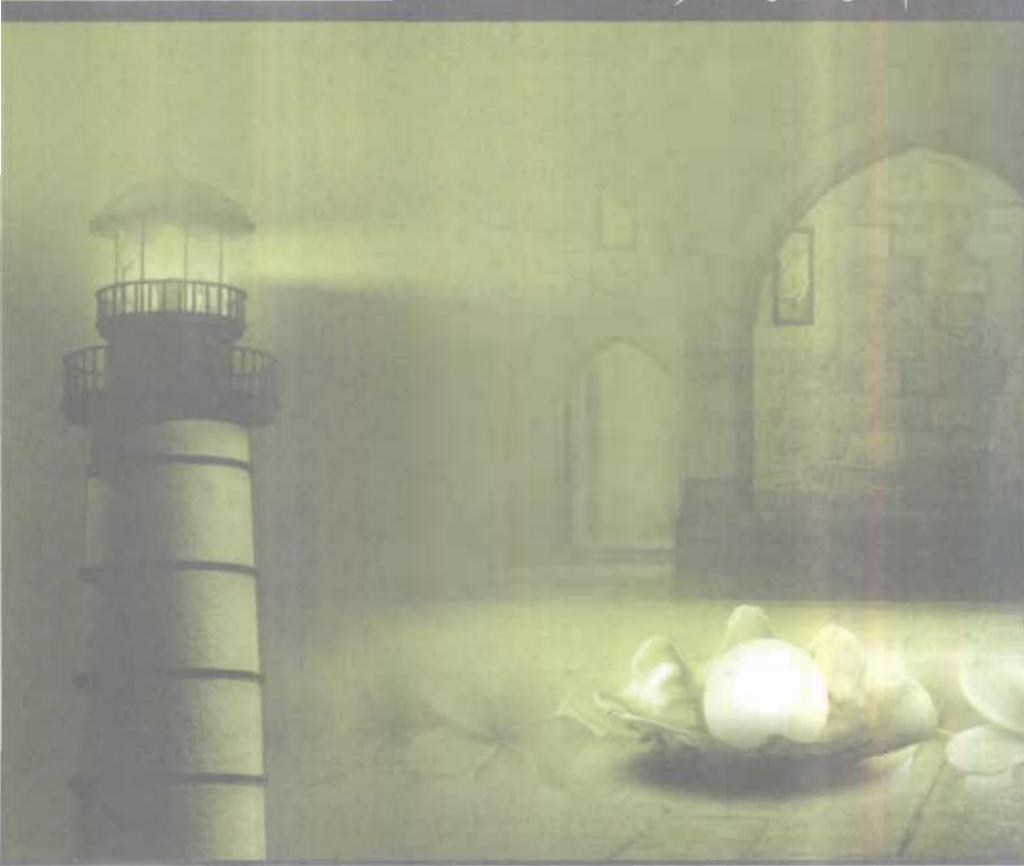
### جزء القراءة خلف الامام

امام بخاری کا یہ ایک مشہور کتاب پچھے ہے۔ اس میں فاتحہ خلف الامام کے ثبوت میں احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال اور عملی ثبوت جمع کیے گئے ہیں اور فاتحہ خلف الامام کے مخالفین کے دلائل کا رد پیش کیا گیا ہے۔<sup>4</sup> یہ کتاب پہلے ہندوستان میں چھپی، پھر المطبعہ الخیریہ قاہرہ سے شائع ہوئی۔

<sup>1</sup> عمدة القاري: 1/9، وسیرة البخاري از مبارک پوری، ص: 164۔ <sup>2</sup> کشف الظنون: 1/379، وسیرة البخاري از مبارک پوری، ص: 155۔ <sup>3</sup> سیرة البخاري از مبارک پوری (حاشیہ)، ص: 165۔ <sup>4</sup> هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686، وسیرة البخاري از مبارک پوری، ص: 165۔



## امام بخاری رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت



- اساتذہ کی طرف سے تعریفی کلمات
- امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اپنے رفقاء اور تلامذہ کے نزدیک
- امام بخاری رضی اللہ عنہ متاخرین کی نظر میں

## اساتذہ کی طرف سے تعریفی کلمات

کسی قابل ذکر شخصیت کے بارے میں اس کے معاصروں، ساتھیوں اور شاگردوں سے کہیں زیادہ اس کے استاذ کی رائے کو اصل اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ درحقیقت استاذ ہی کو شاگرد کی ذہانت، فہم و فراست، تعلیمی ذوق اور علم کے لیے جدوجہد کا علم ہوتا ہے۔ شاگرد کی فطری صلاحیتیں اور مطالعہ کتب کی لگن بھی استاذ کی نظر میں ہوتی ہے۔<sup>۱</sup> اسی خیال کے پیش نظر امام صاحب کے بارے میں ان کے اساتذہ کرام کے تاثرات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں، جنہیں امام کے لیے خراج تحسین سے تعبیر کرنا چاہیے۔

سلیمان بن حرب رض

ابو ایوب سلیمان بن حرب از دی بصری ماه صفر 140ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی رہائش مکہ مکرمہ میں تھی۔ اور وہ مکہ میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔ وہ حماد بن سلمہ، سلیمان بن مغیرہ اور شعبہ بن ججاج جیسے اہل علم سے روایت بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، اسحاق بن راہویہ اور محمد بن یحیی ذہلی

۱ سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 97.

جیسے فاضل حضرات نے ان سے فیض پایا۔ 224ھ کے ربع الثانی کے آخری ایام میں فوت ہوئے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے سلیمان بن حرب سے 127 احادیث روایت کی ہیں۔<sup>1</sup>

امام ابو حاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ بہت بڑے امام تھے۔ علم فقة اور علم رجال پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق بغداد میں ان کی مجلس میں حاضرین کی تعداد چالیس ہزار سے کم نہیں تھی۔<sup>2</sup>

آپ امام بخاری کے سب سے پہلے استاذ تھے۔ ایک دن انہوں نے امام بخاری کو دیکھا تو ان کے بارے میں فرمایا: ”ایک دن آئے گا جب دنیا میں اس نوجوان کا نام بڑا روشن ہوگا۔“<sup>3</sup>

خود امام بخاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں جب بھی اپنے استاذ سلیمان بن حرب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ مجھے حکم دیتے: ”ہمیں درس و تدریس کے سلسلے میں کمی کوتا ہی کے بارے میں بتا دیا کرو۔“ بھی فرماتے: ”ہمیں شعبہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو۔“<sup>4</sup> ایک استاذ کا اپنے شاگرد سے ایسی باتیں کہنا شاگرد کے وسیع علم کی بڑی قوی دلیل ہے۔ سلیمان بن حرب شعبہ سے براہ راست روایت کرتے ہیں، جبکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے شعبہ کو پایا ہی نہیں تھا۔

اسماعیل بن ابی اویس رضی اللہ عنہ

یہ ابو عبد اللہ اسماعیل بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن اویس بن مالک بن ابی عامر الأصبهی

1 تہذیب التہذیب: 158، و تہذیب الکمال: 8/24. 2. الجرح والتعديل: 4/108. 3 هدی

الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674، و سیر اعلام النبلاء: 12/420. 4 سیر اعلام النبلاء: 12/419.

و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674.

ہیں۔ آپ 139ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے بھائی ابو بکر عبد الحمید بن ابی اویس، اپنے باپ ابو اویس عبد اللہ بن عبد اللہ المدنی اور اپنے ماموں امام مالک بن انس الجمحی کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم جیسے بڑے بڑے محدثین کے استاذ ہیں۔ رب جب 227ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے یہ بات خود سنی کہ جب میں نے اپنے استاذ اسماعیل بن ابی اویس کی کتاب سے اپنے لیے کچھ احادیث کا انتخاب کیا تو میری منتخب کردہ احادیث کو انہوں نے بھی اپنے لیے الگ سے نقل کر لیا اور فخر یہ انداز میں فرمایا: ”یہ احادیث میرے شاگرد محمد بن اسماعیل نے میری کتاب سے منتخب کی ہیں۔“<sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم مزید کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: ”ایک دن حدیث پڑھنے والے طلبہ نے باہم مل کر مجھ سے کہا کہ میں استاذ اسماعیل بن ابی اویس سے بات کروں کہ وہ سبق پڑھانے کے لیے مزید وقت دیا کریں۔ میں نے استاذ صاحب سے یہ درخواست کی تو انہوں نے اپنی خادمہ کو دیناروں کی تھیلی لانے کا حکم دیا۔ وہ تھیلی لے آئی تو استاذ اسماعیل نے مجھے حکم دیا: ”یہ دینار طلبہ میں تقسیم کر دو۔“ میں نے عرض کیا: عالی جاہ! وہ تو حدیث پڑھنے کے لیے مزید وقت کا تقاضا کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا: ”میں تمہارے مطالبے کے مطابق آیندہ پہلے سے زیادہ وقت دیا کروں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ دینار بھی ان تک پہنچ جائیں تاکہ ان پر تمہارا مرتبہ واضح ہو جائے۔“<sup>3</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 10/391، وتهذیب الكمال: 2/186. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری،

ص: 674، وسیر أعلام النبلاء: 12/414. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/419، وهدی الساری مقدمة

فتح الباری، ص: 674.

امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے استاذ اسماعیل بن ابی اویس نے مجھے یہ بھی حکم دیا کہ ”میری تمام کتابیں دیکھ لو (صحیح اور ضعیف احادیث پر الگ الگ نشان لگا دو)، میں ہمیشہ تمہارا احسان مندر ہوں گا۔“ مزید فرمایا: ”میرا مملوکہ سارا مال تم لے لینا۔“<sup>1</sup> محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن عبد اللہ بن ثابت الشاشی کو کہتے ہوئے سنا کہ امام اسماعیل بن ابی اویس نے فرمایا کہ مجھ سے محمد بن اسماعیل نے جتنا علم حاصل کیا ہے اتنا کسی اور نے حاصل نہیں کیا۔ ایک دن محمد بن اسماعیل نے میری کتابیں دیکھیں۔ وہ بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ وہ کہنے لگے: آپ اجازت دیں تو میں انھیں نئے سرے سے لکھ دوں؟ میں نے کہا: بڑے شوق سے! پھر انہوں نے میری کتابوں سے ساری ضعیف احادیث چھانٹ کر نکال دیں۔<sup>2</sup>

### ابومصعب احمد بن ابو بکر زہری رضی اللہ عنہ

ابومصعب احمد بن ابو بکر قاسم بن حارث بن زرارہ بن مصعب بن عبد الرحمن بن عوف قرشی زہری مدینی 150ھ کے آس پاس پیدا ہوئے۔ آپ امام مالک، ابراہیم بن سعد زہری اور یوسف بن یعقوب المباحثون کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی کے علاوہ محدثین کی بہت بڑی جماعت کے استاذ ہیں۔ امام بخاری کے بھی استاذ ہیں۔ ماہ رمضان 242ھ میں فوت ہوئے۔ مامون الرشید نے انھیں مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ امام ذہبی کا قول ہے:

”آپ احکام و سنن میں امام کی حیثیت رکھتے تھے۔“ زیر بن بکار کہتے ہیں: ”ابومصعب ممتاز فقیہ ہیں۔“

1. هدی السازی مقدمة فتح الباری، ص: 674، وسیر أعلام النبلاء: 12/419. 2. سیر أعلام النبلاء: 12/430.

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں: ابو مصعب احمد بن ابوکبر زہری نے مجھ سے فرمایا: ہمارے نزدیک احمد بن حنبل کے مقابلے میں محمد بن اسماعیل حدیث کو زیادہ سمجھنے والے اور بڑے فقیہ ہیں۔ اس پر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا اور کہا: آپ حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں ابو مصعب نے فرمایا: اگر تم نے امام مالک سے ملاقات کی ہوتی اور امام مالک اور امام بخاری کے چہروں کو دیکھا ہوتا تو تم بھی یہی کہتے کہ ہاں! یہ دونوں حدیث اور فقہ میں یک سال درجہ رکھتے ہیں۔<sup>1</sup>

### عبداللہ (عبدان) بن عثمان مروزی رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ ابن ابی رواہ میمون الازدی العتکی مروزی 140ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ان کا لقب عبدان تھا۔ امام شعبہ بن حجاج، امام عبد اللہ بن مبارک، امام مالک بن انس اور یزید بن زریع بیشتر وغیرہ کے شاگرد ہیں، امام بخاری، احمد بن سیار مروزی اور محمد بن یحیی ذہبی وغیرہ کے استاذ ہیں۔

احمد بن عبدہ آمُلی کہتے ہیں کہ عبدان بن عثمان نے اپنی زندگی میں دس لاکھ درہم مالیت کا صدقہ کیا تھا۔ مزید برآں انھوں نے ایک ہی قلم سے عبد اللہ بن مبارک کی تمام کتب لکھ ڈالی تھیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو سفر کرنا ہے تو جگ کے لیے کرے ورنہ علم حدیث کے لیے خراسان کی طرف سفر کر کے عبدان کے پاس چلا جائے۔ آپ 76 برس کی عمر میں شعبان 221ھ میں فوت ہوئے۔<sup>2</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/420، و هدیي الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674، و تهذیب الكمال: 1/119، و تذكرة الحفاظ: 2/52. 2 تهذیب الكمال: 10/322، و تقریب التهذیب: 432/4، و سیر أعلام النبلاء: 10/270.

عبدال بن عثمان مروزی نے ایک دن امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:  
”میں نے ان سے زیادہ صاحب بصیرت کوئی

نوجوان نہیں دیکھا۔“<sup>1</sup>

محمد بن قتیبہ بخاری رض

حافظ ابن حجر رض نے ان کے قول کو امام بخاری کے شیوخ کے اقوال میں جگہ دی ہے، جبکہ امام مزی نے انھیں امام بخاری سے روایت کرنے والے حضرات میں شمار کیا ہے۔ بہر حال وہ عمر میں امام بخاری سے بڑے تھے۔<sup>2</sup>

محمد بن قتیبہ بخاری کہتے ہیں: میں ایک دن ابو عاصم النبیل کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ وہاں ایک لڑکے کو دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ”بخارا سے۔“ میں نے دوبارہ پوچھا: ”کس کے بیٹے ہو؟“ کہنے لگا: ”میں اسماعیل کا بیٹا ہوں۔“ میں نے کہا تم تو میرے رشتے دار ہو۔ اسی مجلس میں ایک اور شخص بیٹھا تھا۔ اس نے کہا: ”یہ لڑکا شیوخ کا مقابلہ کرتا ہے۔“<sup>3</sup>

امام قتیبہ بن سعید رض

شیخ الاسلام، ابو رجا، قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف بن عبد اللہ رض، بلخی بغلانی 150ھ میں پیدا ہوئے۔ بلخ کے مضافات میں ”بغلان“ نامی بستی کے رہنے والے تھے۔ بعض کے نزدیک ان کے ثقفی کھلانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کا دادا جمیل، ججاج بن

1 سیر أعلام النبلاء: 12/419، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674. 2 تہذیب

الکمال: 24/435، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674. کوشش کے باوجود حالات

زندگی نہیں مل سکے۔ 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674.

یوسف شققی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ آپ امام عبد اللہ بن مبارک، امام مالک اور سفیان بن عیینہ بیہقی کے شاگرد ہیں، جبکہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام ترمذی اور امام نسائی جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں۔ امام حمید اور امام احمد کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ بلند مرتبہ امام ہیں۔ شعبان 240ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

امام قتیبہ بن سعید شققی کہتے ہیں:

”میں ایک عرصے تک فقیہوں، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی مجلسوں میں شریک رہا۔ مجھے محمد بن اسماعیل جیسا جامع کمالات کوئی اور نظر نہیں آیا۔ امام بخاری کا (فہم و فرست میں) وہی درجہ تھا جو درجہ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اگر امام بخاری صحابہ کے دور میں ہوتے تو یقیناً اللہ کی ایک نشانی ہوتے۔“<sup>2</sup>

امام قتیبہ بن سعید فرمایا کرتے تھے کہ خراسان نے صرف چار بڑے آدمی پیدا کیے ہیں اور وہ ہیں: ”محمد بن اسماعیل بخاری، عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، زکریا بن میجہ لولوی اور حسن بن شجاع۔“<sup>3</sup>

امام قتیبہ نے مزید فرمایا: مشرق و مغرب سے سفر کر کے لوگ میرے پاس حدیث

1 تهذیب الکمال: 15/236، وسیر اعلام النبلا: 11/13. 2 سیر اعلام النبلا: 12/431.

وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674. 3 تاریخ بغداد: 2/26، وسیر اعلام النبلا:

پڑھنے آئے لیکن میں نے محمد بن اسماعیل جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔  
 مہیار کہتے ہیں: امام قتبیہ نے واقعی درست کہا کیونکہ میں نے امام قتبیہ کو امام یحییٰ  
 بن معین کے ساتھ امام بخاری کے ہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ  
 یحییٰ بن معین تو علم حدیث میں امام بخاری ہی کے فیض یافتہ ہیں۔<sup>1</sup>

ایک دن امام قتبیہ بن سعید ثقفی سے مسئلہ پوچھا گیا کہ حالتِ نشہ میں اگر کوئی شخص  
 اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اتفاق سے اسی وقت امام  
 بخاری بھی وہاں تشریف لے آئے۔ امام قتبیہ نے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے  
 سائل کو مخاطب کیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ  
 اور امام علی بن مدینی کو (امام بخاری کی شکل میں) تھمارے پاس بیحیج دیا ہے۔ اب انھی  
 سے مسئلہ دریافت کرلو۔“ اس سلسلے میں امام بخاری کا موقف یہ تھا کہ طلاق دینے والا  
 اگر مغلوب اعقل ہو اور اسے حالتِ نشہ میں پیش آنے والے معاملات اس حالت سے  
 نکلنے کے بعد یاد نہ ہوں تو ایسے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔<sup>2</sup>

### امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ)

ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن اورلیس بن عبد اللہ ذہلی شبیانی  
 مرزوکی کی ماں حمل میں مر و شہر سے بھرت کر کے بغداد چل گئی تھیں۔ وہیں امام احمد  
 ربیع الاول 164ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم جوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے،  
 لہذا آپ کی تعلیم و تربیت کا سارا اہتمام آپ کی والدہ محترمہ نے کیا تھا۔

1 سیر اعلام النبلاء، 12/429، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 675۔ 2 سیر اعلام

النبلاء، 12/418، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 675, 674۔

آپ کی والدہ محترمہ نے بغدادی کو اپنا مستقل مسکن بنالیا اور پوری زندگی وہیں بسر کی۔ 179ھ میں احمد بن حنبل نے حدیث کا علم حاصل کرنا شروع کیا۔ اسی سال امام مالک اور حماد بن زید تھیں فوت ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی۔ امام احمد بن حنبل نے سفیان بن عینہ اور یحییٰ القطان وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت کو علم حدیث پڑھایا۔ یہ امام بخاری کے وہ استاذ ہیں جنہوں نے علم حدیث کے لیے بے حد قربانیاں دیں۔ آپ اجل ائمہ اسلام میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی وفات کے موقع پر بیک ہزار یہودی، عیسائی اور مجوہی مسلمان ہوئے۔ آپ کے جنازے میں تقریباً اڑھائی لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ آپ جماعت المبارک کے روز 12 ربیع الاول 241ھ کو بغداد میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔<sup>1</sup>

امام بخاری کے استاذ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ارض خراسان نے امام بخاری جیسا کوئی دوسرا شخص پیدا نہیں کیا۔<sup>2</sup> ایک دفعہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے ان سے پوچھا: حافظ حدیث کون کون ہیں؟ فرمایا: خراسان کے نوجوان، پھر سب سے پہلے امام بخاری کا نام لیا۔

یعقوب بن ابراہیم الدورقی رحمۃ اللہ علیہ

ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن کثیر العبدی، القیسی، الدورقی 166ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں ”المسند“ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ آپ نے سفیان بن عینہ،

1 مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: سیر أعلام النبلاء: 11/177، و تهذیب الأسماء واللغات: 1/122، وطبقات السبکی: 2/27. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/421، وهدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص: 675، وسیرۃ البخاری ازمبارک پوری، ص: 110.

ابو عاصم ضحاک بن مخلد اور کعیج بن جراح وغیرہ سے سماع کیا اور امام ابو زرعة عبد اللہ بن عبد الکریم رازی، امام ابو حاتم محمد بن ادریس رازی، محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور امام ابو عبد اللہ محمد بن اسما علیل بخاری جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں۔ آپ 252ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

امام بخاری کے شیخ یعقوب بن ابراہیم الدورقی اور نعیم بن حماد خزانی کا کہنا ہے: ”اس امت کے فقیہ محمد بن اسما علیل بخاری ہیں۔“<sup>2</sup>

محمد بن بشار (بُنْدَار) بْنُ الدَّارِ

امام ابو بکر محمد بن بشار بن عثمان بن داود بن کیسان، العبدی البصری، بُنْدَار کے لقب سے معروف تھے۔ بصرہ میں 167ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے یزید بن زریع، امام دکیع اور یحییٰ بن سعید وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری سمیت کتب ستہ کے مؤلفین، امام ابو زرعة، امام ابو حاتم، امام ابن خزیمہ اور امام بغوی وغیرہ کو علم حدیث پڑھایا۔ رب جنور 252ھ میں فوت ہوئے۔<sup>3</sup> امام بخاری نے ان سے 205 احادیث روایت کی ہیں۔<sup>4</sup>

محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ جب میں بصرہ پہنچا تو امام بُنْدَار کی مجلس میں گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ”کہاں سے آئے؟“ میں نے جواب دیا: ”خراسان سے۔“ فرمایا: ”خراسان کے کس علاقے سے؟“ میں نے جواب دیا: ”بخارا شہر سے آیا ہوں۔“ آپ نے فرمایا: ”محمد بن اسما علیل کو جانتے ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”میں ان کا رشتہ دار

1 تہذیب الکمال: 20/417، 418. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/404 و هدی الساری مقدمة

فتح الباری: 675، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 110. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/144، والتاريخ

الکبیر: 1/49. 4 تہذیب التہذیب: 9/63.

ہوں۔“ امام بخاری سے اس تعلق کی بنا پر امام بندار میری بہت قدر کرتے تھے۔ ”<sup>1</sup>

محمد بن بشار (بندار) کا قول ہے:

” امام بخاری ہمارے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔ ”<sup>2</sup>

آپ نے یہ بھی فرمایا: ” بصرہ میں ہمارے بھائی محمد بن اسماعیل سے زیادہ حدیث کا علم رکھنے والا کوئی نہیں آیا۔ ” کچھ مدت قیام کے بعد جب آپ بصرہ سے روانہ ہونے لگے تو امام محمد بن بشار نے آپ کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ” اگر آج کے بعد دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی تو روزِ محشر ضرور ہوگی۔ ”<sup>3</sup>

خود امام بخاری نے بصرہ میں اپنی آمد کا واقعہ بتاتے ہوئے فرمایا: ” میں بصرہ پہنچا تو امام بندار کی درس گاہ میں گیا۔ امام بندار نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا: ” بیٹا! کہاں کے رہنے والے ہو؟ ” میں نے جواب دیا: ” بخارا سے تعلق رکھتا ہوں۔ ” امام بندار نے دوبارہ پوچھا: ” ابو عبد اللہ (محمد بن اسماعیل بخاری) کیسے ہیں؟ ” میں خاموش رہا تو وہاں موجود لوگوں نے کہا: ” عالی جاہ! اللہ آپ کو خوش رکھے! یہی ابو عبد اللہ ہیں۔ ” یہ سنتہ ہی امام بندار کھڑے ہو گئے۔ میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھ سے گرم جوشی سے بغلگیر ہوئے، پھر فرمایا: ” میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جس کا میں برسوں سے فخر یہ انداز میں نام لے رہا ہوں۔ ”<sup>4</sup>

محمد بن بشار نے یہ بھی فرمایا: ہمارے دور میں حفاظِ حدیث چار ہیں: ① رے میں ابو زرعہ ② سمرقند میں امام دارمی ③ بخارا میں محمد بن اسماعیل ④ نیشاپور میں امام مسلم۔<sup>5</sup>

حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں: میں بصرہ میں تھا۔ ایک دن خبر سنی کہ امام بخاری

1 سیر أعلام النبلاء: 12/422، و تاریخ بغداد: 2/18. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/429، و هدی

الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/423. 4 تاریخ بغداد: 2/17،

و سیر أعلام النبلاء: 12/423، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675. 5 تاریخ بغداد:

2/423، و سیر أعلام النبلاء: 12/423، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675.

تشریف لارہے ہیں۔ جب آپ بصرہ پہنچ گئے تو امام بندار نے فرمایا:

”آج فقہاء کے سردار تشریف لائے ہیں۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابراہیم بوشی کہتے ہیں کہ میں نے 228ھ میں محمد بن بشار کو فرماتے ہوئے سنایا: ”محمد بن اسماعیل جیسا طالب علم ہمارے ہاں کوئی نہیں آیا۔“<sup>2</sup>

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ایک دن محمد بن بشار نے مجھ سے کہا:

”میں اس وقت تک کپڑے نہیں بدلوں گا جب تک آپ میرے پاس پلٹ کرنہ آئیں اور میری احادیث کو ایک نظر دیکھ نہ لیں کیونکہ مجھے اندریشہ ہے کہ میری احادیث میں کوئی ایسی چیز ہے جو میری ساری کوشش کو غیر معتبر کر دے گی۔ آپ واپس آئیں میری احادیث دیکھ لیں تو مجھے خوشی بھی ہوگی اور میری پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔“<sup>3</sup>

### عبداللہ بن یوسف التّنیسی رضی اللہ عنہ

ابو محمد عبد اللہ بن یوسف التّنیسی، الکلامی مصري کا آبائی طن مشرق تھا۔ وہاں سے بھرت کر کے تینیں (مصر) میں آباد ہوئے۔ امام مالک بن انس، لیث بن سعد اور اسماعیل بن ربیعہ وغیرہ کے شاگرد ہیں اور امام بخاری، محمد بن یحیٰ ذہبی اور امام ابو حاتم محمد بن ادریس وغیرہ کے استاذ ہیں۔ 218ھ میں فوت ہوئے۔<sup>4</sup>

امام عبد اللہ بن یوسف التّنیسی نے امام بخاری سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”میری کتابوں کو ایک نظر دیکھ لو اور ان میں کوئی غلطی یا کمی کوتا ہی ہو تو مجھے بتا دو۔“ آپ نے انھیں ہاں میں جواب دیا اور کہا: ”میں یہ کام کر دوں گا۔“<sup>5</sup>

1 تاریخ بغداد: 2/16، و تهذیب الکمال: 16/95، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675،

و سیر أعلام النبلاء: 12/422. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/421، 3 سیر أعلام النبلاء: 12/422.

4 سیر أعلام النبلاء: 10/357، و تهذیب الکمال: 10/652. 5 هدی الساری مقدمة فتح الباری،

ص: 675، و سیرة البخاری از مبارک پوری، ص: 103، و سیر أعلام النبلاء: 12/419.

## امام حمیدی چلت

ابو بکر عبد اللہ بن زیبر بن عیسیٰ بن عبید اللہ بن اسامة بن عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبد العزیز القرشی الاسدی الحمیدی الہکی۔ آپ سفیان بن عینہ، امام وکیع، ابراہیم بن سعد اور بعض دیگر محدثین سے روایت کرتے ہیں اور امام بخاری، محمد بن یحیٰ ذہبی اور ابو زرعد رازی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ المسند للحمیدی انھی کی تصنیف ہے۔ آپ نے امام سفیان بن عینہ سے دس ہزار احادیث زبانی یاد کیں۔ مکہ مکرمہ میں 219ھ یا 220ھ میں سموار کے دن ظہر کے وقت فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

امام بخاری فرماتے ہیں: ”میں 18 برس کا تھا جب میں نے پہلا حج کیا۔ اس دوران میں امام حمیدی کے پاس گیا۔ اس وقت امام حمیدی کی ایک شخص سے کسی حدیث کے سلسلے میں بحث ہو رہی تھی۔ امام حمیدی نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ”لو! وہ آگیا جو ہمارا مسئلہ حل کر دے گا۔“ چنانچہ دونوں نے اپنا اپنا موقف بیان کیا۔ امام حمیدی کا موقف صحیح تھا، اس لیے میں نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔“<sup>2</sup>

## محمد بن سلام یکنندی چلت

ابو عبد اللہ محمد بن سلام بن فرج اسلامی البیکنندی ماوراء النہر کے بہت بڑے محدث تھے۔ یحیٰ بن جعفر کے بقول محمد بن سلام اس سال پیدا ہوئے جس سال امام سفیان ثوری چلت فوت ہوئے۔ (وہ 161ھ میں فوت ہوئے تھے) آپ امام مالک بن انس، امام عبد اللہ بن مبارک اور ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری کے شاگرد ہیں، جبکہ امام بخاری،

<sup>1</sup> سیر اعلام النبلا: 10/616. <sup>2</sup> سیر اعلام النبلا: 12/401، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری،

امام عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی اور اپنے بیٹے ابراہیم بن محمد بن سلام کے استاذ ہیں۔ محمد بن سلام خود فرماتے ہیں کہ میں نے تقریباً چالیس ہزار درہم طلب علم پر اور اتنی ہی رقم اس حاصل شدہ علم کو پھیلانے پر خرچ کی ہے۔ آپ نے علم حدیث کے لیے بہت سفر کیے اور اس علم کے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ محمد بن سلام صفر 227ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

سلیم بن مجاهد کا بیان ہے کہ میں ایک دن محمد بن سلام بیکنڈی کے پاس گیا تو وہ فرمائے گے: اگر آپ را پہلے آجاتے تو ایک ایسے بچے کو دیکھ لیتے جو 70 ہزار احادیث حفظ کر چکا ہے۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں اس ہونہار بچے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ بالآخر ایک جگہ اس سے میری ملاقات ہو گئی۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا: ہاں! واقعی مجھے 70 ہزار بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ احادیث یاد ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ میں صحابہ و تابعین کرام سے مردی جتنی بھی احادیث سناؤں گا ان کے ساتھ میں اکثر راویوں کے بارے میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں کہاں پیدا ہوئے، کہاں کہاں مقیم رہے اور ان کی وفات کب ہوئی۔

آپ نے یہ بھی فرمایا: ”میں صحابہ و تابعین سے جو بھی حدیث روایت کرتا ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول (علیہ السلام) سے اس کی بنیاد میرے پاس ضرور موجود ہوتی ہے۔<sup>2</sup>

امام بخاری کہتے ہیں کہ امام محمد بن سلام نے مجھے حکم دیا: ”میری کتابوں کو دیکھ لوا۔ ان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس پر نشان لگا دو۔“ امام محمد بن سلام کے ایک ساتھی نے پوچھا: ”یہ نوجوان کون ہے؟“ انھوں نے جواب دیا: ”یہ وہ شخص ہے جس کی مثال نہیں

1. مأخذ از تهذیب الکمال: 16/342-344، و تهذیب التهذیب: 9/188. 2. سیر اعلام النبلاء:

417/12، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 507، و تاریخ بغداد: 2/24.

ملتی۔" امام محمد بن سلام یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

"یہ نوجوان جب بھی میرے پاس آتا ہے، میں حیرت میں ڈوب جاتا ہوں، مجھے اندیشہ رہتا ہے، مبادا مجھ سے کہیں کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔" <sup>1</sup>

اسحاق بن راہو یہ ﷺ

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم خطیب مروزی وہ محدث تھے جو ابن راہو یہ کے نام سے مشہور تھے۔ 161ھ میں پیدا ہوئے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ حدیث، فقہ اور دیگر علوم کے ماہر اور حافظ تھے۔ اپنائی پر ہیزگار تھے۔ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے 23 سال کی عمر میں 184ھ میں عراق کا سفر کیا۔ پھر حجاز، یمن اور شام کے مختلف شہروں کا دورہ کیا اور واپس خراسان پہنچ کر نیشاپور کو جائے سکونت بنالیا۔ سفیان بن عیینہ، سلیمان بن حرب، عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام ترمذی، امام نسائی، محمد بن یحییٰ ذہلی اور دیگر بہت سے محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ علاقے کے گورنر عبد اللہ بن طاہر نے ان سے پوچھا کہ آپ کو ابن راہو یہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ کو اس طرح پکارا جائے تو آپ ناپسند تو نہیں کرتے؟ امام اسحاق بن راہو یہ نے جواب دیا: "میرا باپ اثنائے راہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس مناسبت سے گاؤں کے لوگوں نے اسے راہو یہ کہنا شروع کر دیا۔ میرا باپ اس طرز تخطاطب کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن میں ایسا نہیں کرتا۔" آپ کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سن لیتے وہ فوراً یاد ہو جاتی تھی۔ اسے دہرانے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آتی تھی۔ ایک لاکھ سے زائد احادیث کے حافظ تھے۔

1 سیر أعلام النبلاء: 12/417، و طبقات السبکی: 2/222، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675.

امام احمد بن خبیل رض انھیں امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب ابن راہویہ کوئی حدیث بیان کر دیں تو خاموش ہو جایا کرو۔ وہ 14 شعبان کو رات کے وقت 238ھ میں بھر 77 سال اپنے خالق حقیقی سے جا لے۔<sup>1</sup>

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں: ایک دفعہ میں نے امام اسحاق بن راہویہ کو امام بخاری کے ساتھ چار پائی پر بیٹھے دیکھا۔ امام اسحاق نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: حدثنا عبدالرزاق اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ اس دوران میں ان سے ایک غلطی سرزد ہوئی۔ امام بخاری نے انھیں ٹوکا اور غلطی کی تصحیح فرمائی۔ امام اسحاق نے امام بخاری کی بات کو درست مان کر اسے قبول کر لیا۔<sup>2</sup>

حاشد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ امام اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ عمرو بن زرارہ بھی وہاں موجود تھے۔ عمرو بن زرارہ امام بخاری سے احادیث سن کر آگے الماکرا ہے تھے۔ دیگر محدثین ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ اس دوران میں امام اسحاق نے فرمایا: ”محمد بن اسماعیل بخاری مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔“

امام بخاری ان دنوں نوجوان تھے۔<sup>3</sup>

حاشد بن اسماعیل: حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: ”حاشد بن اسماعیل بن عیسیٰ بخاری، شاش (تاشقند) کے بہت بڑے محدث اور حافظ تھے۔ اپنے دور کے امام کبیر تھے۔ انہوں نے طلب علم کے لیے بہت سفر کیے۔ عبد اللہ بن موسیٰ اور وہب بن جریر وغیرہ ان کے استاذ تھے، جبکہ محمد بن یوسف فربی، بکر بن منیر اور محمد بن اسحاق سرقندی وغیرہ ان کے مائیہ ناز شاگرد تھے۔ آپ 261ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ: 2/ 110)

1 تہذیب الکمال: 2/ 19-10. 2 تاریخ بغداد: 2/ 27، و سیر اعلام النبلاء: 12/ 428، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/ 429، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677.

حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق بن راہویہ کو یہ کہتے ہوئے سنائے:

”اس نوجوان (محمد بن اسماعیل بخاری) سے احادیث لکھ لیا کرو۔ اگر یہ امام حسن بصری کے دور میں ہوتے تو لوگ ان کے علم حدیث اور تفہیم فی الدین کے سبب ان کے محتاج ہوتے۔“<sup>1</sup>

مقدمہ فتح الباری میں بھی امام اسحاق کا ایک قول منقول ہے جس کا مفہوم یہ ہے: ”اس نوجوان (محمد بن اسماعیل بخاری) سے احادیث لکھ لیا کرو کیونکہ اگر یہ امام حسن بصری کے دور میں ہوتے تو حسن بصری بھی اس نوجوان کے علم حدیث میں

امام حسن بصری: شیخ الاسلام ابوسعید حسن بن ابوالحسن ییار، البصری، زید بن ثابت، جابر بن عبد اللہ یا جبیل بن قطبہ بن عامر شیخ اللہ میں سے کسی ایک کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی ماں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ پیغمبر کی آزاد کردہ لوگوں تھیں۔ ان کی پیدائش اس وقت ہوئی تھی جب حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت کے دو سال ابھی باقی تھے۔ وادی قری (مدینہ اور توبک کے درمیان بینتی) میں نشوونما پائی اور جوان ہوئے۔ حضرت علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبد اللہ اور عائشہ شیخ اللہ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے تھے لیکن ان سے سامع ثابت نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام سے ان کا سامع ثابت ہے۔ جبیل القدر کبار تابعین میں سے تھے۔ ابن کعب، انس بن مالک، جابر بن عبد اللہ الانصاری، جذب بن عبد اللہ بھلی، زیبر بن عوام، مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابو ہریرہ شیخ اللہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ سماک بن حرب، ابیان بن صالح اور جریر بن حازم وغیرہ جیسے جلیل القدر تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ سیدنا امیر معاویہ بن ابی ذئب کے دور میں گورنر خراسان کے سیکرٹری رہے ہیں۔ 88 سال کی عمر میں رجب 110ھ میں اموی خلیفہ ہشام کے دور میں فوت ہوئے۔ (تہذیب الکمال: 4/297-317 و تذکرۃ الحفاظ: 1/57)

1 سیر أعلام النبلاء: 12/421.

رسوخ اور فقه میں مہارت کے باعث اسی کے محتاج ہوتے۔<sup>1</sup>

امام بخاری بنیت فرماتے ہیں کہ جب میں التاریخ الکبیر لکھ کر فارغ ہوا تو امام اسحاق بن راہویہ یہ کتاب عبداللہ بن طاہر الامیر کے پاس لے گئے اور فخریہ انداز میں ان سے کہا: ”کیا میں آپ کو ایک جادو نہ دکھاؤں۔“<sup>2</sup>

امام بخاری مزید فرماتے ہیں کہ میں امام اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھا تھا۔ اس دوران میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو بھول کر طلاق دے دے تو کیا حکم ہے؟ امام اسحاق بن راہویہ اس مسئلے پر خاموش بیٹھے دیر تک سوچتے رہے۔ میں نے ان کی اجازت سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی پیش کیا:

”اللہ تعالیٰ دلوں میں اٹھنے والے وسوسوں اور خیالات پر میری امت کا اس وقت تک مواخذہ نہیں کرے گا جب تک کوئی فرد ان وسوسوں اور خیالات کے مطابق گفتگونہ کرے یا ان پر عمل پیرانہ ہو جائے۔“

حدیث سنانے کے بعد میں نے کہا: نبی ﷺ کے اس فرمان کا مفہا میہ ہے کہ تین میں سے دو امور جمع ہوں تو عمل بنے گا، یعنی عمل اور دل یا کلام اور دل۔ اس اصول کی بنیاد پر مذکورہ شخص نے طلاق دینے کا چونکہ دل سے ارادہ نہیں کیا تھا، لہذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔ یہ سن کر امام اسحاق نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی تقویت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بھی تقویت بخشنے۔ پھر امام اسحاق نے مذکورہ حدیث کے مطابق

1۔ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676، 2۔ تاریخ بغداد: 7/2، و سیر أعلام النبلاء:

403، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676، و تهذیب الکمال: 16/90.

فتویٰ جاری فرمادیا۔<sup>1</sup>

امام ابو بکر مدینی کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ امام اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ امام بخاری بھی وہاں موجود تھے۔ امام اسحاق نے ایک حدیث کی سند بیان فرمائی۔ سند میں صحابی کے نام سے پہلے ایک نام یہ تھا: عطاء الکیخا رانی۔ امام اسحاق نے امام بخاری سے پوچھا کہ یہ کیخاران کیا ہے؟ امام بخاری نے جواب دیا کہ یہ یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ حضرت امیر معاویہ رض نے ایک صحابی کو کسی کام سے یمن بھیجا۔ جب اس صحابی کا گزر کیخاران گاؤں سے ہوا تو وہاں کے عطاء نامی ایک شخص نے اس صحابی سے یہ دو حدیثیں سنی تھیں۔ امام اسحاق نے امام بخاری کو مخاطب کر کے فرمایا:

<sup>2</sup> ”ابو عبد اللہ! یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ اس وقت وہاں موجود تھے۔“

امام علی بن مدینی رض

شیخ الاسلام، امیر المؤمنین فی الحديث ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح سعدی بصری، ابن مدینی کے نام سے معروف ہیں۔ 162ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔

امام ابو بکر المدینی: محمد بن عبد اللہ بن فیض المدینی نیشاپوری۔ امام حاکم نے آپ کو اسحاق بن راہویہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ (ویکھیے: تعلیق دکتور بشار عواد بر تہذیب الکمال: 2/377)۔

الأسامی والکنی میں ان کی کنیت ابو احمد بیان کی گئی ہے۔ (ویکھیے: 2/206، ترجمہ: 654)

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676، و سیر أعلام النبلاء: 12/414۔ اس واقعے میں درج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم کے فرمان کے لیے ملاحظہ کیجیے: صحیح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق.....، حدیث: 5269، و صحیح مسلم، الإیمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب إذا لم تستقر، حدیث: 127، تاریخ بغداد: 2/8، و سیر أعلام النبلاء: 12/415، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676۔

سفیان بن عینہ، یحییٰ بن سعید قطان اور حماد بن زید وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو داود، ابو حاتم محمد بن ادریس رازی، محمد بن یحییٰ ذہلی اور سفیان بن عینہ نے آپ کے فیض یافتگان میں سے ہیں۔ امام سفیان بن عینہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا: ”علی بن مدینی کی محبت کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتے ہو! اللہ کی قسم! جتنا وہ مجھ سے سیکھتا ہے، اس سے کئی گنا زیادہ خود میں اس سے سیکھتا ہوں۔“ امام علی بن مدینی 200 سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ پیر کے روز 28 ذوالقعدہ 234ھ کو سامراء شہر میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

فتح بن نوح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام علی بن مدینی کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے دائیں جانب امام بخاری تشریف فرمائیں۔ امام علی بن مدینی جب بھی کوئی حدیث بیان کرتے امام بخاری سے مرعوب ہو کر ان کی طرف دیکھتے (کہ کہیں میں کوئی غلطی تو نہیں کر رہا۔)<sup>2</sup>

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے خود کو کبھی کسی کے سامنے اتنا کم حیثیت محسوس نہیں کیا جتنا امام علی بن مدینی کے سامنے محسوس کرتا ہوں، پھر بھی میں کبھی کبھار امام علی بن مدینی کو ایسی احادیث سنادیا کرتا تھا جو انھیں معلوم نہ ہوتی تھیں۔ جب یہ بات امام علی بن مدینی کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: ”محمد بن اسماعیل بخاری کے قول کو چھوڑو، انھوں نے تو خود بھی اپنے جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔“<sup>3</sup>

امام بخاری نے مزید فرمایا کہ امام علی بن مدینی مجھ سے خراسان کے علماء کے متعلق

1. تہذیب الکمال: 13/327، وسیر أعلام النبلاء: 11/41. 2. هدی الساری مقدمة فتح الباری،

ص: 676. 3. تہذیب الکمال: 16/97، وسیر أعلام النبلاء: 12/420، و هدی الساری مقدمة

فتح الباری، ص: 676.

معلومات حاصل کیا کرتے تھے۔ میں علمائے خراسان میں سے ایک عالم ”محمد بن سلام“ کا بھی تذکرہ کیا کرتا تھا۔ امام علی بن مدینی، محمد بن سلام کو نہیں جانتے تھے۔ ایک دن مجھ سے فرمایا:

”ابو عبد اللہ! ہم تو ہر اس شخص کو معتبر سمجھ لیں گے جس کی آپ مدح کریں گے۔“<sup>1</sup>

عمر و بن علی الفلاس

ابو حفص، عمرو بن علی بن بن بحر بن کنیز البهالی، البصری، الفلاس، سفیان بن عینیہ، عبد اللہ بن نعیم، سلیمان بن حرب اور ابو داود سلیمان بن داود طیاری وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں، جبکہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابو زرعة وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ 249ھ کے ذوالقعدہ کے آخری ایام میں عسکر نامی شہر میں فوت ہوئے۔<sup>2</sup>

امام بخاری فرماتے ہیں کہ استاذ عمرو بن علی الفلاس کے شاگردوں نے مجھ سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا: ”مجھے اس حدیث کا علم نہیں۔“ میرے اس جواب سے وہ بہت مسرور ہوئے، خوشی خوشی استاذ عمرو بن علی کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ محمد بن اسما علی بخاری فلاں حدیث نہیں جانتے۔ یہ سن کر استاذ عمرو بن علی نے انھیں بتایا:

”محمد بن اسما علی جس حدیث کو نہیں جانتے وہ سرے سے حدیث ہی نہیں ہے۔“<sup>3</sup>

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676۔ 2 تهذیب الکمال: 14/297، و سیر أعلام

النبلا: 11/470۔ 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676، و سیر أعلام النبلاء:

12/18، و تهذیب الکمال: 16/97، و تاریخ بغداد: 12/420۔

ابو عمر کرمانی کہتے ہیں کہ میں نے خود سن کہ عمرو بن علی الغلاس نے فرمایا: "میرے دوست ابو عبد اللہ محمد بن اسما علی بخاری جیسا کوئی شخص پورے خراسان میں نہیں ہے۔" <sup>1</sup>

### امام ابو بکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ

ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن قاضی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی، 159ھ کو پیدا ہوئے، عمر اور حافظتے کے اعتبار سے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ اور امام علی بن مدینی کے ہم پایہ تھے۔

سفیان بن عینہ، سلیمان بن حرب، عبد اللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید قطان جیسے ائمہ کرام آپ کے استاذ تھے، جبکہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام ابن ماجہ اور دیگر متعدد لوگ آپ کے شاگرد تھے۔ محرم 235ھ میں فوت ہوئے۔ <sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ابراہیم بن محمد بن عبد السلام نے کہا کہ میں ابو بکر بن ابی شیبہ کے پاس گیا۔ ان کی مجلس میں ایک شخص کہہ رہا تھا کہ امام ابو بکر نے سفیان کی احادیث کے بارے میں امام بخاری سے مناظرہ کیا۔ امام بخاری امام ابو بکر کی بیان کردہ تمام احادیث پہلے ہی جانتے تھے، لیکن جب امام بخاری نے احادیث پیش کیں تو آپ کی بیان کردہ دو سو احادیث کا ابن ابی شیبہ کو کوئی علم نہ تھا۔ اس واقعے

ابو عمر کرمانی: ابو عمر حفص بن عمر بن ہمیرہ بخاری، الکرمانی، کرمیہ نامی یہتی کے رہنے والے تھے۔ یہتی بخارا سے تقریباً 86 کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ حج کے سفر کے دوران میں آپ بغداد آئے اور بغداد والوں کے رو برو شجاع بن شجاع الکشانی کی روایت کردہ احادیث بیان کر گئے۔ ویکھیے:

(الأنساب للسمعاني: 4/612، و تاريخ بغداد: 8/205، و معجم البلدان: 4/456)

<sup>1</sup> هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676. <sup>2</sup> سیر اعلام النبلاء: 11/122، و تهذیب

الکمال: 10/483.

کے بعد امام ابوکبر بن ابی شیبہ کہا کرتے تھے: ”یہ نوجوان بڑا صاحب بصیرت اور باہمت ہے۔“<sup>1</sup>

حافظ رجاء بن مر جی کہا کرتے تھے: ”محمد بن اسماعیل محدثین پر اس طرح فضیلت رکھتے ہیں جس طرح عورتوں پر مردوں کو فضیلت حاصل ہے۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔“<sup>2</sup>

### حسین بن حریث رض

ابو عمار حسین بن حریث بن حسن بن ثابت بن قطبہ خزائی مروزی نے امام سفیان بن عبینہ، امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع بن جراح وغیرہ سے علم حدیث پڑھا، جبکہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ

حافظ رجاء بن مر جی: ابو محمد رجاء بن مر جی بن رفاع غفاری، سرقندی کی پیدائش 180ھ کے بعد کی ہے۔ آپ کا بچپن خراسان، سرقدار مرد وغیرہ میں گزرا۔ جوان ہوئے تو بغداد کو اپنا مستقل مسکن بنالیا۔ آپ نے خوارزم کے قاضی اسحاق بن ابراہیم، ابو نعیم فضل بن ذکریں اور قبیصہ بن عقبہ وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام ابو داود، امام ابن ماجہ اور امام ابو حاتم محمد بن ادریس رازی وغیرہ کو پڑھایا۔ امام بخاری کے شیوخ کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے ان کا مذکورہ قول شیوخ بخاری کے اقوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے، جبکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت ذکر نہیں کی۔ لیکن امام ابن ماجہ اور ابو داود نے اپنی اپنی کتابوں میں ان سے روایات نقل کی ہیں۔ حافظ رجاء بن مر جی بغداد شہر میں جمادی الاولی کے آغاز میں 249ھ میں فوت ہوئے۔ وکیسی: (تہذیب الکمال: 6/191، وسیر أعلام النبلاء: 12/98).

1. سیر أعلام النبلاء: 12/425. 2. تاریخ بغداد: 2/25، و سیر أعلام النبلاء: 12/427، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676. مقدمہ میں یہی قول رجاء بن رجاء نامی راوی سے مقول ہے۔

کو پڑھایا۔ حج بیت اللہ کے بعد والپی کے سفر میں قریمیں نامی جگہ پر 244ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

آپ نے امام بخاری کے متعلق فرمایا: ”مجھے معلوم نہیں کہ میں نے محمد بن اسما علیل بخاری جیسا کوئی اور شخص دیکھا ہو۔ وہ تو گویا حدیث ہی کی خدمت کے لیے پیدا ہوئے تھے۔“<sup>2</sup>

### محمد بن عبد اللہ بن منیر رضی اللہ عنہ

ابو عبد الرحمن محمد بن عبد اللہ بن منیر ہمدانی کوئی 160ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل اور علی بن مدینی کے ساتھی ہیں۔ امام سفیان بن عینہ اور امام وکیع بن جراح وغیرہ کے شاگرد ہیں، لیکن امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود اور امام ابن ماجہ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ شعبان یا رمضان 234ھ میں فوت ہوئے۔<sup>3</sup>

امام بن ضوء بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد اللہ بن منیر نے امام بخاری کے بارے میں فرمایا: ”ہم نے ان جیسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔“<sup>4</sup>

### امام عبد اللہ بن منیر رضی اللہ عنہ

حافظ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن منیر مروزی نے امام اسحاق بن راہویہ، یزید بن ہارون اور وہب بن جریر بن حازم وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری، امام نسائی اور امام ترمذی وغیرہ کو پڑھایا۔ محمد بن یوسف فربری کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن منیر ”فرزبر“ آکر اس طرح آباد ہوئے کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے حتیٰ کہ فرزبر ہی میں

1. تہذیب الکمال: 4/456، و سیر أعلام النبلاء: 11/400. 2. هدی الساری مقدمة فتح الباری:

676، و سیر أعلام النبلاء: 12/422. 3. سیر أعلام النبلاء: 11/455، و تہذیب الکمال:

421/16. 4. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 676، و سیر أعلام النبلاء: 12/421.

ربيع الثانی 241ھ میں فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک 243ھ میں وفات پائی۔<sup>1</sup>

جعفر بن محمد فریری کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن منیر کے شاگردوں میں سے ایک شخص اپنی کسی ضرورت سے بخارا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو ابن منیر نے اس سے پوچھا: ”آپ نے ابو عبداللہ بخاری سے ملاقات کی تھی؟“ اس نے کہا: ”نہیں۔“ یہ سن کر ابن منیر نے اسے ڈاٹا، پھر فرمایا ”بھلا تجھ میں کیا خیر و خوبی ہو سکتی ہے کہ تو بخارا گیا لیکن امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے ملاقات کا شرف بھی حاصل نہ کر سکا۔“<sup>2</sup>

امام ترمذی رض فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل امام عبداللہ بن منیر کے پاس بیٹھے تھے۔ جب اٹھنے لگے تو امام ابن منیر نے امام بخاری سے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آپ کو اس امت کی زینت بنائے۔“ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابن منیر کی دعا قبول فرمائی (اور امام بخاری کو امت محمدیہ کی زینت بنادیا۔)<sup>3</sup>

ابو عبداللہ جعفر فریری کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن منیر کو امام بخاری سے احادیث لکھتے دیکھا اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بھی محمد بن اسماعیل بخاری کے شاگردوں میں سے ہوں۔<sup>4</sup>

حافظ ابن حجر رض فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن منیر محمد بن اسماعیل بخاری کے استاذ ہیں کیونکہ امام بخاری نے ان سے الجامع الصحیح میں احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابن منیر فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن منیر کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی۔<sup>5</sup>

1 تهذیب الکمال: 10/564، و سیر أعلام النبلاء: 12/316. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/424.

3 تاریخ بغداد: 2/26، و طبقات السبکی: 2/221، و سیر أعلام النبلاء: 12/433. 4 سیر

علام النبلاء: 12/424. 5 هدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص 677, 676.

## یحییٰ بن جعفر البکنڈی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

ابوزکریا یحییٰ بن جعفر بن اعین الازدی، البخاری، البکنڈی علاقہ ماوراء الہر کے عظیم محدث اور امام تھے۔ آپ نے سفیان بن عینہ، امام وکیع بن جراح اور امام عبد الرزاق بن ہمام وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری اور ان کے ساتھی محمد بن ابی حاتم الوراق وغیرہ کو پڑھایا۔ شوال 243ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

موصوف امام بخاری کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اگر میں اپنی زندگی امام بخاری کو دینے کی قدرت رکھتا تو ایسا ضرور کرتا کیونکہ میری موت مغض فرد واحد کی موت ہے لیکن امام بخاری کی موت تو علم کا اٹھ جانا ہے۔“<sup>2</sup> آپ نے امام بخاری کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اگر آپ نہ ہوتے تو میرے لیے بخارا میں زندگی بسر کرنا زیادہ خوش گوارہ ہوتا۔“<sup>3</sup>

## عبداللہ بن محمد المسندی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن یمان بن اخنس بن نحیس الجھنی نے سلیمان بن حرب، ابو داود طیالی کی، وکیع بن جراح اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری، محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابو زرعد رازی وغیرہ کو پڑھایا۔ آپ جمعرات کے روز 24 ذو القعده 229ھ کو فوت ہوئے۔<sup>4</sup> ایک مرتبہ امام بخاری کی امامت کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری امام ہیں اور

1 تہذیب الکمال: 20/48، و سیر اعلام النبلاء: 12/100. 2 تاریخ بغداد: 24/20، و تہذیب الکمال: 16/102، و سیر اعلام النبلاء: 12/418، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص:

3 سیر اعلام النبلاء: 12/418، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 677.

4 تہذیب الکمال: 10/497، و سیر اعلام النبلاء: 10/658.

جو شخص انھیں امام نہیں سمجھتا، میں اسے قابل ملامت قرار دیتا ہوں۔“ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے زمانے میں صرف تین حفاظی حدیث ہیں۔ جب ان کے نام گنوائے تو سب سے پہلے امام بخاری کا نام لیا۔<sup>1</sup>

علی بن حجر رضی اللہ عنہ

ابو الحسن علی بن حجر بن ایاس بن مقاتل بن مخاوش السعدی المرزوqi 154ھ میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت پذیر تھے، پھر مرد چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے اسماعیل بن علیہ، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عینہ اور شریک بن عبداللہ وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ کو پڑھایا۔ بروز بده، 15 جمادی الاولی 244ھ کو فوت ہوئے۔<sup>2</sup>

امام علی بن حجر نے فرمایا کہ ارض خراسان نے صرف تین رفع المرتبت لوگ پیدا کیے، رے میں ابو زرعة، بخارا میں محمد بن اسماعیل اور سرفند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن داری مگر میرے نزدیک محمد بن اسماعیل ان سب سے بڑے عالم، فقیہ اور صاحب بصیرت ہیں۔<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حجر کو امام بخاری کی ایک کتاب پیش کی تو کتاب دیکھتے ہی انہوں نے مجھ سے پوچھا: ”اس سردار کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟“ میں نے کہا: بخیر و عافیت ہیں۔ فرمایا: ”میں نے ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔“<sup>4</sup>

امام ابو اسحاق مرزوqi کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام علی بن حجر کے پاس اس وقت پہنچا جب عبداللہ بن عبدالرحمٰن انھیں رخصت کر کے واپس جا رہے تھے اور علی بن حجر

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677، و سیر أعلام النبلاء: 12/424. 2 تهذیب الکمال: 13/219، و سیر أعلام النبلاء: 11/507. 3 تاریخ بغداد: 28/28، و سیر أعلام النبلاء: 12/421، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677. 4 سیر أعلام النبلاء: 12/421.

نے مجھے کہا کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن کے ادب کے بارے میں جو چاہو کہہ لو (کہ وہ ادب میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں) اور محمد بن اسماعیل کے علم کے بارے میں جو چاہو کہہ لو (کہ وہ بلند پایہ عالم ہیں)۔<sup>1</sup>

### امام احمد بن اسحاق السرماری رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو اسحاق احمد بن اسحاق بن حصین بن جابر بن جندل سلمی، بخاری، سرماری۔ ”سرماری“ کی طرف نسبت ہے۔ سرماری بخارا سے تقریباً 15 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی تھی جہاں احمد بن اسحاق پیدا ہوئے۔ انہوں نے سلیمان بن حرب اور یعلی بن عبید جیسے بزرگوں سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری، اپنے بیٹے اسحاق بن احمد بن اسحاق سلمی اور عبید اللہ بن واصل وغیرہ کو پڑھایا۔ عمر بھر علم حدیث کی خدمت کرتے رہے۔ ربع الثانی 242ھ میں اپنے خالق حقیق سے جا ملے۔<sup>2</sup>

امام احمد بن اسحاق السرماری فرماتے ہیں:

”جو شخص حقیقی اور صحیح ترین فقیہ کو دیکھنا چاہے وہ محمد بن اسماعیل کو دیکھ لے۔“<sup>3</sup>

### عمرو بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ

ابو محمد عمرو بن زرارہ بن واقد کلبی نیشاپوری نے اسماعیل بن علیؑ، سفیان بن عیینہ

1 سیر اعلام النبلاء: 12/430. 2 سیر اعلام النبلاء: 13/37، و تهذیب الکمال: 1/107،

و معجم البدان: 3/215. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/417، و هدی الساری مقدمة فتح الباری،

ص: 677.

اور شیم بن بشیر وغیرہ سے علم حدیث سیکھا اور امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی وغیرہ کو علم حدیث پڑھایا۔ 78 سال کی عمر پا کر 238ھ میں فوت ہوئے۔<sup>1</sup>

محمد بن رافع رض

ابو عبد اللہ محمد بن رافع بن ابی زید، قشیری، نیشاپوری، امام مالک کے زمانے، یعنی 170ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے حصول کے لیے کئی سال سفر کیا۔ احادیث جمع کیں۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ امام سفیان بن عینہ اور امام دکیع بن جراح وغیرہ سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ کو پڑھایا۔ 245ھ میں فوت ہوئے۔<sup>2</sup>

حاشد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع کو امام بخاری سے علم الحدیث کے بارے میں سوال کرتے دیکھا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے حاضرین مجلس سے کہا: ”امام بخاری کے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہنا، یہ ہم سے زیادہ علم والے، عظیم، بڑے فقیہ اور صاحب بصیرت ہیں۔“<sup>3</sup>

حاشد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن امام اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ عمرو بن زرارہ بھی وہاں موجود تھے۔ عمرو بن زرارہ، امام بخاری سے احادیث سن کر آگے املاک رہے تھے اور دیگر محدثین عمرو بن زرارہ سے احادیث لکھ رہے تھے۔ اس دوران امام اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کے متعلق فرمایا: ”وہ (احادیث کی اسناد میں) مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔“ امام بخاری ان دنوں بالکل جوان

1۔ تہذیب الکمال: 14/225، و سیر أعلام النبلاء: 11/406. 2۔ تہذیب الکمال: 16/267، و

سیر أعلام النبلاء: 12/214. 3۔ تاریخ بغداد: 2/27، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص:

677، و سیر أعلام النبلاء: 12/429.

## محمد بن اشکاب رحمۃ اللہ علیہ

ابو جعفر محمد بن حسین بن ابراہیم بن حر بن زعلان البغدادی ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ کا لقب اشکاب تھا۔ اسی وجہ سے آپ ابن اشکاب کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ کا تعلق خراسان کی مشہور بستی ”نا“ سے تھا۔ بعد میں بغداد آ کر آباد ہوئے۔ آپ نے اسحاق بن سلیمان رازی، عمرو بن عثمان الكلابی اور معاویہ بن ہشام وغیرہ سے علم حدیث پڑھا۔ اور امام بخاری، امام ابو داود اور امام نسائی وغیرہ کو پڑھایا۔ آپ ۲۶۱ھ میں بروز منگل ۱۰ محرم کو فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔<sup>۲</sup>

عبداللہ بن محمد الفرہاذی کا بیان ہے کہ میں ابن اشکاب کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ وہاں ایک آدمی آیا وہ بھی حفاظ حدیث میں سے تھا۔ وہ کہنے لگا کہ ہم لوگ محمد بن اسما علیل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس پر ابن اشکاب کو غصہ آگیا اور وہ مجلس سے اس لیے اٹھ کر چلے گئے کہ امام بخاری کے بارے میں یہ بات کیوں کہی گئی۔<sup>۳</sup>

عبداللہ بن محمد الفرہاذی: حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن سیار الفرہاذی، نے قتبیہ بن سعید اور ہشام بن عمار وغیرہ سے علم حدیث پڑھا، جبکہ ابو بکر محمد بن حسن القاش المفسر اور بشر بن احمد الاسفاری تینی وغیرہ کو پڑھایا۔ ابن عدی کے نزدیک آپ امام نسائی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ راویوں کے حالات خوب جانتے تھے۔ آپ کو ”فرہاذان“ کی طرف نسبت کی وجہ سے ”الفرہاذی“ کہتے تھے۔ ”فرہاذان“ ایک بستی کا نام ہے جو ”نا“ کے نواحی علاقے میں واقع ہے۔ آپ ۳۰۰ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے ہیں۔ (سیر أعلام النبلاء: 14/146، و معجم البلدان: 4/258)

۱ سیر أعلام النبلاء: 12/429، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677. ۲ تهذیب الكمال: 16/212، و سیر أعلام النبلاء: 12/352. ۳ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص:

عبداللہ بن محمد بن سعید بن جعفر کہتے ہیں کہ امام احمد بن حرب نیشاپوری جب فوت ہوئے تو امام اسحاق بن راہویہ اور امام محمد بن اسماعیل بخاری ان کے جنازے میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں چند اہل علم اور صاحب بصیرت لوگوں نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا کہ: محمد بن اسماعیل، اسحاق بن راہویہ سے بڑے فقیہے ہیں۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے یہ بات سنی کہ محمد بن اسماعیل ابھی بچہ ہی تھے کہ امام ابو حفص کے ہاں آنے جانے لگے۔ امام ابو حفص نے ان کے متعلق فرمایا: ”یہ بچہ بڑا سمجھہ دار ہے۔ مجھے امید ہے کہ دنیا میں اس کی بڑی شہرت ہوگی۔“<sup>2</sup>

قتنیہ بن سعید کہا کرتے تھے کہ خراسان نے صرف چار بڑے آدمی پیدا کیے جن کے نام یہ ہیں: ”محمد بن اسماعیل، عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی، زکریا بن یحییٰ اللہ ولوی اور حسن بن شجاع۔“<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ابو سہل محمود بن نضر سے سنا کہ میں بصرہ، شام، حجاز اور کوفہ میں خوب گھوما پھرا ہوں۔ میں نے ان شہروں کے علماء کے ساتھ رہ کر محسوس کیا کہ جب بھی محمد بن اسماعیل کا نام آیا تو ان سب نے انھیں اپنے سے زیادہ

امام ابو حفص احمد بن حفص: ابو حفص احمد بن حفص البخاری اُنھی 150ھ میں پیدا ہوئے۔ ماوراء النہر، یعنی اہل خراسان کے استاذ اور فقیہ تھے۔ امام وکیع بن جراح وغیرہ کے شاگرد تھے۔ امام بخاری کے والد اسماعیل کے گھرے دوست تھے۔ بخارا شہر میں محرم 172ھ میں وفات پائی۔  
(سیر اعلام النبلاء: 10/157)

1 طبقات السبکی: 223، وسیر اعلام النبلاء: 12/418، وہدی الساری مقدمة فتح الباری۔  
ص: 677. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/425، 426. 3 تاریخ بغداد: 2/26، وسیر اعلام النبلاء:  
424/12

صاحب فضیلت قرار دیا۔<sup>1</sup>

### امام مسدد و حمد اللہ

امام ابو الحسن مسدد بن مسزہد بن مسربل الاسدی البصري 150ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ امام سفیان بن عینہ، امام وکیع بن جراح اور حماد بن زید وغیرہ سے علم حدیث پڑھا، اور امام بخاری، امام ابو داود اور امام ابو زرعہ وغیرہ کو حدیث پڑھائی۔ 228ھ میں فوت ہوئے۔<sup>2</sup>

ابراهیم بن خالد مروزی کہتے ہیں کہ امام مسدد نے فرمایا: ”اے خراسان والو! محمد بن اسماعیل پر کسی کو فوقيت نہ دو۔“<sup>3</sup>

### حافظ نعیم بن حماد و حمد اللہ

ابو عبد اللہ نعیم بن حماد بن معاویہ بن حارث بن ہمام بن سلمہ بن مالک الخزاعی کی مستقل رہائش مصر میں تھی۔ آپ نے امام عبد اللہ بن مبارک، امام سفیان بن عینہ اور امام وکیع بن جراح جیسے رفع المزالت محدثین سے علم حدیث پڑھا اور امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود اور امام ترمذی جیسے مایہ ناز شاگردوں کو پڑھایا۔ قرآن کے تخلوق یا غیر تخلوق ہونے والے فتنے میں آپ کو مصر سے گرفتار کر کے بغداد جیل لا یا گیا۔ جیل ہی میں بروز التوار، 13 جمادی الاولی 228ھ کو فوت ہوئے۔<sup>4</sup>

صالح بن مسما مروزی کا بیان ہے کہ میں نے نعیم بن حماد سے سنا کہ ”محمد بن اسماعیل

1 تاریخ بغداد: 2/19، و سیر اعلام النبلاء: 12/422، و هدی الساری مقدمة فتح الباری،

ص: 678. 2 سیر اعلام النبلاء: 10/591. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/419. 4 سیر اعلام

النبلاء: 10/595، و تهذیب الکمال: 19/129.

اس امت کے فقیہ ہیں۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ حاتم بن مالک الوراق نے بیان کیا کہ میں نے مکہ کے علماء سے سنا کہ: ”محمد بن اسماعیل خراسانی کے نہیں، ہمارے بھی امام اور فقیہ ہیں۔“<sup>2</sup> محمد بن ابی حاتم ہی کا کہنا ہے کہ امام بخاری نے ابو رجاء البغدادی، یعنی قبیہ بن سعید سے ابن عینیہ کی احادیث بیان کرنے کی درخواست کی تو قبیہ نے کہا: ”جب سے میں نے وہ احادیث لکھی ہیں انھیں کسی کے سامنے بیان نہیں کیا اور اس کتاب کو جوں کا توں ہی رکھ چھوڑا ہے کیونکہ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا، وہ باہم تقابل کر کے ایک دوسرے سے اپنی کتب کی صحیح کر لیا کرتے تھے۔ اگر آپ میری کتاب کو ایک نظر دیکھ کر اس کا جائزہ لے لیں اور اس میں جو غلطی ہو اس کی نشان دہی کر دیں تو یہ بڑی اچھی بات ہوگی۔“ امام بخاری اس بات سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ”مجھے اپنی معلومات میں اضافے کا موقع مل گیا ہے۔“

امام بخاری کا معمول یہ تھا کہ روزانہ صبح کی نماز سے لے کر امام قبیہ کی مجلس میں جانے تک، ان کی کتاب دیکھتے۔ کوئی غلطی ہوتی تو اس پر نشان لگا دیتے۔ ایک دن امام بخاری نے امام قبیہ کو بتایا کہ فلاں حدیث میں ایک غلطی ہے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ مجھ سے تو یہ حدیث اہل بغداد بھی لکھے چکے ہیں اور اسے یحیی بن معین اور احمد بن حنبل نے صحیح قرار دیا ہے، لہذا اب اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری نے فرمایا: ان لوگوں نے آپ کی کتاب سے نقل کیا ہے اور آپ نے بے پرواہی سے لکھا ہے مگر میں نے تو متعدد علماء سے اسی طرح لکھا ہے جس طرح میں بیان کر رہا ہوں۔

1 سیر أعلام النبلاء: 12/194، و تاريخ بغداد: 2/22، و تهذيب الكمال: 16/102.

2 سیر أعلام النبلاء: 12/425.

میں نے اسے یحییٰ بن بکیر، ابن ابی مریم اور کاتب الیث سے نقل کیا ہے۔  
 امام ابو رجاء قتیبہ بن سعید امام بخاری کی بات سمجھ گئے۔ انہوں نے اپنی بات کو  
 مسترد کر کے امام بخاری کی تصحیح قبول کر لی۔<sup>۱</sup>

۱ سیر اعلام النبلا، 12/427, 428.

## •

### امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ اپنے رفقاء اور تلامذہ کے نزدیک

عربی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے: ”اگر کتنی افراد میں ایک ہی فن میں مہارت پائی جائے اور وہ ایک ہی زمانے کے لوگ ہوں تو یہ چیز ان کے مابین منافرتوں کا باعث بن جاتی ہے۔“

ایک ہی فن میں مہارت اور کمال کا درجہ پانے والے ہم عصر لوگ عموماً ایک دوسرے کی مہارت کا کما حقہ اعتراض نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں میں خاص قسم کی رقبابت پیدا ہو جاتی ہے جو بڑھتے بڑھتے باہمی منافرتوں کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ہم عصر کسی ماہر فن کا ذکر تعریفی الفاظ میں کرتا ہے تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس کی تعریف خود اس کے رفقاء اور ہم عصر ماہرین کر رہے ہیں، وہ کتنے اونچے درجے کا مالک ہو گا۔

اسی لیے ہم بھی امام صاحب کے بارے میں ان کے ان معاصرین اور رفقاء کے اقوال و آراء کا ذکر کرتے ہیں جو فضل و کمال میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ امام صاحب کے کمالات کو صرف حیرت ہی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ واضح الفاظ میں اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں، اس سے امام صاحب کی اعلیٰ درجے کی علمی فضیلت، خداداد فقاہت، قوت حافظہ اور فہم و تدریکا بہ آسانی پتا چل جاتا ہے۔

## امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ ارض خراسان نے امام بخاری سے زیادہ قوی حافظے والا کوئی شخص پیدا نہیں کیا، نہ کبھی ان سے بڑا کوئی عالم خراسان سے عراق آیا۔<sup>1</sup>

## ابراهیم بن محمد بن سلام رحمۃ اللہ

ابراهیم بن محمد فرماتے ہیں: بہت سے کبار محدثین امام بخاری سے مرعوب رہتے اور علمی بصیرت اور معرفتِ حدیث میں امام بخاری کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے، مثلاً: سعید بن ابی مریم، حاجج بن منہال، اسماعیل بن ابی اویس، امام حمیدی، نعیم بن حماد، امام سفیان بن عینہ کے ساتھی محمد بن میمون، محمد بن یحییٰ بن ابی عمر عدنی، حسن الخلال، محمد بن علاء الآخر، ابراہیم بن منذر الحزامی، اور ابراہیم بن موسیٰ القراء

امام ابو حاتم رازی: ابو حاتم محمد بن ادریس بن داود بن مہران احظیلی الرازی کی پیدائش 195ھ میں ہوئی۔ آپ امام احمد بن حنبل، ابو نعیم فضل بن دکین اور یحییٰ بن معین کے شاگرد ہیں۔ امام ابو داود، امام نسائی، امام ابن ماجہ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ امام بخاری کے جلیل التدرر رفقاء میں سے ہیں۔ بعض علمائے کرام کے نزدیک امام صاحب نے ان سے بھی فیض پایا۔ انہوں نے علم حدیث کے لیے ہزاروں میل پیدل سفر کیا۔ حدیث کی گران قدر خدمت سرانجام دی۔ شعبان 277ھ میں 83 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے: (سیر اعلام النبلاء: 13/247، و تهذیب الکمال:

(56/16)

ابراهیم بن محمد بن سلام: یہ امام بخاری کے استاذ محمد بن سلام بیکنڈی کے بیٹے ہیں۔ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور ابوالہیثم خالد بن احمد البخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہے۔

(الجرح والتعديل: 129/2)

1 سیر اعلام النبلاء: 12/431، و هدی الساری مقدمۃ فتح الباری: 677.

وغیرہ نے ہمیشہ آپ کی فضیلت علمی کا اعتراف کیا۔<sup>1</sup>

امام ابو زرعة رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو زرعة سے ابن لہیعہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اسے تو ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری چھوڑ چکے ہیں، یعنی وہ ضعیف ہے۔<sup>2</sup>

اسی طرح امام ابو زرعة سے محمد بن حمید کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ ابو زرعة کی یہ بات امام بخاری کے سامنے بیان کی گئی تو امام بخاری نے فرمایا: ہاں، ان (محمد بن حمید) سے ہمارا تعلق پرانی بات ہے (اب ہم نے انھیں چھوڑ دیا اور ان سے روایت

امام ابو زرعة: ابو زرعة عبد اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فروخ القرشی المخزوی الرازی 200ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ امام بخاری کے جلیل القدر رفقا میں سے تھے۔ انھوں نے امام احمد بن حنبل، ابو عیم فضل بن ڈکین اور امام قتیبہ بن سعید سے علم حدیث پڑھا اور امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ کو پڑھایا۔ ابراہیم بن حرب العسکری نے ابو زرعة کو خواب میں چوتھے آسمان پر فرشتوں کی امامت کرتے دیکھا تو ان سے پوچھا: آپ نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟ امام ابو زرعة نے جواب دیا کہ میں نے نماز کے دوران رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کر کے یہ مقام پایا۔ وہ اتباع سنت کا بے حد اہتمام کرتے تھے۔ حدیث کے حصول کے لیے تیرہ سال کی عمر میں سفر شروع کیا اور زندگی پھر علم حدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔ بروز سوموار 30 ذوالحجہ 264ھ کو سال کی عمر میں وفات پائی۔ (سیر أعلام النبلاء: 13/65، و تهذیب الکمال: 12/223).

1 سیر أعلام النبلاء: 12/425، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 675، و سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 110. 2 تاریخ بغداد: 2/23، و تهذیب الکمال: 16/101 و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677.

نہیں لیتے۔)<sup>1</sup>

### حسین بن محمد بن عبید العجلی رَحْمَةُ اللَّهِ

حسین بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاری اور امام مسلم جیسا حافظِ حدیث کوئی نہیں دیکھا لیکن امام مسلم، امام بخاری کا مقام نہیں پاسکتے۔<sup>2</sup>

حسین بن محمد نے مزید کہا:

”میں نے امام ابو زرعة اور ابوباقر کو امام بخاری سے احادیث سننے دیکھا ہے۔ امام بخاری کا مقام یہ ہے کہ وہ تنہا ایک امت کی حیثیت رکھتے تھے۔ بے حد متدين اور امور خیر میں سبقت کرنے والے تھے، ہر کام احسن انداز میں انعام دیتے تھے۔ محمد بن یحییٰ ذہبی سے کئی گناہ زیادہ علم رکھتے تھے۔“<sup>3</sup>

حسین بن محمد بن عبید العجلی: مقدمہ فتح الباری میں ”حسین بن محمد بن عبید الحجی“، ہی مذکور ہے، جبکہ دیگر مصادر میں ”حسین بن محمد بن حاتم بغدادی بتایا گیا ہے۔ آپ بہت بڑے امام، حافظ اور فنِ تجوید کے ماهر تھے۔ امام یحییٰ بن معین آپ کے استاذ تھے۔ انہی نے آپ کا لقب ”عبید الحجی“ رکھا تھا۔ آپ 294ھ میں فوت ہوئے۔ خطیب بغدادی نے آپ کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

(تاریخ بغداد: 8/93، وتذکرة الحفاظ: 2/672، وسیر أعلام النبلاء: 14/90)

1 تاریخ بغداد: 2/23، وتهذیب الکمال: 16/101، وسیر أعلام النبلاء: 12/434. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677. 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677، وسیر أعلام النبلاء: 12/436، و تاریخ بغداد: 2/30.

## امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاز، شام اور عراق کے علماء کو دیکھا ہے لیکن محمد بن اسماعیل سے زیادہ عالم حدیث کسی کو نہیں پایا۔<sup>1</sup>

آپ نے فرمایا: محمد بن اسماعیل ہم سے زیادہ عالم، ہم سے زیادہ فقیہ اور تحصیل علم میں ہم سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والے تھے۔<sup>2</sup>

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی کہتے ہیں کہ حصول حدیث کے لیے محمد بن اسماعیل کا شوق ہم سب سے بڑھ کر تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی اُن کا ہم سر نہ تھا۔ وہ جس کے پاس بھی علم حدیث کے لیے جاتے، اس سے سب کچھ سیکھ لیتے تھے۔<sup>3</sup>

ایک دفعہ امام دارمی سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا گیا۔ سائل نے یہ بھی بتا دیا کہ اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح کہا ہے۔ امام دارمی نے جواب دیا کہ محمد بن اسماعیل مجھ سے زیادہ صاحب بصیرت اور زیادہ دانا ہیں۔ قرآن و حدیث میں جن اوامر و نوائی

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی : ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن بن فضل بن بہرام بن عبد الصمد التمیمی، الدارمی، اسرقت 181ھ میں پیدا ہوئے۔ اسماعیل بن ابی اولیس، ابو نعیم فضل بن دکین اور محمد بن سلام المبیندی سے علم حدیث پڑھا اور احادیث کا مشہور مجموعہ ”سنن الدارمی“ کے نام سے ترتیب دیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ایک تفسیر بھی لکھی۔ امام مسلم، امام ابو داود اور امام ترمذی وغیرہ کو علم حدیث پڑھایا۔ امام بخاری نے بھی ان سے پڑھا ہے۔ امام ابو حاتم محمد بن ادریس رازی اور محمد بن یحیی ذہلی نے بھی ان سے فیض پایا۔ آپ بروز جمعرات 8 ذوالحجہ 255ھ کو فوت ہوئے۔ یوم عرفہ بروز جمعہ دفن کیے گئے۔ اس وقت ان کی عمر 75 سال تھی۔ (تہذیب الکمال: 10/283، و سیر أعلام النبلاء: 12/224).

1 تاریخ بغداد: 2/28، و سیر أعلام النبلاء: 12/432، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677۔ 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677، و سیر أعلام النبلاء: 12/426.

3 سیر أعلام النبلاء: 12/427۔

کا ذکر آیا ہے، اس کو انہوں نے خوب سمجھا ہے۔ وہ قرآن کی تلاوت کرتے وقت دل، آنکھوں اور کانوں سمیت اس میں ڈوب جاتے ہیں۔ قرآنی واقعات اور مثال میں غور و فکر کرتے ہیں اور قرآن کے حلال و حرام کو خوب سمجھتے ہیں۔<sup>1</sup>

### ابوالطیب حاتم بن منصور رض

حاتم بن منصور کہتے ہیں: ”محمد بن اسما عیل علمی بصیرت اور اس میں مہارت سے اللہ تعالیٰ کی زبردست نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔<sup>2</sup> بچپن میں ان کی بینائی ختم ہو گئی تھی۔<sup>3</sup> اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ محترمہ کی دعاوں کے طفیل بینائی لوٹا دی۔ پھر انہوں نے اپنی آنکھوں کو علم دین کے لیے یوں وقف کیا کہ ان کا حق ادا کر دیا۔ (یہ پورا واقعہ کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے۔)

### ابوسہل محمود بن نضر شافعی رض

محمود بن نضر کا کہنا ہے کہ میں بصرہ، شام، حجاز اور کوفہ میں گھوما پھرا ہوں اور وہاں کے علمائے حدیث سے ملا ہوں۔ ان کی مجلسوں میں جب بھی امام بخاری کا ذکر خیر ہوا، انہوں نے امام ممدوح کو اپنے سے بڑا عالم اور افضل قرار دیا۔<sup>4</sup>

ابوسہل ہی کا بیان ہے کہ میں نے تمیں سے زائد مصری علماء کو سنا، وہ کہتے تھے کہ امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر کو دیکھنا ہمارے لیے ناگزیر ہو چکا ہے۔<sup>5</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/426، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677. 2 سیر أعلام

النبلاء: 12/427، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/393.

4 تاریخ بغداد: 2/19، و تہذیب الکمال: 16/99، و سیر أعلام النبلاء: 12/422، و هدی

الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 5 سیر أعلام النبلاء: 12/426، و هدی الساری مقدمة

فتح الباری، ص: 678.

## صالح بن محمد جزرہ رضی اللہ عنہ

صالح بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے خراسان میں محمد بن اسماعیل سے زیادہ فہم و فراست والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ نے کہا: سب سے بڑے حافظِ حدیث امام بخاری ہیں۔ میں بغداد میں کافی عرصہ امام بخاری سے احادیث سن کر لکھتا اور دوسروں کو لکھواتا رہا۔ ان دونوں تقریباً میں ہزار لوگ آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔<sup>1</sup>

صالح بن محمد جزرہ ہی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، محمد بن اسماعیل بخاری اور ابو زرعة رازی میں سے محمد بن اسماعیل بخاری علم حدیث کے سب سے بڑے عالم اور ابو زرعة سب سے بڑے حافظ ہیں۔

## محمد بن ادریس رازی رضی اللہ عنہ

محمد بن ادریس رازی نے اہل عراق سے کہا تھا کہ خراسان سے تمہارے پاس ایک شخص آئے گا۔ جو وہاں کا سب سے بڑا حافظِ حدیث ہے۔ عراق میں آج تک اس سے بڑا عالم بھی نہیں آیا۔ اہل عراق کا کہنا ہے کہ پھر کچھ ہی عرصے بعد امام بخاری ہمارے پاس تشریف لے آئے۔<sup>2</sup>

## ابوالعباس فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ حافظ ابوالعباس فضل بن عباس المعروف فضیل الرازی سے پوچھا گیا کہ امام محمد بن اسماعیل اور امام ابو زرعة میں سے کون زیادہ قوت حافظ کا مالک ہے؟

1 سیر اعلام النبلاء: 12/433، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 678۔ 2 سیر اعلام النبلاء: 12/433، وتاریخ بغداد: 2/23.

انھوں نے جواب دیا ایک دفعہ حلوان اور بغداد کے مابین امام بخاری سے میری ملاقات ہو گئی۔ اس سے پہلے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میں نے کچھ سفر ان کے ہمراہ کیا۔ اس دوران میں میں نے کوشش کی کہ ان کی خدمت میں کوئی ایسی حدیث پیش کروں جس کا انھیں علم نہ ہو مگر میں ایسا نہ کر سکا۔ امام بخاری کے بر عکس امام ابو زرعة کے سامنے تو میں ان کے سر کے بالوں جتنی ایسی احادیث بیان کر سکتا ہوں جو وہ اس سے پہلے پڑھ سکے ہوں نہ سن سکے ہوں۔<sup>۱</sup>

محمد بن عبد الرحمن الداعوی لی ہر اللہ

ان کا بیان ہے کہ اہل بغداد نے محمد بن اسماعیل بخاری کو خط لکھا۔ جس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا:

”جب تک آپ زندہ وسلامت ہیں، مسلمانوں کو خیر و برکت حاصل رہے گی،

حلوان: عراق کا ایک قدیم شہر ہے۔ بغداد کی طرف سے جائیں تو یہ حدود سواد کے آخر میں آتا ہے جو صوبہ جبال سے متصل ہے۔ آج کل حلوان ایران میں واقع ہے۔ اسے شاد فیروز بھی کہا جاتا تھا۔ بہت قدیم شہر حلوان کو ہستان زاگروس میں عقپہ حلوان پر واقع ہے جو اس وقت بالکل غیر آباد ہے۔ شہر کی جائے وقوع ”سرپل“ شہر کے جنوب میں ”حلوان چائے“ نامی ندی کے باسیں کنارے پر ہے۔ خلمانو (Khalmanu) کے نام سے یہ آشوری دور میں بھی موجود تھا۔ 437ھ 1046ء میں سلجوقیوں نے ایرانیں کی سرکردگی میں حلوان کو جلا دیا تھا۔ چند سال بعد نزلے سے بھی اسے نقصان پہنچا۔ حلوان کی انجیر ”شاہ انجیر“ کہلاتی ہے۔

۱ تاریخ بغداد: 2/23، و تہذیب الکمال: 16/101، و سیر أعلام النبلاء: 12/434، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678.

جب آپ نہ رہیں گے تو ان سے یہ نعمتیں چھپن جائیں گی۔<sup>1</sup>

امام الائمه محمد بن اسحاق بن خزیمہ رضی اللہ عنہ

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل سے زیادہ حدیث کو جانے والا آسمان کے نیچے کوئی نہیں۔<sup>2</sup>

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علل الحدیث، تواریخ اور اسانید کے بارے میں محمد بن اسماعیل سے زیادہ معلومات رکھنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔<sup>3</sup>

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے امام بخاری سے کہا:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی محدث نہیں۔“<sup>4</sup>

امام ابن خزیمہ: شیخ الاسلام امام الائمه ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ بن صالح بن بکر 223ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اسحاق بن راہویہ اور محمد بن حمید سے سامع کیا لیکن ان سے آگے بیان نہیں کیا۔ احمد بن ابراہیم الدورقی، حسین بن حریرہ اور محمود بن غیلان وغیرہ سے علم حدیث پڑھا، اور امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ کو پڑھایا لیکن ان دونوں نے یہیں میں ان سے روایات بیان نہیں کیں۔ 89 سال کی عمر میں 311ھ کو فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء: 14/365).

1 تاریخ بغداد: 2/22، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 2 طبقات السبکی: 2/18، و سیر اعلام النبلاء: 12/431، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 3 طبقات السبکی: 2/220، و سیر اعلام النبلاء: 12/432، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678.

4 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678.

احمد بن سیار رضی اللہ عنہ

تاریخ خرمد میں احمد بن سیار کا بیان ہے کہ محمد بن اسماعیل بخاری علم کی تلاش میں نکلے۔ اور اس کے لیے لوگوں میں گھل مل گئے۔ حدیث پڑھنے کے لیے ان گنت سفر کیے۔ علم حدیث میں بڑی مہارت حاصل کی اور صاحب بصیرت کے طور پر شہرت پائی۔ علم حدیث میں بے حد معلومات حاصل کیں۔ بہترین حافظے کے مالک اور زبردست فقیہ تھے۔<sup>1</sup>

یحییٰ بن محمد رضی اللہ عنہ

ابو احمد بن عدی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن محمد بن صاعد جب بھی امام بخاری کا ذکر کرتے تو کہتے: ”وہ دین کے ایسے سپاہی تھے جو زندگی بھرا اس کا دفاع کرتے رہے۔“<sup>2</sup>

ابو عمر و احمد بن نصر الخلفاف رضی اللہ عنہ

احمد بن نصر کہتے ہیں کہ ہمیں متّقی، پاکیزہ، خصال بے مثل اور عالم فاضل شخص

بلند پایہ عالم دین ہونے کی وجہ سے اپنے زمانے کے عبدالله بن مبارک سمجھے جاتے تھے۔

261ھ میں فوت ہوئے۔ (التقریب: 1/16)

یحییٰ بن محمد بن صاعد: یحییٰ بن محمد بن صاعد بن کاتب 228ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ عراق کے بہت بڑے محدث اور امام تھے۔ حسن بن عیسیٰ بن ماسرہ جس، محمد بن بشار اور محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہ کے شاگرد ہیں اور ابوالقاسم المغی، الطبرانی اور عبد الرحمن بن ابی شریح وغیرہ کے استاذ ہیں۔ کوفہ شہر میں ڈالقعدہ 318ھ میں 90 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 14/501) ابو عمر و احمد بن نصر الخلفاف: ابو عمر و احمد بن نصر بن ابراهیم نھاف نیشاپوری نے امام الحنفی بن راہویہ، عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع وغیرہ سے علم حدیث پڑھا، اور ابو حامد بن الشتری اور محمد بن سلیمان بن فارس وغیرہ کو پڑھایا۔ آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ جب نامید سے ہوئے تو بہت زیادہ صدقہ ۴۴ سیر أعلام النبلاء: 12/434، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 678۔ 2 هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 678۔

محمد بن اسماعیل نے حدیث بیان کی۔ وہ علم حدیث کے بارے میں امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ سے بیس گناہ زیادہ معلومات رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں اگر کسی نے ایسی ولیسی بات کہی تو میری طرف سے اس پر ہزار بار لعنت ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے درس حدیث کے دوران میں وہ کہیں اس دروازے سے اندر آجائیں تو میں ان سے مرعوب ہو جاؤں گا۔<sup>1</sup>

عبداللہ بن حماد آمی

عبداللہ بن حماد کا بیان ہے:

”کاش! میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا۔“<sup>2</sup>

سلیم بن مجاہد رضی اللہ عنہ

سلیم کہتے ہیں کہ میں نے ساٹھ سال سے امام بخاری جیسا متقدی، فقیہ اور زاہد کسی کو نہیں دیکھا۔<sup>3</sup>

”کیا جو تقریباً پانچ لاکھ درہم کے برابر تھا۔ آپ شعبان 299ھ میں 80 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 13/ 560-562).

عبداللہ بن حماد آمی: ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حماد آمی نے سلیمان بن حرب اور یحییٰ بن معین سے پڑھا، اور امام بخاری، ابراہیم بن خزیم اور عمر بن بکیر وغیرہ کو پڑھایا۔ عرصہ دراز تک حدیث کی خدمت کرنے کے بعد رجب 273ھ میں اپنے خالق حقیق سے جا ملے۔ (سیر أعلام النبلاء: 12/ 611).

1 تاریخ بغداد: 2/ 28, 27 و طبقات السبکی: 2/ 225، و سیر أعلام النبلاء: 12/ 436, 435 و 436، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/ 437، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 3 طبقات السبکی: 2/ 227، و سیر أعلام النبلاء: 12/ 449، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678.

موئی بن ہارون البغدادی رضی اللہ عنہ

موئی کہتے ہیں: ”اگر تمام مسلمان باہم متحد ہو کر بھی امام بخاری جیسا کوئی دوسرا شخص ڈھونڈنے کی کوشش کریں تو مجھے یقین ہے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔“<sup>1</sup>

عبداللہ بن محمد بن سعید بن جعفر رضی اللہ عنہ

ان کا بیان ہے کہ میں نے مصر کے علماء سے سنا، وہ کہتے تھے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو علم حدیث میں محمد بن اسماعیل سے زیادہ معرفت رکھتا ہو اور لوگوں سے امام بخاری کے مقابلے میں زیادہ اچھا سلوک کرتا ہو، پھر فرمایا: میں بھی یہی کہتا ہوں، جو مصری علمائے حدیث کہتے ہیں۔<sup>2</sup>

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678، وسیر أعلام النبلاء: 12/434. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678.

## امام بخاری رضی اللہ عنہ متاخرین کی نظر میں

اگر ہم امام بخاری کی مدح و ستائش میں متاخرین کے اقوال جمع کرنے لگیں تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ اس سے متعلق حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاری کی مدح میں ائمہ متاخرین کے اقوال جمع کرنا شروع کروں تو کاغذ بھی ختم ہو جائیں اور سانسیں بھی، کیونکہ وہ ایک ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ متاخرین کے برعکس متقدیں نے ذاتی مشاہدے کے بعد ان کی توصیف کی ہے، جبکہ متاخرین نے اپنے پیش رو حضرات ہی کے اقوال کو مدنظر رکھ کر ان کی مدح سرائی کی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں واضح فرق ہوتا ہے کیونکہ آنکھوں سے دیکھنا محض خبر سن لینے کے متادف نہیں ہے۔<sup>1</sup>

### ابن عقدہ اور امام حاکم رضی اللہ عنہ

یہاں امام بخاری کے متعلق کبار مشايخ میں سے علامہ ابن عقدہ (المتوئی 332ھ) اور امام ابو احمد الحاکم (المتوئی 378ھ) کے ارشادات پیش خدمت ہیں۔ بعد میں چند متاخرین کے اقوال بھی ذکر کیے جائیں گے۔ علامہ ابن عقدہ فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص

<sup>1</sup> هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 679.

تمیں ہزار احادیث بھی لکھ ڈالے، تب بھی وہ محمد بن اسماعیل کی کتاب ”التاریخ الکبیر“ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر عسکری کے بقول امام ابو احمد الحاکم ”الکنی“، میں رقم طراز ہیں کہ محمد بن اسماعیل کا شمار جمع احادیث اور معرفت احادیث میں ممتاز ائمہ میں ہوتا ہے۔ اگر میں یوں کہوں کہ میں نے فصاحت و بлагوت اور حسن بیان میں ان کی تصنیف جیسی کوئی اور تصنیف نہیں دیکھی تو یہ بالکل صحیح ہو گا۔<sup>2</sup>

امام ابو احمد الحاکم ہی کا کہنا ہے کہ امام بخاری پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے، انہوں نے علم حدیث کے لیے قواعد اور اصول تیار کر کے عام فہم انداز میں پیش کیے۔ ان کے بعد جس نے بھی اس شعبے میں کوئی کام کیا، اس نے امام بخاری کی کتاب ہی سے رہنمائی لی جیسا کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب صحیح مسلم کا اکثر حصہ امام بخاری کی کتاب الجامع الصحیح ہی سے جدا گانہ اسلوب اختیار کر کے اخذ کیا ہے، اور اس سلسلے میں نہایت محنت سے کام لے کر امام بخاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اسناد کے علاوہ دیگر اسناد کا بھی تذکرہ کیا ہے (جس سے مزید بہت سی مفید چیزیں سامنے آ گئیں)۔<sup>3</sup>

علامہ عینی حنفی رضی اللہ عنہ (المتوفی 855ھ)

آپ فرماتے ہیں: ”وہ نامور حافظ حدیث ہیں، ناقد ہیں، صحیح اور ضعیف احادیث میں انتیاز کر سکتے ہیں، صاحب بصیرت ہیں، ثقہ علماء بھی ان کے اوصاف حمیدہ کی گواہی دیتے ہیں۔ معتبر مشائخ نے ان کی قوت حفظ کا اعتراض کیا ہے۔ علماء ان کے فضل و شرف سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انہوں نے جس معاملے میں بھی تنقید کی اس میں کسی نے

1 تاریخ بغداد: 8/2. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 684. 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678.

کبھی اختلاف نہیں کیا۔ وہ امام الہمام، ججۃ الاسلام، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ہیں۔“ مزید فرماتے ہیں کہ پوری دنیا کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین کتابیں ہیں۔ علمائے متقدمین و متاخرین صحیح بخاری کی مقبولیت پر متفق ہیں۔<sup>1</sup>

امام دارقطنی رضی اللہ عنہ

آپ کا بیان ہے۔

”امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم بھی ابھر کر مظہر عام پر نہ آتے۔“

امام مسلم نے تو امام بخاری ہی کی کتاب الجامع الصحیح میں مذکور احادیث کی اسناد کی تخریج کی اور کچھ اضافہ کر دیا۔

ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ

در ڈھنقار کی شرح ”ردا لمحتا“ کے مصنف علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: ”امام بخاری معجزات نبوی ﷺ میں سے ایک معجزہ ہیں کہ آپ ﷺ کی امت میں ایسا بے مثال شخص پیدا ہوا، جس کا وجود ایک نعمت کبریٰ ہے، جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ امام، مجتهد، ناقد اور صاحب بصیرت ہیں۔“ مزید فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی جلالت قدر اور حفظ و اتقان پر دنیا کے تمام ثقہ لوگ متفق ہیں۔<sup>2</sup>

اس حقیقت کو علامہ سکی نے ایک شعر میں واضح کر دیا ہے:

1 عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 7-5/1. 2 سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 111۔

”وہ مدح و ستائش سے بالا ہے۔ اتنا بالا کہ مدح و ستائش اب اس کا مقام و مرتبہ بڑھاتی نہیں بلکہ کچھ گھٹا ہی دیتی ہے۔“<sup>1</sup>

1 طبقات السبکی: 2/212.





## امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اوصاف اور اخلاق و عادات



- قوتِ حافظہ، علمی وسعت اور زود فہمی
- امام بخاری رضی اللہ عنہ کا عقیدہ
- ذوقِ عبادت
- اخلاق و عادات

## قوتِ حافظہ، علمی وسعت اور زود فہمی

### قوتِ حافظہ اور اس کا امتحان

امام بخاری رض کو بارگاہ الہی سے قوتِ حفظ اور زود فہمی کی صلاحیتیں ابتدائی عمر ہی میں عطا فرمادی گئی تھیں۔ محمد بن ابی حاتم کے سوال پر آپ نے خود بتایا: ”حفظِ حدیث کا شوق میرے دل میں اسی وقت ودیعت کر دیا گیا تھا جب میں ابھی طفیل مکتب تھا۔“ میں نے پوچھا: اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ جواب دیا: ”وہ برس یا اس سے بھی کم۔“ یہاں سے فراغت کے بعد میں بخارا کے بڑے بڑے اساتذہ، امام داخلی وغیرہ کے حلقہ درس میں جانے لگا۔

www.KitaboSunnat.com

ایک دن امام داخلی رض درس دیتے ہوئے ایک حدیث کی سند یوں پڑھنے لگے: سفیان عن أبي الزبیر عن إبراهیم۔ میں نے عرض کیا: ”عالیٰ جاہ! آپ اصل کتاب دیکھ لیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی غلطی ہے۔“ امام داخلی مجلس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اصل کتاب دیکھی، واپس آئے تو مجھ سے پوچھا: ”بیٹا! صحیح سند کیا ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”الزبیر بن عدی عن إبراهیم۔“ یہ جواب

۱ ان کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس نام کے کسی شخص کو میں نہیں

جانتا۔ (تعليق التعليق على صحيح البخاري: 5/387)

سن کر انہوں نے مجھ ہی سے قلم لیا اور اپنی کتاب میں تصحیح فرمائی، پھر مجھ سے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کہا۔“ امام بخاری سے پوچھا گیا کہ اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ فرمایا: ”گیارہ برس۔“<sup>1</sup>

ابوکبرالکلوزانی کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاری جیسا ذہین شخص کبھی نہیں دیکھا۔ آپ جو کتاب ہاتھ میں لیتے، ایک ہی نظر میں اس کی تمام احادیث یاد کر لیتے تھے۔<sup>2</sup> امام ابواحمد عبد اللہ بن عدی الحافظ کہتے ہیں کہ میں نے بغداد کے بہت سے شیوخ سے یہ بات سنی کہ امام بخاری جب بغداد تشریف لائے اور وہاں حدیث پڑھنے پڑھانے والے لوگوں کو آپ کی آمد کا پتا چلا تو انہوں نے آپ کے حافظے کا امتحان لینے کا منصوبہ بنایا۔ طے کردہ منصوبے کے مطابق ایک سوا حدیث کا انتخاب کر کے ان

ابوکبرالکلوزانی: ابوکبر محمد بن رزق اللہ الکلوزانی، یزید بن ہارون، محمد بن یوسف فربیابی، امام مالک اور امام لیث کے کاتبین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یوسف بن یعقوب التونوی، ابو حامد محمد بن ہارون حضری اور سعیجی بن محمد بن صاعد نے روایت کیا ہے۔ آپ کی وفات شوال 249ھ میں ہوئی۔ (تاریخ بغداد: 5/277).

یہ امام ابواحمد عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد بن مبارک ابن القطان الہجرجاني ہیں جو 277ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے 297ھ میں علم حدیث کے لیے پہلا سفر کیا۔ فن جرح و تعدیل کی شاندار تصنیف ”الکامل“ آپ ہی کی ہے۔ آپ محمد بن سعیجی المرزوqi، ابو یعلی الموصی اور ابوکبر بن خزیم سے روایت کرتے ہیں، اور خود آپ سے حمزہ بن یوسف اسکی اور آپ کے استاذ ابوالعباس بن عقدہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے جمادی الثانیہ 365ھ میں وفات پائی۔ (سیر أعلام النبلاء: 154/16).

1 تاریخ بغداد: 2/6، 7، و تہذیب الکمال: 16/89، و سیر أعلام النبلاء: 12/393، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 669. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/416، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 680.

کے متن اور اسناد میں اس طرح رو بدل کیا کہ ایک متن کی سند دوسرے متن کے ساتھ لگا دی اور دوسرے متن کی سند کسی اور متن سے جوڑ دی۔ یوں ایک سواحدیث کے متون اور اسناد کو آپس میں خلط ملٹ کر کے دس دس احادیث دس آدمیوں کے سپرد کر دیں۔

فیصلہ کیا گیا کہ تمام لوگ مجلس میں جمع ہو جائیں تو یہ دس افراد باری باری اپنی دس دس احادیث امام بخاری کے سامنے پیش کریں۔ امام صاحب سے بھی اس مجلس میں آنے کا وعدہ لے لیا گیا۔ مجلس برپا ہوئی۔ بغداد و خراسان کے علاوہ دیگر علاقوں کے لوگ بھی وہاں آئے اور اپنی اپنی نشتوں پر بیٹھ گئے۔ پھر ان دس افراد میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور تیار کردہ دس احادیث میں سے ایک حدیث امام بخاری کو سنائی۔ حدیث سن کر امام بخاری خلائق نے فرمایا:

”میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔“ اس کے بعد اس نے ایک ایک کر کے دس احادیث سنادیں۔ امام بخاری ہر حدیث کے بعد فرماتے رہے:

”میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔“

منصوبہ ساز لوگ ایک دوسرے کو کون انکھیوں سے دیکھ کر کہنے لگے:

”یہ شخص ہمارے منصوبے کو سمجھ گیا ہے۔“ لیکن جو لوگ اس منصوبے سے ناواقف تھے وہ امام بخاری کے بارے میں یہ خیال کرنے لگے کہ انھیں تو حدیث کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں۔ ہر بار یہی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا۔

اس کے بعد دوسرا آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے بھی خود ترتیب دی ہوئی احادیث یکے بعد دیگرے پیش کرنا شروع کر دیں۔ امام بخاری ہر حدیث کے بعد ایک ہی بات کہتے:

اس طرح دس کے دس آدمیوں نے اپنی اپنی احادیث باری باری پیش کر دیں۔ امام بخاری نے جب محسوس کیا کہ تمام لوگ فارغ ہو چکے ہیں تو وہ ان میں

سے پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ نے جو پہلی حدیث سنائی تھی وہ دراصل یوں ہے اور دوسری حدیث جو آپ نے پڑھی تھی وہ یوں ہے۔ اس طرح امام بخاری نے پہلے شخص کی دس کی دس احادیث کو اس کے پڑھے ہوئے متون اور اسناد کے ساتھ اسی کی ترتیب سے پڑھا اور انھیں غلط قرار دیا، پھر ان احادیث کے صحیح متون اور اصل اسناد پڑھ کر سنائیں۔

اس کے بعد امام صاحب دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی پیش کردہ دس احادیث ترتیب وار پڑھیں، پھر تمام احادیث کے متون اور اسناد کی صحیح کی، پھر تیسرا، چوتھے تھی کہ دس کے دس افراد کی پیش کردہ ایک سو احادیث، ہر ایک کی بیان کردہ ترتیب اور سند کے ساتھ پڑھیں، پھر ان سب احادیث کی صحیح بھی کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر تمام لوگ آپ کے زبردست حافظے اور قابلیت کے معرف ہو گئے۔<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: امام بخاری کی قابلیت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا اور یہ کوئی تعجب خیز معاملہ نہیں ہے کہ انھوں نے بیان کردہ احادیث کی صحیح کر دی بلکہ تعجب اس بات پر ہے کہ امام موصوف نے صرف ایک بار سن کر ان لوگوں کی غلط روایات، انھی کے الفاظ اور ترتیب سے یاد رکھیں۔<sup>2</sup>

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں:

”امام بخاری دورانِ تعلیم جو کچھ سنتے اسے حفظ کر لیتے تھے اور لکھتے نہ تھے۔“<sup>3</sup>

1 تاریخ بغداد: 21,20/2، و طبقات السبکی: 219,218، و سیر أعلام النبلاء: 12/409,408.

2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 679. 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری: 680.

## ایک اور امتحان

امام ابوالازہر بیان کرتے ہیں کہ سمرقند میں چار سو محدث قیام پذیر تھے۔ انہوں نے

سمرقند: یہ قدیم ماوراء انہر کا ایک مشہور بڑا شہر ہے۔ قدیم زمانے سے روی ترکستان میں اسی نام کے صوبے کا صدر مقام ہے۔ یہ شہر دیارے سعد (زرافش) کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ یورپی سیاحوں کے نزدیک یہ شہر جنت سے کم نہیں ہے۔ سکندر کے دور میں اسے ”مارا کندا“ کہا جاتا تھا۔ عرب کے قدیم افسانہ نگاروں کے نزدیک سکندر اس شہر کا بانی ہے۔ 91ھ میں قبیہ بن مسلم نے ایک لمبے عرصے تک اس کا محاصرہ جاری رکھا، بالآخر اسے فتح کر لیا اور اسے بخارا کے ساتھ ملا کر آئندہ فتوحات اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنادیا۔ 819ھ میں مامون الرشید نے ماوراء انہر (سمرقند) کی ولایت اسد بن سامان کے بیٹوں کو دے دی۔ اس کے بعد طویل عرصے تک یہ عہدہ سامانی خاندان میں رہا حتیٰ کہ امام علی بن احمد نے 287ھ میں باقاعدہ سامانی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں ماوراء انہر میں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ماوراء انہر کو اتنا عروج دوبارہ پائی سو سال بعد تیمور اور اس کے جانشینوں کے دور میں دیکھنا نصیب ہوا۔ اس وقت اسلامی دنیا کا تجارتی اور ثقافتی مرکز سمرقند ہی تھا۔ اس شہر کی ایک عمارت میں حضرت قشم بن عباس (رض) کا مقبرہ ہے۔ اس کے ساتھ ایک مسجد بھی ہے۔ حضرت قشم (رض) نے شہر والوں کو حضرت عثمان (رض) کے دور میں مسلمان کیا تھا۔ چنگیز خان نے بخارا کو تباہ کرنے کے بعد 617ھ میں سمرقند کو بھی لوٹ لیا۔ شہر کے اکثر باشندوں کو شہر بدر کر دیا۔ ایک دفعہ شہر ویران ہو گیا۔ دوبارہ تیمور کے دور (771ھ) میں پورے ماوراء انہر کا بول بالا ہوا۔ اس کے دور میں سمرقند دارالحکومت بنا۔ تیمور کے پوتے الغ بیگ (م: 853ھ) نے یہاں اپنا محل ”چهل ستون“ بنوا کر شہر کی رونق کو چار چاند لگا دیے۔ کچھ عرصہ ازبک خان شیبانی کے قبضے میں رہا، پھر 916ھ میں باہر قابض ہو گیا۔ اگلے ہی سال ازبک دوبارہ قابض ہو گئے۔ اس وقت یہ برائے نام دارالسلطنت تھا۔ ایک روی جرنیل (Kauffmann) نے 14 نومبر 1868ء کو سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ 1871ء میں اس کے ساتھ ہی مغرب میں ایک نیا روی شہر آباد ہوا۔ 1882ء میں پرانے قلعے کو از سرنو بحال کر دیا گیا۔ موجودہ دور میں سمرقند ازبکستان کا مشہور شہر ہے۔ ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند سے جنوب مغرب میں اور بخارا سے تقریباً 150 کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق میں یہ شہر آباد ہے۔ (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، جمیل البلدان)

بھی امام بخاری کو مغالطہ دینے کا پروگرام بنایا، چنانچہ انہوں نے شامی محدثین کی سندیں عراقی محدثین کی بیان کردہ احادیث کے ساتھ اور عراقی محدثین کی سندیں شامی محدثین کی بیان کردہ احادیث کے ساتھ جوڑ دیں۔ اسی طرح حریمین کے محدثین کی سندیں یمنی محدثین کی احادیث کے ساتھ خلط ملط کر دیں لیکن وہ امام بخاری کو چکر دینے میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ امام صاحب نے ان سب کی قلعی کھول دی۔<sup>1</sup>

کرمینیہ کے امام جعفر بن محمد القطان بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود امام بخاری سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے پڑھا ہے اور ہر ایک استاذ سے دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ احادیث پڑھی اور روایت کی ہیں۔ اس وقت میرے پاس جتنی بھی روایات ہیں ان سب کی اسناد بیان کر سکتا ہوں۔<sup>2</sup>

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ بخاری ہمارے ساتھ بصرہ کے مشائخ کے پاس پڑھنے جاتے تھے۔ آپ ابھی کم سن تھے، لکھتے بھی نہ تھے، اسی طرح کئی دن بیت گئے۔ ہم انھیں کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے ساتھ پڑھنے تو جاتے ہیں مگر لکھتے کچھ نہیں۔ اس طرح سبق کیسے یاد رکھتے ہیں؟ اس سوال کا جواب آپ نے سولہ دن کے بعد مرحمت فرمایا۔ آپ ہم سے مناطب ہوئے اور فرمایا: آپ لوگوں نے مجھ سے سبق یاد رکھنے کی بابت بہت پوچھا۔ اب آپ لوگوں کا اصرار بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ چلیے! اب آپ کی یا بھن رفع کیے دیتا ہوں۔ یوں کیجیے کہ اس وقت تک آپ حضرات جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ مجھے دکھائیے، چنانچہ ہم لوگوں نے اپنی لکھی ہوئی احادیث پیش کر دیں تو امام بخاری نے پندرہ ہزار سے زائد احادیث ہمیں زبانی سنادیں۔ ہم نے

1 سیر أعلام النبلاء: 12/411، وهدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 680. 2 طبقات الحنابلة:

275/1، وتاريخ بغداد: 10/2، وسیر أعلام النبلاء: 12/407.

آپ کی یادداشت کے مطابق اپنی کتابوں میں تصحیح کر لی۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: کیا آپ لوگ میرے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ میں یہاں یونہی بے کار آتا ہوں اور اپنا وقت ضائع کرتا ہوں؟ اس واقعے کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ علم حدیث میں کوئی شخص آپ سے آگئے نہیں بڑھ سکتا۔<sup>1</sup>

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے، حاشد بن اسماعیل اور دیگر محدثین کا بیان ہے کہ بصرہ کے فقہاء حدیث پڑھنے کے لیے امام بخاری کے پیچھے پیچھے، دوڑتے اور اصرار کر کے آپ کو راستے ہی میں بیٹھنے پر مجبور کر دیتے، پھر ہزاروں لوگ آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ ان میں اکثر وہ صاحبانِ کمال ہوتے تھے جن سے احادیث لکھی جاتی تھیں۔ ان دونوں آپ بالکل نو عمر تھے۔ ابھی آپ کی داڑھی بھی نہ لکھی تھی۔<sup>2</sup>

### و سعیت علمی اور زاد فہمی

امام یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں کہ اہل بصرہ نے امام بخاری تک سے درخواست کی کہ آپ ایک حلقہ درس قائم کریں تاکہ ہم لوگ آپ سے احادیث پڑھیں اور لکھیں۔ آپ نے ہامی بھر لی۔ دوسرے دن ہزار ہا لوگ جمع ہو گئے۔ آپ حسپ و عده تشریف لائے اور احادیث لکھوانے بیٹھے تو فرمایا: ”بصرہ والو! میں تو نوجوان ہوں (چاہیے تو یہ تھا کہ آپ حضرات کسی بزرگ عالم سے حدیث پڑھتے۔) بہر حال آپ نے احادیث بیان کرنے کے لیے کہا ہے تو میں آپ لوگوں کے شہر بصرہ ہی کے شیوخ کی روایت کر دہ احادیث بیان کروں گا۔ ان شاء اللہ! آپ سب ان تمام احادیث

1 طبقات الحنابلۃ: 1/277، 276، و تاریخ بغداد: 2/14، 15، و سیر اعلام النبلاء: 12/408، 409.

وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670. 2 طبقات الحنابلۃ: 1/277، و تهذیب الاسماء

واللغات: 1/70، و سیر اعلام النبلاء: 12/408.

سے مستفید ہوں گے۔“

پھر آپ نے فرمایا کہ عبداللہ (عبدان) بن عثمان بن جبلہ بن ابی رؤا د نے آپ ہی کے شہر میں ہمیں ایک حدیث سنائی جس کی سند حسب ذیل ہے: عبدالان بن عثمان نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے شعبہ سے، شعبہ نے منصور وغیرہ سے، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے حضرت انس رض سے حدیث بیان کی کہ ایک دیہاتی آدمی <sup>1</sup> نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلیمان کی خدمت میں آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلیمان نے اس سے دریافت فرمایا: ”تو نے اس کے لیے کتنی تیاری کی ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس (دن) کے لیے کچھ بھی تیار نہیں کیا۔ میرے پاس بہت زیادہ نمازیں ہیں نہ روزے، نہ میں نے بہت زیادہ صدقة کیا (محض فرض نمازیں، فرض روزے اور فرض زکاۃ و صدقہ ہی ادا کیا ہے)۔ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلیمان نے فرمایا: ”تو اسی کے ساتھ رہے گا جس سے تو محبت کرتا ہے۔“

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: یہ حدیث تمہارے پاس منصور کے واسطے سے مروی نہیں ہے بلکہ یہ منصور کے علاوہ کسی اور راوی کے ذریعے سے تمہارے پاس پہنچی ہے جس نے اسے سالم سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری اس مجلس میں اسی اسلوب اور ترتیب سے احادیث لکھواتے رہے۔ ہر حدیث بیان کرنے پر فرماتے کہ امام شعبہ نے یہ روایت

1 حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احتجال یہی ہے کہ اس آدمی کا نام صفوان بن قدامہ تھا۔ کیونکہ امام طبرانی نے انہی سے مروی حسب ذیل روایت ذکر کی ہے، جسے ابو عوانہ نے صحیح کہا ہے۔ روایت یہ ہے: صفوان بن قدامہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلیمان نے اس سے فرمایا: ”آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔“ (فتح الباری: 10/686)

یوں بیان کی ہے، البتہ فلاں محدث کی بیان کردہ روایت آپ کے پاس نہیں ہے۔<sup>1</sup> امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام بخاری نے کتاب الہبہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ امام وکیع کی کتاب میں ”ہبہ“ کے مسئلے پر صرف دو یا تین احادیث سندا بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح امام عبدالله بن مبارک کی کتاب الہبہ میں پانچ احادیث مذکور ہیں، جبکہ میری اس کتاب میں پانچ سو بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ احادیث موجود ہیں۔<sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”ایک دن میں نے حضرت انس بن مالک کے شاگردوں کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو مجھے ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے تین سو افراد یاد آگئے۔“<sup>3</sup> محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام بخاری سے سنا:

”میں جب بھی کسی شیخ کے پاس گیا ہوں تو جتنا فائدہ میں نے ان سے اٹھایا، اس سے کہیں زیادہ فائدہ انھوں نے مجھ سے اٹھایا ہے۔“<sup>4</sup>

علامہ فربی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سن، وہ فرماتے تھے:

1 تاریخ بغداد: 2/15, 16، و طبقات السیکی: 2/219، و سیر اعلام النبلا: 12/409, 410، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 680. اس واقعے میں درج سیدنا انس بن مالک کی بیان کردہ واقعہ اور اس کی سند کے لیے دیکھیے: صحيح البخاری، الأدب، باب علامة الحب في الله..... حدیث: 6171، و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب، حدیث: 2639، البتہ صحیح بخاری کی سند میں شعبہ نے عمرو بن مروہ سے روایت بیان کی ہے۔ 2 سیر اعلام النبلا: 12/411, 410/12، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681. 3 سیر اعلام النبلا: 12/411.

4 سیر اعلام النبلا: 12/411، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681.

”میں نے اپنے آپ کو امام علی بن مدینی کے سوا کبھی کسی کے سامنے کم تر محسوس نہیں کیا۔ لیکن کبھی کبھار میں انھیں بھی ایسی احادیث سنادیتا تھا جو ان کے لیے نئی ہوتی تھیں۔“<sup>1</sup>

والی بخارا ائمہ بن ابی جعفر کا بیان ہے کہ امام بخاری نے ایک دفعہ فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں بصرہ میں سنی ہوئی حدیث شام پہنچ کر لکھتا ہوں اور شام میں سنی ہوئی حدیث مصرجا کر قلم بند کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ پوری کی پوری حدیث لکھتے تھے؟ آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔<sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک دن امام بخاری نے فرمایا: میں گز شتر رات اس وقت تک نہیں سویا جب تک کہ میں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی تمام حدیثوں کی گنتی پوری نہیں کر لی۔ یہ دو لاکھ احادیث تھیں۔<sup>3</sup>

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں اپنی بیاض میں کوئی واقعہ درج کرنے سے پہلے اسے زبانی یاد کر لیتا تھا۔

محمد بن ابی حاتم کے بقول آپ نے فرمایا:

”میں نے کتاب الاعتصام ایک ہی رات میں لکھی ہے۔“

1 تاریخ بغداد: 2/17، و سیر اعلام النبلاء: 12/411. 2 تاریخ بغداد: 2/11، و سیر اعلام النبلاء: 12/411، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 681. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/412، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 681.

محمد بن ابی حاتم ہی کا بیان ہے کہ امام بخاری نے فرمایا: انسان کو پیش آنے والے تمام مسائل کا حل قرآن و سنت میں موجود ہے۔ میں نے پوچھا: کیا اس کی معرفت (حاصل کرنا) ممکن ہے؟ فرمایا: ہاں! <sup>۱</sup> اس سے امام بخاری رض کی وسعت نظر، کتاب و سنت پر استحضار اور ان سے استنباط و استدلال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ محمد بن ابی حاتم مزید کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں بخ گیا۔ وہاں حدیث پڑھانے والے اساتذہ کرام نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں ان تمام محدثین کی ایک ایک حدیث سناؤں جن سے میں نے احادیث لکھی ہیں، چنانچہ میں نے ایک ہزار احادیث لکھوادیں کیونکہ میں نے ایک ہزار اساتذہ سے پڑھا تھا۔ <sup>۲</sup>

محمد بن ابی حاتم ہی کے بقول امام بخاری نے فرمایا: ”میں ایک دن امام فریابی کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ انہوں نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی:

”سفیان نے ہمیں ابو عروہ سے، انہوں نے ابوالخطاب سے اور انہوں نے ابو حمزہ رض سے بیان کیا ہے کہ بے شک نبی ﷺ اپنی ازواج کے پاس جاتے اور (آخر میں) ایک ہی غسل کرتے۔“

حاضرین مجلس میں سے میرے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا کہ ابو عروہ، ابوالخطاب اور ابو حمزہ سے کون مراد ہیں، چنانچہ میں نے بتایا کہ ابو عروہ سے مراد عمر بن راشد اور ابوالخطاب سے مراد قمادہ بن دعامہ اور ابو حمزہ سے حضرت انس بن مالک مراد ہیں۔ امام سفیان

<sup>۱</sup> سیر أعلام النبلاء: 412/12، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681. <sup>۲</sup> سیر أعلام النبلاء: 12/414.

ثوری اکثر مشہور راویوں کے نام کے بجائے ان کی کہیوں کا ذکر فرماتے تھے۔<sup>1</sup>

### استحضار اور فقاہت

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: ”امام اسحاق بن راہویہ سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اگر بھول کر بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ امام اسحاق بن راہویہ کچھ دیر خاموش رہے اور سوچنے لگے۔ یہ مسئلہ ان کے لیے الجھن کا باعث ہو گیا۔ میں نے ان کی خدمت میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد پیش کیا:

”لوں میں اٹھنے والے خیالات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ میری امت کا مواخذہ نہیں کرے گا جب تک ان خیالات کے مطابق کوئی شخص اس پر عمل نہ کرے یا اس کے متعلق بات نہ کرے۔“

اس ارشاد نبوی کا منشاء یہ ہے کہ تین میں سے دو امور جمع ہوں تو عمل بنے گا، یعنی عمل اور دل یا کلام اور دل۔ اس اصول کی بنیاد پر چونکہ طلاق دینے والے شخص نے دل سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، لہذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔ یہ سن کر امام اسحاق نے فرمایا: آپ نے مجھے بڑا حوصلہ دیا اور طاقت بخشی ہے۔ پھر اس کے مطابق فتویٰ جاری کر دیا۔<sup>2</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 413/12، وهدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 670، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت ملاحظہ کیجیے: صحيح البخاری، الغسل، باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق وغیره، حدیث: 284، وصحیح مسلم، الحیض، باب جواز نوم الجنب.....، حدیث: 309.

2 هدی الساري مقدمة فتح الباري، ص: 676، وسیر أعلام النبلاء: 414/12، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے لیے دیکھیے: صحيح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق وآلکرہ.....، حدیث: 5269، وصحیح مسلم، الإيمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب إذا لم تستقر، حدیث: 127.

محمد بن ابی حاتم ہی کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے شیخ اسماعیل بن ابی اویس کی کتاب سے چند احادیث منتخب کیں تو وہ لوگوں کو انتہائی خوشی سے بتایا کرتے تھے کہ ”یہ احادیث وہ ہیں جو محمد بن اسماعیل نے میری کتاب سے منتخب کی ہیں۔“<sup>1</sup>

امام فربی نے بتایا کہ میں نے استاذ عبداللہ بن منیر کو امام بخاری سے احادیث لکھتے دیکھا۔ ابن منیر فرمایا کرتے تھے: ”میں

محمد بن اسماعیل کے شاگردوں میں سے ہوں۔“ حالانکہ وہ امام بخاری کے استاذ تھے۔<sup>2</sup> امام بخاری نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں ان سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ مذکورہ روایات امام بخاری کی علمی و سعتوں کی دلیل ہیں۔

امام ابو بکر مدینی کا قول ہے کہ ہم لوگ نیشاپور میں امام اسحاق بن راہو یہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ امام بخاری بھی وہاں موجود تھے۔ امام اسحاق نے ایک حدیث بیان فرمائی۔ حدیث کی سند میں صحابی سے پہلے عطاء الکھوارانی راوی کا ذکر تھا۔ امام اسحاق نے امام بخاری سے پوچھا: یہ کھواران کیا ہے؟ امام بخاری نے جواب دیا: یہ یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رض نے ابو بکر نامی ایک شخص کو ادھر کسی کام سے بھیجا تھا۔ اُس کا کھواران گاؤں سے گزر ہوا، وہاں عطا، نامی ایک آدمی نے اس سے دو احادیث سنی تھیں۔ امام اسحاق نے فرمایا: ابو عبداللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ اس وقت وہاں موجود تھے۔<sup>3</sup>

١ هدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 674. ٢ سير أعلام النبلاء: 415/12، و هدي الساري مقدمة فتح الباري 677,676. ٣ تاريخ بغداد: 8/2، و سير أعلام النبلاء: 415/12، و هدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 676.

محمد بن حمدویہ نے محمد بن اسماعیل سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث آز بر ہیں۔<sup>1</sup>

امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات امام بخاری زبانی سنی کہ میں اس وقت تک حدیث پڑھانے کے لیے نہیں بیٹھا جب تک میں نے صحیح اور ضعیف احادیث کو پہچان نہیں لیا۔ میں نے بہت سی فقہی کتب بھی دیکھیں۔ میں تقریباً پانچ مرتبہ بصرہ گیا۔ وہاں کے اساتذہ کی تمام صحیح احادیث نقل کر چکا ہوں۔ صرف وہی حدیث نہیں لکھ سکا جس کا مجھے پتا نہیں چل سکا۔<sup>2</sup>

امام علی بن حسین بن عاصم البیکنڈی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امام بخاری ہمارے ہاں تشریف لائے۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے امام اسحاق بن راہویہ کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ میں اپنی کتاب میں لکھی ہوئی 70 ہزار احادیث کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا: ”کیا تمھیں اس بات پر حیرت ہو رہی ہے؟ ممکن ہے اس دور میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو اپنی کتاب کی دو لاکھ حدیثیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔“ اس سے امام بخاری کی خود اپنی ذات مراد تھی۔<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ حافظ رجاء آئے اور امام بخاری کے پاس چلے گئے۔ ان سے پوچھنے لگے کہ آپ کو میری آمد کا پتا چلا تو آپ نے کیا گمان کیا؟ کوئی نیا مسئلہ سو جھا؟ امام بخاری نے فرمایا: مجھے تو کوئی نئی بات نہیں سو جھی، نہ میں اس کے لیے تیار ہوا،

1 طبقات الحنابۃ: 1/275، و تاریخ بغداد: 2/25، و سیر أعلام النبلاء: 12/415، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681۔ 2 سیر أعلام النبلاء: 12/416۔ 3 تاریخ بغداد: 2/25، و طبقات السبکی: 2/218، و سیر أعلام النبلاء: 12/416، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681۔

البته آپ کوئی بات پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھ لیں۔ حافظ رجاء نے کئی مسائل میں بحث و مناظرہ شروع کر دیا حتیٰ کہ حافظ رجاء کو یہ احساس بھی نہ رہا کہ وہ کیا کچھ پوچھ لے چکے ہیں اور کیا کچھ پوچھنا باقی ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: مزید کچھ پوچھنا ہے؟ انہوں نے ندامت کے ساتھ کہا: جی ہاں۔ امام بخاری نے فرمایا: پوچھ بیجی۔ حافظ رجاء نے ایوب نامی افراد کے متعلق سوال کیا اور ساتھ ہی ایوب نامی 13 افراد گنوائے۔ امام بخاری خاموشی سے سنتے رہے، جب وہ خاموش ہوئے تو امام بخاری نے فرمایا: آپ نے یہ نام جمع کیے ہیں۔ رجاء سمجھے کہ انہوں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، چنانچہ امام بخاری سے کہا: آپ تو بڑی قیمتی چیز کھو بیٹھے ہیں (کہ آپ ایوب نامی اتنے افراد کو جانتے ہی نہیں)۔ اب امام بخاری کی باری تھی۔ آپ نے حافظ رجاء کے بیان کردہ افراد کی فہرست میں مزید سات آٹھ ناموں کا اضافہ کر دیا، پھر ساٹھ سے زیادہ ایسے لوگوں کے نام بتائے جنھیں حافظ رجاء جانتے ہی نہ تھے۔ اس کے بعد حافظ رجاء نے امام بخاری سے پوچھا کہ سیاہ عمامہ کے متعلق آپ کے پاس کتنی روایات ہیں؟ امام بخاری نے فرمایا: پہلے آپ بتائیں کہ آپ کے پاس کتنی ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا: ہمارے پاس تو چالیس ہیں۔ یہ کرن کر حافظ رجاء اتنے نادم ہوئے کہ ان کا گلہ حلق خشک ہو گیا۔<sup>1</sup>

ایک دفعہ امام بخاری نے فرمایا:

”اگر مجھ سے کہا جائے کہ احادیث سناؤ، تو میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھوں گا یہاں

1 سیر أعلام النبلاء: 12/413, 414

تک کہ صرف نماز کے موضوع پر دس ہزار احادیث پیش کر دوں۔”<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے اپنی تصنیف میں جو کچھ لکھا ہے کیا وہ سب کچھ آپ کو یاد ہے؟ فرمایا: ”میری کتابوں میں جو کچھ بھی ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں نے اپنی تمام کتابیں تین دفعہ مرتب کی ہیں۔”<sup>2</sup>

صحیح بخاری کے متعلق آپ نے فرمایا:

”یہ کتاب تقریباً چھ لاکھ احادیث میں سے منتخب احادیث پر مشتمل ہے۔”<sup>3</sup>

صحیح بخاری کی تبویب اور امام بخاری کی نقاہت

امام بخاری رض کو حدیث میں مہارت کی وجہ سے ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کا لقب تو مل ہی چکا ہے لیکن آپ فقہ میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اس معاملے میں تمام علمائے حدیث آپ کو اپنا پیشوامانتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ، آپ کے ہم عصر اور آپ کے بعد کے محدثین، سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ فقہ میں یہ طویل رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں گزشتہ صفحات میں آپ کے بارے میں علماء کے ارشادات نقل کیے جا چکے ہیں۔

الجامع الصحيح کے ابواب نے اہل علم کو اس بات پر حیران کر دیا ہے کہ امام مسعود نے یہ ابواب، روشن ذہن اور کتنی باریک بینی سے قائم کیے ہیں۔ علماء میں یہ فقرہ مشہور ہے کہ ”امام بخاری کی فقہ صحیح بخاری کے

1. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681. 2. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681،

و سیر أعلام النبلاء: 12/403، وتاريخ بغداد: 2/9. 3. سیر أعلام النبلاء: 12/402.

ابواب سے مترشح ہوتی ہے۔“ بہت سے حضرات نے اپنی تصنیف کا عنوان ہی صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی شرح بنایا ہے، مثلاً: المتواری علی تراجم البخاری، فک اغراض البخاری المبہمة فی الجمع بین الحديث والترجمة اور شرح تراجم أبواب صحيح البخاری وغيرها۔

امام صاحب سے یہ بات بھی منقول ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک اور آپ کے منبر کے درمیان بیٹھ کر تراجم ابواب (عنوانات) تحریر کیے ہیں۔ امام صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ ہر باب لکھنے سے پہلے دور کعت نماز بطور استخارہ پڑھتے تھے۔<sup>1</sup>

الجامع الصحيح میں سے چند ابواب اور بعض علماء کے اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں تاکہ امام صاحب کی ذہنی گہرائی اور گیرائی آسانی سے سمجھی جاسکے۔  
امام صاحب نے الجامع الصحيح میں ایک باب قائم کیا ہے:

”اس شخص کے متعلق باب جو سائل کے سوال سے زیادہ جواب دے۔“ امام بخاری نے اس عنوان کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا:

1 سیر أعلام النبلاء: 12/404.

”محرم کیسا لباس پہنے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قیص پہنے نہ شلوار، پگڑی پاندھے نہ ٹوپی والا کوٹ اوڑھے۔ نہ زرد رنگ یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا استعمال کرے۔ جو تے میسر نہ ہوں تو موزے پہن لے اور انھیں کاٹ کر ٹخنوں کے برابر کر لے۔“<sup>1</sup>

ابن منیر کہتے ہیں کہ مذکورہ باب (یا عنوان) سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کے مطابق جواب ضروری نہیں۔ بلکہ جب سوال خاص ہو تو جواب عام دینا بھی جائز ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر مفتی سے کوئی خاص مسئلہ سمجھنے کے لیے سوال کیا جائے اور مفتی یہ محسوس کرے کہ سائل اپنے سوال کے جواب سے کوئی اور نتیجہ بھی اخذ کر سکتا ہے تو پھر سوال کا جواب تفصیل سے دینا چاہیے۔ اسی اصول کے عین مطابق نبی کریم ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

گویا سوال تو محروم کے لباس کے بارے میں تھا تو اس کے جواب میں اضطراری حالت کا بھی ذکر کر دیا کیونکہ سفر میں ممکن ہے کہ جوتا نہ ہو، موزے ہوں تو اس کی وضاحت بھی کر دی گئی، اور اس کا حل بھی پیش کر دیا گیا۔

امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کے فرمان گرامی سے یہ نکتہ اخذ کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سائل کے سوال کا جواب بھی دیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ باتیں بھی بتا دیں جن کا جانتا سائل کے لیے ضروری تھا، ہر چند سائل نے وہ باتیں پوچھی نہ تھیں۔ اسی حدیث کو مدنظر رکھ کر امام صاحب نے یہ پیش کیا ہے کہ سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب

1 صحیح البخاری، العلم، باب من أجاب السائل بأكثر مما سأله، حدیث: 134.

دیا جا سکتا ہے۔

\* امام بخاری نے الجامع الصحیح میں ایک اور باب قائم کیا:

اس باب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث بیان

فرمانی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوڑے کے ایک ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر پانی منگوایا اور وضو کیا۔<sup>1</sup> اس باب میں امام صاحب بھی ایک حدیث لائے ہیں اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں لائے۔ اس لیے کہ جب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے تو بیٹھ کر پیشاب کرنا بالا ولی جائز ہوا۔

امام صاحب بھی ایسی حدیث کا باب میں اشارہ کر دیتے ہیں جو ان کی شرط پر پورا نہیں اترتی۔ اسی نوعیت کی یہ بھی ایک مثال ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت فرماتے ہیں کہ شاید لفظ ”قاعدًا“ سے عبدالرحمن بن حسنة رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا: دیکھو!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرح (بیٹھ کر) پیشاب کر رہے ہیں۔“<sup>2</sup>

امام ابن ماجہ نے اپنے ایک شیخ (احمد بن عبدالرحمن) کے حوالے سے یہ بتایا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا عربوں کا معمول تھا۔<sup>3</sup> عبدالرحمن بن حسنة رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا

1 صحیح البخاری، الوضوء، باب البول قائمًا وقاعدًا، حدیث: 224. 2 سنن نسائی،

الطهارة، باب البول فی الیت جالسًا، حدیث: 30، و سنن ابن ماجہ، الطهارة و سنتها، باب

التشدید فی البول، حدیث: 346. 3 سنن ابن ماجہ، الطهارة و سنتها، باب فی البول قاعدًا،

حدیث: 309.

روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ عربوں کی عادت کے بر عکس بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے کیونکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں حیا بھی ہے، پرده داری بھی ہے اور پیشاب کی چھینٹوں سے حفاظت بھی ہے۔<sup>1</sup>

\* اسی طرح امام بخاری نے ایک اور باب قائم کیا ہے:

”نماز کے لیے مکہ وغیرہ میں سترہ بنانا۔“ اس عنوان

کے تحت انھوں نے حضرت ابو جیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے۔ روایت یہ ہے کہ ”ایک دن نبی کریم ﷺ دو پہر کے وقت مکہ کی وادی بطحاء میں تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ نے اپنے سامنے نیزہ گاڑا ہوا تھا۔ (اس سے پہلے) جب آپ ﷺ وضو فرمانے لگے تو لوگ آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو اپنے جسموں سے مل رہے تھے۔“<sup>2</sup>

اس کی تشرع میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ امام بخاری مذکورہ بالا باب قائم کر کے اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں جو امام عبدالرزاق کی کتاب ”المصنف“ کے باب:

قطع نہیں کر سکتی۔“ سے پیدا ہوتی ہے، چنانچہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ نے عمر بن قیس سے ایک روایت نقل کی ہے۔ ان کے بقول یہ حدیث کثیر بن کثیر بن مطلب نے اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ ان (مطلوب) کا کہنا ہے: ”میں نے نبی ﷺ کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ لوگ آپ کے اور قبلہ کے مابین بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، جب کہ آپ کے اور لوگوں کے درمیان کوئی سترہ نہ تھا۔“<sup>3</sup>

1. فتح الباری: 427/1. 2. صحیح البخاری، الصلاة، باب السترة بمکہ وغیرہا، حدیث:

3. المصنف لعبدالرزاق: 35/501

یہ روایت کثیر بن کثیر رض کی اسی سند کے ساتھ ابن جریح کے واسطے سے اصحاب اسنن، یعنی ابن ماجہ، ابو داود اورنسانی نے بھی نقل کی ہے۔<sup>1</sup> اس کے راوی تو شفیق ہیں، البتہ روایت معلول ہے۔ شیخ البانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔<sup>2</sup>

اسی طرح امام بخاری نے ایک اور عنوان قائم کیا ہے:

”امام کا نماز کے بعد دائیں یا بائیں طرف مڑنا۔“

اس باب میں حضرت انس رض کا عمل متعلقاً نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس رض (نماز پڑھا کر) کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف مڑتے تھے اور جو امام ہمیشہ دائیں جانب ہی مڑنا ضروری خیال کرتا تھا اسے میوب ٹھہراتے تھے۔ اس باب کے تحت انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

”(نماز پڑھانے والا) کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے کہ وہ نماز سے فراغت پر صرف دائیں طرف ہی مڑنے کو ضروری خیال کر لے کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرتبہ دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں طرف

1 سنن أبي داود، المنساک، باب فی مکة، حدیث: 2016، وسنن النسائي، مناسك الحج، باب أین یصلی رکعتی الطواف، حدیث: 2962، وسنن ابن ماجہ، المنساک، باب الرکعتین بعد الطواف ، حدیث: 2958. 2 فتح الباری: 1/745، وضعیف سنن أبي داود (مفصل)، حدیث: 344.

مڑتے تھے۔<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر جملہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس بن علیؓ کا مذکورہ بالا اثر (قول) بظاہر اسماعیل بن عبد الرحمن السدی کے اس بیان کے خلاف معلوم ہوتا ہے جو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ اسماعیل بن عبد الرحمن السدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن علیؓ سے پوچھا کہ میں نماز کے بعد دائیں جانب پھر وہ یا باعیں جانب؟ حضرت انس بن علیؓ نے فرمایا:

”میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو عموماً نماز کے بعد دائیں جانب مڑتے دیکھا ہے۔“<sup>2</sup>  
 ان دونوں روایات میں مطابقت یوں پیدا ہوگی کہ جو شخص دائیں جانب مڑنے کو واجب خیال کرتا ہے حضرت انس بن علیؓ کے اس عمل کو معیوب سمجھتے تھے، البتہ اگر کوئی شخص دونوں جانب مڑنے کو برابر سمجھے اور کسی ایک طرف مڑنے کو دوسری صورت پر ترجیح نہ دے تو پھر دائیں طرف مڑنا بہتر ہے۔<sup>3</sup>

\* امام بخاری نے ایک اور باب قائم کیا:

”جمعہ کے دن مسواک کرنا۔“

امام بخاری نے یہاں ابوسعید خدريؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ مسواک سے دانقوں کی صفائی کرتے تھے۔ اس کے بعد ذیل کی تین احادیث نقل کی ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1 صحیح البخاری، الأذان، باب الانفال والانصراف عن اليمين والشمال، حدیث: 852.

2 صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الانصراف من الصلاة عن اليمين والشمال،

حدیث: 707. 3 فتح الباری: 2/436.

”اگر میں اپنی امت کے لیے باعث مشقت نہ سمجھتا تو ہر نماز کے ساتھ مساوک کرنے کا حکم دیتا۔“

”حضرت انس رض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نے فرمایا:

”میں آپ کو مساوک کے بارے میں بہت تلقین کر چکا ہوں۔“

حضرت حذیفہ رض کہتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام جب رات کو بیدار ہوتے تو اپنے دہن مبارک کو صاف کرتے۔“<sup>1</sup>

مذکورہ بالا تینوں احادیث سے بظاہر جمعہ کے دن مساوک کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ کُل صَلَاتٍ میں جمعہ بھی شامل ہے۔ زین بن مُنیر کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن ظاہری صفائی اور ترکیں و آرائش کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ خصوصاً صاف لباس پہننا اور خوشبو لگانا۔ مگر انسان اپنے منہ سے ذکر و مناجات کرتا ہے، اس لیے اس کی صفائی تو اور بھی ضروری ہے تاکہ منہ کی بدبو دور ہو جو انسانوں کے علاوہ فرشتوں کو بھی اذیت دیتی ہے۔<sup>2</sup>

1 صحيح البخاري، الجمعة، باب المساوک يوم الجمعة، حديث: 887-889. 2 فتح الباري:

•

## امام بخاری رض کا عقیدہ

ایمان کے بارے میں عقیدہ

ایمان کے بارے میں امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے: ”یہ قول اور عمل کا مجموعہ ہے۔ یہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔“ اپنے اس موقف کی تائید میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کیا ہے:

”تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ مزید ایمان کا اضافہ ہو۔“<sup>1</sup>

اس سلسلے میں امام بخاری نے اور بھی دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا:

”اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔“ آپ نے فرمایا:

”اللہ کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے

عداوت ایمان کا حصہ ہے۔“ اپنے اس موقف کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ذیل کے دلائل، و واقعات اور اقوال درج کیے ہیں:

① حضرت عمر بن عبد العزیز رض نے عدی بن عدی کو لکھا کہ ایمان: فرائض، احکام،

1. الفتح 4:48

حدود اور سنن کا نام ہے۔ جس نے انھیں پورا کیا اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے انھیں مکمل نہ کیا اس نے ایمان کی تکمیل نہیں کی۔ اگر میں زندہ رہا تو یہ باتیں ذرا وضاحت سے بیان کر دوں گا تاکہ تم ان پر عمل کر سکو۔ لیکن اگر مجھے موت آگئی تو مجھے تمہارے پاس رہنے کا ہرگز شوق نہ ہو گا۔

② حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان کردہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

”اور تاکہ مجھے اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔“<sup>1</sup>

③ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (اسود بن ہلال بن علیؑ سے) فرماتے: ”ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ہم ایمان میں اضافہ کریں۔“

④ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”الیقین سارے کا سارا ایمان ہی تو ہے۔“

⑤ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ مومن اس وقت تک تقوے کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک وہ اس چیز کو چھوڑ نہ دے جو اس کے دل میں کھلکھلی ہو۔

⑥ امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا ہے:

”اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جسے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا۔“<sup>2</sup>

پھر فرمایا: ”(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) اے محمد! ہم نے آپ کو اور نوح علیہ السلام کو ایک ہی دین کا حکم دیا تھا۔“<sup>3</sup>

1 البقرة: 260. 2 الشوری: 42:13. 3 صحیح بخاری میں موجود عبارت:

کو حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے تصحیف قرار دیا ہے اور کئی کتب کے حوالے سے اصل ہے۔

## ⑦ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا:

1

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شریعت اور راہ عمل ہی ہمارا راستہ اور طریق کارہے۔<sup>2</sup>  
 اس کے بعد امام بخاری نے ایمان کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے لکھا:  
 یعنی دعا کا عمل بھی ایمان ہے۔

اس باب کے بعد آپ نے قائم کیا۔ اس میں آپ نے ثابت کیا کہ ایمان کئی شعبوں پر مشتمل ہے۔ ان سب کی تکمیل ہی سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ اگر ان میں کمی ہو تو ایمان بھی ناقص ہوتا ہے۔<sup>3</sup>

اس کے بعد ایک باب میں فرمایا کہ انصار سے محبت، ایمان کی علامت ہے۔ اس عنوان کے تحت آپ نے فرمایا: انصار سے محبت ایمان کا جز ہے اور یہ محبت ایمان کی دلیل ہے۔<sup>4</sup>  
 آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایمان میں تقاضل، یعنی کمی بیشی ہوتی ہے، چنانچہ بعض لوگ ایمان کے حوالے سے اس کی چوٹی تک پہنچ جاتے ہیں، یعنی نہایت کامل الایمان ہوتے ہیں، جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا ہے۔ اس کے لیے آپ نے باب قائم کیا:

<sup>5</sup> یعنی اہل ایمان کی اعمال میں ایک دوسرے سے

”امے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور اپنے انبیاء کو یہی حکم دیا ہے۔“ اور حافظ ابن حجر نے اسے ہی درست قرار دیا ہے کیونکہ پیش کردہ آیت میں صرف نوح عليه السلام کا ذکر نہیں بلکہ انبیاء کے کرام کا ذکر ہے، پھر امام مجاہد متعدد انبیاء کے کرام یعنی ملائکہ کے لیے واحد کی ضمیر کیسے لاسکتے ہیں۔ (فتح الباری: 68/1)

1 المآندة 5:48. 2 فتح الباری: 64/1، الایمان، باب قول النبي ﷺ:

3 فتح الباری: 69/71. 4 فتح الباری: 86/88-89. 5 فتح الباری: 99/1.

درجات کے لحاظ سے فضیلت۔

امام صاحب کا یہ بھی عقیدہ ہے:

”اسلام اور ایمان جب دونوں کسی عبارت میں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو الگ الگ معنی پر دلالت کرتے ہیں اور جب دونوں علیحدہ علیحدہ عبارت میں آئے ہوں تو ایک ہی معنی مراد ہوتے ہیں۔ آپ نے یہ موقف ظاہر کرتے ہوئے صحیح بخاری میں یہ باب قائم کیا ہے

(الحجرات 49:14) یعنی کبھی لفظ اسلام سے اس کے حقیقی و شرعی معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ ظاہری اطاعت یا جان کے ڈر سے مان لینا مراد ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں فرمایا: ”گنوار لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، کہہ دیجیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو: ہم اسلام لائے۔“<sup>1</sup> لیکن اسلام جب اپنے حقیقی (شرعی) معنی میں ہو گا تو اس سے مراد وہ اسلام ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ”بے شک اللہ کے نزدیک سچا دین اسلام ہے۔“<sup>2</sup>

اسی طرح کفر دون کفر ”کفر کی بھی کئی اقسام ہیں۔“ امام صاحب کا عقیدہ ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے آپ نے باب باندھا:

<sup>3</sup> مقصود یہ بتانا ہے کہ جس طرح فرمان برداری ایمان کی علامت ہے، اسی طرح نافرمانی کفر کی علامت ہے۔ لیکن محض نافرمانی خروج عن الملة (دارة اسلام سے خروج) نہیں ہے۔

آپ یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ گناہ جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں اور گناہ کے مرتكب

1 الحجرات 49:14. 2 فتح الباری: 1/108. 3 فتح الباری: 1/113.

کسی بھی شخص کو اس وقت تک ”کافر اور خارج عن الملة“ نہیں کہہ سکتے جب تک وہ شرک کا ارتکاب نہ کرے۔ اس کی وضاحت کے لیے انھوں نے یہ باب باندھا:

۱

امام بخاری انہی اساتذہ سے احادیث لیتے تھے جن کا عقیدہ مذکورہ تو ضیحات کے مطابق ہوتا تھا۔

امام بخاری ہر لشکر جماز، عراق، شام اور مصر کے ایک ہزار سے زیادہ افراد سے ملے اور آپ نے وہاں کے بہت سے محدثین اور مشائخ کے نام بھی گنوائے، پھر آپ نے فرمایا: ”ان حضرات میں سے مجھے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو ان ابدی سچائیوں سے اختلاف رکھتا ہو:

- ① ”دین، قول اور عمل کا نام ہے۔“
- ② ”قرآن، اللہ کا کلام ہے۔“<sup>3</sup>

اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی فرمایا: میں نے ایک ہزار 80 افراد سے احادیث نقل کی ہیں۔ وہ سب کے سب محدث تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور یہ لکھتا بڑھتا بھی ہے۔<sup>2</sup>

قرآن مجید کے بارے میں امام بخاری کا عقیدہ

قرآن مجید کے متعلق امام بخاری کا عقیدہ یہ تھا کہ ”یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی

۱ فتح الباری: 1/115۔ ۲ سیر أعلام النبلاء: 12/408,407۔ یہ واقعہ تفصیلی طور پر ”امام

بخاری ہر لشکر کے حصول علم کے لیے سفر“ کے تحت گزر چکا ہے۔ ۳ سیر أعلام النبلاء: 12/395، و

ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670۔

خلوق نہیں ہے۔“

امام محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سن: جو شخص میرے متعلق یہ کہے کہ میں قرآن کے بارے میں یہ کہتا ہوں:

”قرآن کے جن الفاظ کو میں پڑھوں وہ مخلوق ہیں۔“ وہ جھوٹا ہے کیونکہ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ ابن نصر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے گزارش کی کہ لوگ اس موضوع پر بہت باقی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ”میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے، بس بات اتنی ہی ہے۔“

اسی طرح ابو عمرو کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے پاس گیا۔ ان سے بعض احادیث کے متعلق گفتگو کی۔ آپ اس وقت انتہائی خوش تھے اور صرف بھرے لبجے میں بات کر رہے تھے۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور آپ سے عرض کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے یعنی ”قرآن مجید کے جن الفاظ کو میں پڑھوں وہ مخلوق ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ابو عمرو! ایک بات یاد رکھنا کہ نیشاپور کے لوگ ہوں یا کسی اور علاقے کے، جو شخص بھی میرے متعلق یہ کہے کہ میں نے کہا ہے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے یہ بات قطعاً نہیں کہی بلکہ میں

نہ تو یہ کہا ہے:

<sup>١</sup> ”بندوں کے اعمال مخلوق ہیں۔“

صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امام بخاری کا عقیدہ  
محمد بن نعیم کا کہنا ہے کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ یہ ان

١ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص 685, 686.

دنوں کی بات ہے جب کچھ لوگوں نے ایمان کے بارے میں آپ سے بڑی غلط باتیں منسوب کر کر کھی تھیں۔ آپ نے جواب دیا:

”ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔ یہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں، اور اصحاب رسول ﷺ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، ان کے بعد عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم میں اسی عقیدے پر زندہ ہوں، اسی عقیدے پر مرسول گا اور اسی عقیدے پر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھوں گا۔“<sup>1</sup>

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو وہ جزو ایمان سمجھتے تھے جیسا کہ گز شش صفحات میں انصار سے محبت کے بارے میں نقل ہوا ہے، یعنی صرف انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت نہیں بلکہ دیگر صحابہ بھی اس میں شامل ہیں اور ان سے بھی محبت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686.

•

## ذوقِ عبادت

### قیامِ اللیل اور تلاوتِ قرآن

امام بخاری رض عبادت و ریاضت میں اہل ایمان کے لیے ایک مثال تھے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ سے جو روایات منقول ہیں، آپ کی عبادت انہی کے مطابق تھی۔

حسین بن محمد بن عبید عجلی کہتے ہیں: ”امام بخاری ایک بزرگ زیدہ، اور متفقی شخصیت کے مالک تھے۔ ہر کام بہترین انداز میں انجام دیتے تھے۔“<sup>1</sup>

رسول اللہ ﷺ کی سنت کے فدائی تھے جس کا مظاہرہ آپ کے فکر و عمل سے ہر آن ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب رمضان آ جاتا تو آپ ﷺ عبادت کے لیے خوب تیار ہو جاتے۔ دن کو روزہ رکھتے، رات کو قیام فرماتے۔ اتنا لمبا قیام کہ پاؤں متورم ہو جاتے۔ جبرائیل علیہ السلام سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے۔ آخری سال دو مرتبہ دور کیا۔ بخاری رض بھی نبی ﷺ کے طریق عمل کے شیدائی تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رض رمضان المبارک میں سحری کے وقت ہر تیسرا رات کو قرآن مجید مکمل کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں رات کے پہلے پھر

1 سیر أعلام النبلاء: 12/436، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 677.

عشاء کے بعد لوگوں کو نماز تراویح پڑھانے کے دوران ماح رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید مکمل کر لیا کرتے تھے۔ رمضان میں دن کے اوقات میں بھی کثرت سے تلاوت قرآن کرتے جس کے نتیجے میں ماح رمضان میں کئی کئی مرتبہ قرآن مجید مکمل ہو جاتا۔ اختتام پر اللہ سے مقبول دعائیں کرتے تھے۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ امام بخاری سحری کے وقت 13 رکعت نفل نماز پڑھا کرتے جن میں ایک وتر ہوتا تھا۔ رات کو جتنی مرتبہ بھی بیدار ہوتے مجھے بالکل نہ گلتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا: آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ اپنی مدد کے لیے مجھے جگالیا کیجیے۔ فرمایا: ”تم نوجوان ہو، میں تمھاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا۔“<sup>2</sup>

### عبادت میں احسان

عبادت اتنے شوق اور دل بستگی سے کرتے کہ کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف ان کے خشوع و خضوع پر ذرا بھی اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ (اس کے بعد عبادت کا یہ درجہ ہے کہ) اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے مگر وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔“<sup>3</sup>

عبادت کے دوران میں امام بخاری اسی محیت اور ذوق و شوق کا عملی مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ ستور یہ ہے کہ کسی شخص سے ہم کلام ہوتے وقت چند آداب کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور کسی عظیم شخصیت سے بات کرتے ہوئے اس کے اعلیٰ مرتبے کے پیش نظر اس کے

1. مآخذہ از هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673۔ 2. تاریخ بغداد: 13/14، 14/13 و طبقات السبکی: 220، و سیر أعلام النبلاء: 12/441، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673۔

3. صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان.....، حدیث: 8.

سامنے کوئی ایسی حرکت نہیں کی جاتی جو اسے ناپسند ہو اور کام میں رکاوٹ کا باعث بنے۔ اسی اصول کے پیش نظر امام بخاری اپنے معبود رب کائنات کا بدرجہ غایت احترام کرتے ہوئے بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کر لیتے تھے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

بکر بن منیر کہتے ہیں: امام بخاری ایک رات نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بھڑ نے آپ کے بدن میں 17 مرتبہ ڈنک مارا۔ لیکن آپ ڈرا بھی نہیں بلے۔ جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا: ”ذراد یکھنا یہ کیا چیز ہے جس نے مجھے نماز کے دوران میں تکلیف پہنچائی ہے؟“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ امام بخاری کو دوستوں نے ایک دن بانٹ میں دعوت دی۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو امام صاحب نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھانی، پھر سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے تو کرسے قیص اٹھائی اور اپنے ایک خادم سے فرمایا: ”ذراد یکھنا میری قیص میں کیا چیز ہے؟“ قیص اٹھا کر دیکھا گیا تو ایک بھڑ نے آپ کے بدن پر 16 یا 17 مقام پر ڈنک مارا تھا جس کی وجہ سے آپ کا جسم سوچ گیا تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ پہلے ہی ڈنک پر آپ نے نماز کیوں نہ ختم کر دی؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ میں نے قیام میں جس سورت کی تلاوت شروع کی تھی اسے مکمل کرنا چاہتا تھا۔<sup>2</sup>

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور صحابہ کرام کے طرز زندگی کو نمونہ قرار دے کر اپنی پوری زندگی اُسی کے مطابق بس کرنے کی کوشش کی۔ بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ غزوہ تبوک سے واپسی پر جلیل القدر صحابی حضرت اُسید بن حفیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔<sup>3</sup> غزوہ ذات الرقان میں بھی

1 سیر اعلام النبلاء: 441/12. 2 سیر اعلام النبلاء: 442/12. 3 اس کا حوالہ نہیں مل سکا۔

اس کے مشابہ ایک واقعہ پیش آیا جسے حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دورانِ سفر ایک گھاٹی میں پڑا وہ ڈالتے وقت نبی ﷺ نے فرمایا کہ آج رات پھرہ کون دے گا؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا۔ انہوں نے آپس میں رات کو دو حصوں میں بانٹ لیا۔ رات کے پہلے حصے میں انصاری نے پھرہ دینا شروع کیا اور مہاجر صحابی سو گئے۔ انصاری صحابی نے پھرے کے دوران میں نماز شروع کر دی۔ دشمن نے انھیں نماز میں مشغول دیکھا تو انھیں تیر دے مارا۔ انصاری نے تیر جسم سے نکال پھینکا اور نماز جاری رکھی۔ دشمن نے دوسرا تیر مارا۔ انصاری نے پھر ایسا ہی کیا۔ دشمن نے تیسرا تیر مارا۔ صحابی نے وہ تیر بھی نکال پھینکا اور رکوع میں چلے گئے، پھر سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہو کر بقیہ رات کے پھرے کے لیے مہاجر صحابی کو جگایا۔ مہاجر نے جب اپنے ساتھی کا بدن لہو لہان دیکھا تو پوچھا: یہ کیا؟ انہوں نے ماجر ا سنایا تو مہاجر صحابی نے فرمایا: جب اس نے پہلا تیر مارا تھا، تم نے اسی وقت مجھے کیوں نہیں جگایا؟ صحابی نے جواب دیا کہ میں نماز میں سورۃ الکھف پڑھ رہا تھا۔ اُسے ادھورا چھوڑنا مجھے اچھا نہ لگا۔<sup>1</sup>

بصرہ میں امام بخاری رض نے پانچ سال قیام کیا۔ اس دوران میں آپ نے مختلف کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر سال حج کے لیے مکہ تشریف لے جاتے اور ادائے حج کے بعد بصرہ لوٹ آتے تھے۔

آپ اپنی کتابوں کی تصنیف بھی عبادت سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری کی تصنیف کے بعد آپ نے فرمایا: ”میں اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے حضور جنت بنان کر پیش کروں گا۔“

1 فتح الباری: 368، ودلائل النبوة للبيهقي: 378، وسنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من الدم، حدیث: 198.

اسی طرح دیگر تصنیفات کے بارے میں فرمایا: میں پُر امید ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کتابوں میں برکت ڈال دے گا تاکہ تمام مسلمان ان سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔<sup>1</sup> امام بخاری جب نیشاپور میں قیام پذیر تھے تو امام محمد بن یحیٰ ذہلی اپنے شاگردوں کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اس صالح انسان کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو۔<sup>2</sup> محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ دنیوی معاملات میں بھی کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و شنا کے ساتھ کیا جائے۔“<sup>3</sup>

عبدالقدوس بن عبدالجبار سمرقندی کا بیان ہے کہ امام بخاری خرستگ نامی گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں تشریف لے گئے۔ ایک رات میں نے امام بخاری کی آواز سنی، وہ درود اور وظائف کے بعد دعا مانگ رہے تھے:

”پروردگار! تو مجھے اپنے پاس لے جا کیونکہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پرستگ ہو چکی ہے۔“

اس واقعہ کے بعد ایک ماہ بھی نہ گز راتھا کہ امام صاحب کا انتقال ہو گیا۔<sup>4</sup>

امام بخاری کے بارے میں ایک اور بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ عبادت ہی کا اثر تھا کہ آپ کتاب الجامع الصحيح کی ترتیب میں باب قائم کرنے سے قبل اور پھر اس باب کے تحت حدیث لکھنے سے پہلے دور کعت نفل ادا کرتے اور دعائے استخارہ پڑھتے

1 الإمام البخاري للحمداني، ص: 44. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/442. 3 طبقات السبكي:

226، و سیر أعلام النبلاء: 12/445. 4 سیر أعلام النبلاء: 12/443/2

حتیٰ کہ ہر طرح سے اطمینان کے بعد اسے کتاب میں درج فرماتے۔<sup>1</sup>

### زہد و تقویٰ

امام بخاری حسن اخلاق اور بلندی کردار کا پیکر تھے۔ بد رجہ غایت مقنی اور انتہائی زاہد و عابد۔ کسی بھی معاملے میں معمولی سا بھی شک محسوس کرتے تو اسے چھوڑ دیتے۔ سلیمان بن مجاد کا بیان ہے:

”میں نے اپنی زندگی کے ساتھ برس

میں امام بخاری سے زیادہ فقیہ، مقنی اور دنیا سے بے رغبت کوئی نہیں دیکھا۔“<sup>2</sup>

عبداللہ بن سعید بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے علمائے بصرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:  
”دنیا بھر“

میں علم اور نیکی میں امام بخاری جیسا کوئی نہیں۔“<sup>3</sup>

ابو عمرو احمد بن نصر خفاف کہتے ہیں کہ میں نے حدیث کا درس دینے والوں میں محمد بن اسماعیل جیسا پاکیزہ اخلاق اور مقنی عالم کبھی نہیں دیکھا۔<sup>4</sup>

یہاں امام بخاری کے تقوے اور پرہیزگاری کے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

تیر اندازی ایک باقاعدہ فن ہے۔ نبی ﷺ کی سنت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان

بھی ہے:

”اور حسب استطاعت (اپنے دشمن کے خلاف) طاقت تیار رکھو۔“<sup>5</sup>

1 سیر اعلام النبلاء: 12/443، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/449، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678. 3 سیر اعلام النبلاء: 12/442، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673. 4 تاریخ بغداد: 2/28، وطبقات السبکی: 225/2، وسیر اعلام النبلاء: 12/442. 5 الانفال: 80:229.

رسول اللہ ﷺ نے آیت کے ان الفاظ کی تلاوت کی اور فرمایا:

”خبردار! یقیناً قوت سے مراد (یہاں) تیر اندازی ہے، سن لو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ جان لو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔“<sup>1</sup>

امام بخاری اس پر عمل کی غرض سے تیر اندازی کی مشق کرنے کے لیے میدان میں جاتے تھی کہ آپ ایک ماہر تیر انداز بن گئے۔ آپ کا نشانہ کبھی خطا نہ جاتا۔ محمد بن الی حاتم کہتے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ کے علاوہ امام بخاری کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔ میں آپ کے ساتھ مدتیں رہا ہوں۔<sup>2</sup>

اسی سلسلے میں محمد بن الی حاتم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ فر بر میں مقیم تھے۔ ایک دن تیر اندازی کے لیے شہر سے باہر نکل گئے۔ ہم جس راستے پر جا رہے تھے وہ دریا کے گھاٹ تک جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم نے تیر اندازی شروع کر دی۔ امام بخاری کا ایک تیر دریا کے پل کے نیچے نصب لکڑی کی میخ کو جا لگ۔ وہ ٹوٹ گئی۔ امام صاحب نے یہ دیکھا تو گھوڑے سے اتر آئے۔ اس تیر کو نکالا اور تیر اندازی کا شغل ختم کر دیا۔ ہمیں بھی واپس چلنے کا حکم دیا۔ ہم لوگ آپ کے مکان پر پہنچے۔ آپ کا سانس پھولा ہوا تھا۔ مجھے بلا یا اور فرمایا: ابو جعفر! مجھے آپ سے ایک کام ہے، کر دو گے؟ میں نے عرض کیا: حکم دیجیے، کام ضرور ہوگا۔ فرمایا: کام بڑا ہم ہے، پھر اپنے ہمراہ یوں کو بھی بلا یا اور فرمایا: اس کے ساتھ جاؤ اور میں نے اسے جو کام کہا ہے، اس میں اس کی مدد کرو۔ میں نے عرض کیا: حضرت! کام تو بتائیے! آپ نے فرمایا: وعدہ کرو کہ کام کر دو گے۔

1 صحیح مسلم، الامارة، باب فضل الرمی والحدث علیہ، حدیث: 1917. 2 هدی الساری

مقدمة فتح الباری، ص: 672.

میں نے گزارش کی: یقیناً کر دوں گا۔ فرمایا: اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ ہم سے تمہارے پل کی لکڑی ٹوٹ گئی ہے۔ ہم اس کی جگہ نئی لکڑی لگوانا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے اس کی قیمت وصول کر لیں یا لکڑی لگانے کی اجازت دے دیں یا پھر اس نقصان کا جس طرح بھی ازالہ ہو سکتا ہو کر لیں۔

پل کے مالک کا نام حمید بن اخضر فربی تھا۔ وہ میری بات سن کر کہنے لگا: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ آپ سے جو کچھ ہو گیا میں وہ معاف کرتا ہوں۔ یہ بھی کہنا کہ میں اپنی ساری جائیداد آپ پر قربان کرنے کو تیار ہوں اور اگر یہ کہوں کہ اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں تو اسے جھوٹ نہ سمجھیے۔ یہ بھی کہنا کہ ایک لکڑی کے بارے میں معدرت کر کے مجھے شرمندہ نہ کیجیے۔

میں نے امام بخاری کو حمید بن اخضر فربی کا یہ پیغام پہنچایا تو ان کا چہرہ خوشی سے تتمماً اٹھا۔ ان خوشی کے عالم میں انہوں نے اپنے شاگردوں کو پانچ سو احادیث سنائیں اور تین سو درہم صدقہ کیا۔<sup>1</sup>

مذکورہ واقعہ سے امام بخاری کا انتہا درجے کا تقویٰ ظاہر ہو رہا ہے۔

محمد بن ابی حاتم ہی کا بیان ہے کہ ایک دن امام بخاری ابو معشر الضریر (نایبنا) سے کہہ رہے تھے: ابو معشر! مجھے معاف کر دینا۔ ابو معشر نے پوچھا: کس بات پر؟ آپ

ابو معشر الضریر: ابو معشر حمدویہ بن خطاب بن ابرائیم البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری کے مستسلی (الملاء کرنے والے) ہیں۔ محمد بن سلام المیکاندی، یحییٰ بن جعفر اور ابو قداء السرخی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو بکر محمد بن احمد بن حامد السعدانی اور اہل بخارا نے روایت کی ہے۔ (تذکرة الحفاظ: 2/179).

1 سیر أعلام النبلاء: 12/443, 444 وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 672.

نے فرمایا: میں نے ایک دن حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کو دیکھا کہ آپ اس حدیث سے خوش ہو کر اپنے سر اور ہاتھوں کو ہلارہے تھے، اس پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ ابو معشر نے عرض کیا: حضرت! اللہ آپ کو خوش رکھے۔ میں نے آپ کو معاف کیا۔<sup>1</sup> محمد بن ابی حاتم نے یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم لوگ امام صاحب کی کتاب الشفیر کی تصنیف کے سلسلے میں معاونت میں مصروف تھے، اس دوران میں امام بخاری چت لیٹ گئے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ تخریج احادیث میں بہت زیادہ کام کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا: آپ تو فرماتے ہیں کہ آپ نے ہوش سنن جانے کے بعد کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کے بارے میں آپ کے پاس علم نہ ہو۔ یہ چت لیٹنے کا کیا فائدہ ہے؟<sup>2</sup> آپ نے جواب دیا کہ آج بہت تھک گیا ہوں اور یہ سرحدی علاقہ ہے۔ میں تھوڑا سا آرام بھی کرنا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی دشمن کا خوف بھی تھا مبادا وہ اچانک حملہ آور ہو جائے۔ اس وجہ سے میں نے لیٹنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا کہ فوراً اٹھ سکوں۔<sup>3</sup>

یہ واقعہ بھی محمد بن ابی حاتم ہی کا روایت کردہ ہے کہ امام بخاری نے فرمایا: میں نے کبھی کڑاٹ نہیں کھائی، نہ کبھی قابری تناول کیا۔

میں نے ان چیزوں سے پرہیز کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ان کی بو سے میرے ساتھیوں کراٹ: بیاز اور لہسن جیسی تیز بو والی ایک سبزی ہے گیند نا بھی کہتے ہیں۔ یہ عموماً مصرا اور شام میں پائی جاتی ہے۔

قابری: پالک کی طرح کا ایک قسم کا خود روساگ ہے جو نہروں کے کنارے اگتا ہے۔

۱ سیر أعلام النبلاء: 12/444، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 672۔ ۲ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سونے کے لیے عموماً دائیں کروٹ لیٹتے تھے۔ ۳ سیر أعلام النبلاء:

کو تکلیف ہو گی۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کچی پیاز بھی نہیں کھاتے؟ فرمایا: میں کچی پیاز بھی نہیں کھاتا۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاری کے احباب میں سے ایک شخص نے اپنے باغ میں آپ کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس نے ہمیں بھی دعوت دی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ منظر ہمارے میزبان کو بہت پسند آیا۔ اس نے وہاں بیٹھنے کا بڑا عملہ اور آب پاشی کا بڑا سہانا انداز اختیار کر کھا تھا۔ میزبان نے پُر مسرت لبجھ میں امام بخاری سے پوچھا: ابو عبد اللہ! یہ سارا ماحول اور منظر کیسا لگ رہا ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ دنیوی زندگی ہے جو بالآخر ختم ہونے والی ہے۔<sup>2</sup>

یہ حضرت امام کے زہد کی ایک مثال ہے۔

محمد بن عباس فربری کہتے ہیں کہ میں ایک دن فربر کی مسجد میں امام بخاری کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے، میں نے امام صاحب کی داڑھی سے ایک تنکا نکالا۔ اسے میں مسجد ہی میں پھینکنے لگا تو امام صاحب نے فرمایا: ”مسجد سے باہر پھینکو۔“<sup>3</sup>

یہ واقعہ محمد بن منصور سے یوں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص نے امام صاحب کی داڑھی سے تنکا نکالا اور مسجد ہی میں پھینک دیا۔ امام بخاری تنکے کو دیکھتے رہے جب محسوس کیا کہ لوگ مصروف ہو گئے ہیں تو ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا اور اپنی جیب میں رکھ لیا، جب مسجد سے باہر نکلے تو اسے پھینک دیا۔ گویا اپنی داڑھی میں انکی ہوئی جو چیز انھیں ناگوار گزری، اسے مسجد میں پھینکنا گوارانہ کیا۔<sup>4</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ایک دن مجھے بہت زیادہ احادیث لکھوائیں

1 سیر أعلام النبلاء: 12/444 و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 672. 2 سیر أعلام

النبلاء: 12/445. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/445. 4 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673.

انھیں میری تھکاوٹ کا احساس ہوا تو فرمایا: ”خوش ہو جاؤ، کھلئے والے کھیل کو دیں مشفول ہیں، کارگیر اپنے کام میں جتے ہوئے ہیں، تاجر اپنے کاروبار میں مگن ہیں اور آپ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔“ میں نے عرض کیا: ”اللہ آپ کو خوش رکھے، میں تو اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔“<sup>1</sup>

### غیبت سے مکمل اجتناب

امام صاحب کے ایک ساتھی نے ایک دن آپ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔ فرمایا:

” سبحان اللہ! میں نے کبھی کسی شخص کا ناپسندیدہ انداز میں ذکر نہیں کیا، البتہ بھول چوک ہو جائے تو الگ بات ہے۔ پھر فرمایا: (میں نے اس فلاں کی غیبت نہیں کی) قیامت کے دن میرے نامہ اعمال سے اس شخص کا نام نہیں نکلے گا،“<sup>2</sup> بکر بن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاری فرمایا کرتے تھے:

”میں جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا تو مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے کسی کی غیبت کرنے کا حساب نہیں لے گا۔“<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم الوراق سے یہ بھی منقول ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

1 سیر اعلام النبلاء: 12/445. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/445. 3 تاریخ بغداد: 2/13، وطبقات الحنابۃ: 1/276، وسیر اعلام النبلاء: 12/439، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673.

”جب سے مجھے پتا چلا ہے کہ غیبت حرام ہے، میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔“<sup>1</sup>  
مطلوب یہ ہے کہ آپ نے زندگی بھر کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی یہ بات بالکل درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی ان کی جرح و تعدیل اور لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے وقت ان کے محتاط رویے کو دیکھے گا، وہ ان کی انصاف پسندی کا قائل ہو جائے گا کیونکہ امام صاحب جن راویوں کو ضعیف قرار دیتے تھے، ان کے بارے میں زیادہ سخت بات یہ کہتے تھے کہ فلاں منکر الحدیث ہے۔ فلاں کے بارے میں لوگوں نے خاموشی اختیار کی ہے یا کہتے تھے کہ اس راوی میں نظر ہے۔ آپ یہ بات بہت کم کہتے تھے کہ فلاں راوی جھوٹا ہے یا از خود حدیثیں گھڑ لیتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے حتی طور پر ایک موٹی سی بات یہ فرمائی کہ جب میں کہتا ہوں کہ فلاں میں نظر ہے تو وہ متنہم اور انتہائی کمزور ہوتا ہے۔“

اس سے امام بخاری کی اس بات کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی کی غیبت کا حساب نہیں ہوگا۔ یہ ہے امام بخاری کا انتہا درجے کا تقویٰ۔<sup>2</sup>

یہ بات حافظ ابن حجر ٹبلک نے بھی مقدمہ میں کہی ہے۔ (ص: 672)

### مقروض پر نرمی کا سلوک

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے امام بخاری سے قرض لیا۔ اس نے آپ کا بہت سا مال دبارکھا تھا۔ ہم ان دونوں فریب میں مقیم تھے۔ امام بخاری کو

فریب: یہ چھوٹا سا شہر آٹھل کے بال مقابل ہے، یعنی دریائے چیخون (آمودریا) سے شمال کی طرف تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر بخارا کی طرف جانے والی شاہراہ عام پر واقع ہے۔ سریز و شاداب، بچلوں ۴۴۱-۴۳۹/۱۲۔

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 672۔ 2 سیر أعلام النبلاء، 12: 439-441.

پتا چلا کہ وہ شخص آمل شہر میں آیا ہوا ہے۔ ہم نے امام صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ دریا عبور کر کے اس سے اپنا مال وصول کر لیں۔ آپ نے فرمایا: اسے پریشان کرنا اچھا نہیں لگتا۔ مقروض کو پتا چلا کہ امام بخاری فریبر میں ہیں تو وہ خوارزم کی طرف بھاگ

۴۴ اور میوہ جات کا مرکز ہے۔ اس وقت یہ ماوراء النہر کے علاقے میں دریائے جیہون کے دائیں کنارے پر بخارا کو جانے والی سڑک پر فاراب (Farab) کے نام سے موسم ہے۔ قدیم زمانے میں اس کا نام فربت تھا۔ علامہ یاقوت حموی اور ابن قدامہ نے اس کا نام ”قریہ عالی یا رباط طاہر بن علی“ لکھا ہے۔ شہر میں قلعہ، مسجد اور ایک وسیع چوک تھا جو بطور عبادت گاہ استعمال ہوتا تھا۔ گرد و نواح میں بہت سے گاؤں آباد تھے۔ محلہ انہار کا مرکزی دفتر اسی شہر میں تھا۔ صحیح بخاری کے راوی محمد بن یوسف الفربی کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ امام بخاری سے ستر ہزار افراد نے صحیح بخاری کا سماع کیا لیکن روایت کرنے والے صرف یہی محمد بن یوسف تھے۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سے نامور علماء کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔ (معجم البلدان: 4/245)

آمل: یہ دو شہروں کا نام ہے۔ ایک آمل طبرستان میں ہے جہاں مشہور مؤرخ طبری بیدا ہوئے۔ یہاں جو شہر مراد ہے وہ دریائے جیہون کے بائیں کنارے پر آباد ہے۔ آج کل یہ چار جو (چارندیوں والا) (Chardzhou) کے نام سے جمہوریہ ترکمانستان میں واقع ہے۔ صحراء میں واقع ہونے کے باوجود یہ شہر بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ خراسان سے ماوراء النہر اور خیوہ (Khiva) کو جانے والی تجارتی شاہراہوں کے مقامِ اتصال پر واقع ہے۔ اس علاقے پر ازکوں نے 910ھ میں قبضہ کیا۔ روسیوں کے قبضے کے دوران میں اسے ایک طرف مرد (Mary) اور دوسری طرف بخارا، سمرقند اور تاشقند سے ریلوے لائن کے ذریعے ملا دیا گیا۔

خوارزم/ خیوہ (Khiva): یہ تاریخی شہر آمودریا کی زیریں گز رگاہ پر واقع ہے۔ ایک یونانی مؤرخ کے بقول سرز میں خوارزمیان (Chorazmians) کے دارالحکومت کا نام خوارزمیا (Chorasmia) ”کاث“ تھا۔ خوارزم میں زرتشیتوں (مجوسیوں) کے علاوہ عیسائی بھی آباد تھے۔ قتبیہ بن مسلم نے 93/712ء میں اس علاقے کو فتح کیا۔ 385ھ/995ء میں گرگان (جرجانیہ) کے حاکم مامون بن محمد نے خوارزم شاہ کا لقب اختیار کیا۔ گیارہویں صدی عیسوی کے آخری برسوں میں قطب الدین محمد نے خوارزم میں ایک نئے (خوارزم شاہی) خاندان کی بنیاد رکھی۔ علاء الدین

گیا۔ ہم نے امام صاحب کو دوبارہ مشورہ دیا کہ آمل کے گورنر ابو سلمہ الکشانی سے خوارزم کے گورنر کے نام خط لکھوالیں کہ وہ مقروض سے مال واپس دلوادے۔ آپ نے فرمایا: آج میں ان سے خط لکھواتا ہوں تو کل وہ بھی مجھ سے کسی کے نام خط لکھوائے آ جائیں گے۔ میں دنیا کی خاطر اپنا دین نہیں بیچ سکتا۔

۴۴ محمد خوارزم شاہ کے عہد (1200ء تا 1220ء) میں خوارزم (گرگانخ) علاقہ مشرق کے شاندار شہروں میں شمار ہوتا تھا اور اس کی سیادت ایران اور عمان میں بھی تسلیم کی جاتی تھی۔ چلگیز خاں نے خوارزم پر یلغار کی تو یہ شہر سخت مدافعت کے بعد صفر 618ھ اپریل 1221ء میں دشمن کے قبضے میں آگیا۔ یہاں کی پوری آبادی کو قتل یا آسودریا میں غرق کر دیا گیا۔ گرگانخ، جسے مکنول اور ترک ارگنچ (Urgenc) کہتے تھے، کچھ عرصے کے بعد کسی اور مقام پر دوبارہ بسایا گیا۔ بقدرت شہر ارگنچ کو خوارزم بھی کہا جانے لگا۔ 781ھ 1379ء میں تیمور نے متعدد معربوں کے بعد خوارزم فتح کر لیا۔ اس یلغار میں دارالسلطنت ارگنچ بالکل تباہ ہو گیا اور اسے زمین کے برابر کر کے وہاں بو بودیے گئے۔ 1391ء میں تیمور نے شہر خوارزم کے ایک حصے کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ لیکن یہ ایک چھوٹے سے محلہ تک محدود رہا۔ ملک کا نام تو پہلے ہی دارالسلطنت کو دے دیا گیا تھا اب ملک کو عام طور سے دارالسلطنت کے نام پر پہلے ارگنچ اور بعد میں خیوہ کہنے لگے۔ یا قوت کے زمانے میں خیوہ کے لوگ شافعی ملک کے پیغمبر و کار تھے جبکہ باقی علاقے کے باشندے خنی تھے۔ دارالسلطنت کے طور پر خیوہ کو عرب محمد کے دور (1603ء تا 1623ء) میں پہلی بار شہرت ملی۔ 1645ء میں خیوہ سے تقریباً بیس میل شمال مشرق میں ایک نیا ارگنچ بسایا گیا۔ خان انوشہ (1663ء تا 1687ء) نے موجودہ کاٹ (یا کات) کو جدید ارگنچ سے بیس میل جنوب کی طرف دریا کے باہمیں کنارے پر پھر سے تعمیر کرایا۔ 1770ء سے کچھ پہلے ترکمانوں کے متواتر حملوں سے خیوہ بالکل تباہ ہو گیا تھا۔ 1770ء میں ایناق محمد امین نے ترکمانوں پر فتح پا لی اور اس کی بدولت شہر اور ملک میں ایک بار پھر خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ قدیم خیوہ کی تباہی اور جدید خیوہ کی بنیاد غالباً اسی واقعہ کی مرہون منت ہے۔ محمد رحیم کے بیٹے اللہ فلی (1825ء-42ء) کے دور میں قدیم ارگنچ کو بھی دوبارہ بسایا گیا۔ 1839ء-1840ء میں خیوہ کے خلاف رویسیوں کی مہم ناکام رہی، مگر اس کے فوراً بعد ہی خان کو رویی حکومت کے تمام مطالبات پورے کرنے پڑے۔ 1873ء میں سید محمد رحیم خان کے دور (1864ء تا 1910ء) میں خیوہ کو

ہم نے بہت کوشش کی لیکن امام صاحب نے سفارشی خط نہ لیا۔ پھر ہم نے اپنے طور پر حاکم سے بات کی تو اس نے خوارزم کے گورنر کے نام خط لکھ دیا۔ امام بخاری کو اس بات کا پتا چلا تو انھیں سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے ہم سے فرمایا: آپ لوگ مجھ سے زیادہ میرے خیرخواہ نہ بنیں۔ پھر والی خوارزم کو لکھے گئے خط کے سلسلے میں، خوارزم میں مقیم اپنے کسی جانے والے کو خط لکھا جس میں تلقین کی کہ میرے مقروظ سے نرمی کا سلوک کیا جائے۔

مقروظ کو اس کارروائی کا پتا چلا تو آمل شہر کی طرف لوٹ آیا۔ وہاں سے مرو

”روسیوں نے فتح کر لیا۔ فروری 1920ء میں خان خیوہ کو معزول کر کے وہاں عوای سویت جمہوریہ خوارزم قائم کی گئی۔ اگست 1920ء میں امیر بخارا کا بھی یہی حشر ہوا اور اسی طرح کی جمہوریہ بخارا بھی قائم ہوئی۔ 1924ء کے موسم بہار میں ترکستان، بخارا اور خیوہ کی جمہوریتوں نے قومیت کی اساس پر اپنی ریاستوں کی نئے سرے سے حد بندی کرنے کا فیصلہ کیا جو مئی 1925ء میں مکمل ہو گئی اور یوں ازبکستان، ترکمانستان اور تاجکستان کے علاوہ متعدد خود مختار ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔ آمودریا ترکمانستان اور ازبکستان کی حد بندی کرتا ہے۔ اس وقت ارگن، خیوہ اور بخارا کے شہر ازبکستان میں واقع ہیں اور مرو ترکمانستان میں ہے۔ (اردو دائرۃ معارف اسلامیہ: 9-22-30) عباسی دور میں خوارزم کی نسبت سے محمد بن موسیٰ خوارزمی مشہور ہوئے جو علم الجبرا کے موجود تھے۔ ان کی تصنیف ”الجبرا والمقابلة“ اس علم کی پہلی کتاب ہے۔

مرو: یہ شہر موجودہ ترکمانستان کا ایک مرکزی شہر ہے۔ یہ آمل شہر سے جنوب مشرق میں تقریباً 450 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، جبکہ مرو اور نیشاپور کے درمیان تقریباً 337 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ دریائے مرغاب کی گزرگاہ زیریں کے زرخیز و شاداب نخلستان کا بڑا شہر اور تہذیب و تمدن کا مرکز ہے۔ دریائے مرغاب کے اختتام پر واقع ہے، جہاں یہ دریا، دریائے آمو سے آنے والی نہر قراتم میں گرتا ہے۔ دریا کی بالائی جانب بھی ”مرو زد“ کے نام سے ایک چھوٹا شہر (موجودہ افغانستان میں) ہے۔ عرب جغرافیہ دان اس سے ممتاز کرنے کے لیے اسے مرو شاہجان کے نام سے موسم کرتے ۴۴

کی جانب چلا گیا۔ وہاں کچھ تاجر و کو اس معاملے کی خبر ہوئی تو انہوں نے باہم مل کر وہاں کے گورنر کو مطلع کر دیا کہ امام بخاری اس شخص کی تلاش میں ہیں، لہذا اسے جانے نہ دیا جائے۔

گورنر نے اس شخص سے ذرا درشت رو یہ اختیار کرنا چاہا لیکن امام صاحب نے یہ طریقہ پسند نہیں کیا۔ آپ نے اپنے مقروض سے اُس کی اس پیش کش پر موافقت کر لی کہ وہ <sup>لہاذا</sup> دس درہم ادا کر دیا کرے گا۔ قرض کی رقم 25 ہزار درہم تھی مگر امام بخاری کو اس میں تے ایک درہم بھی موصول نہ ہو سکا۔<sup>1</sup>

### دل کے ارادے کی پاسداری

بکر بن منیر کا بیان ہے کہ امام بخاری کے بیٹے احمد نے آپ کو کچھ سامانِ تجارت بھیجا۔ کچھ تاجر و کو پتا چلا تو وہ یہ سامان خریدنے کے لیے آپ کے پاس آئے اور پانچ ہزار درہم منافع کی پیشکش کی۔ آپ نے فرمایا: آج کی رات انتظار کرو، کل دیکھیں گے۔ دوسرے دن کچھ اور تاجر آگئے۔ وہ دس ہزار درہم منافع دینے پر آمادہ تھے مگر آپ نے یہ کہہ کر انھیں سودا دینے سے انکار کر دیا کہ میرے پاس کل جو لوگ آئے تھے میں نے انھی کو سامان فروخت کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

” یہ۔ ان دونوں مزرو شہر ”ماری“ کہلاتا ہے۔ ایک مسلم خراسانی نے اسی شہر سے عباسی خلافت کے قیام کے لیے تحریک شروع کی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت بریدہ بن حصیب اسلامی رض جہاد کے دوران میں بیہیں شہید ہوئے تھے۔ ان کی قبر بھی اس شہر میں ہے۔ (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ: 481/20،

و معجم البلدان: 5/113, 114)

1 سیر أعلام النبلاء: 12/446 و طبقات السبکی: 2/226 و هدی الساری مقدمة فتح

الباری، ص: 671

فتح الباری کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جوارا دہ کر لیا تھا، اسے توڑنا نہیں چاہتا۔<sup>1</sup>

### جھوٹ اور بخل سے اجتناب

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا: ”مسلمان کو جھوٹ بولنے اور بخل کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔“<sup>2</sup>

### خودداری

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام بخاری نے فرمایا: ”میں آدم بن ابی ایاس سے ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ دورانِ سفر میرا زادِ راہ بروقت نہ پہنچ سکا، چنانچہ میں گھاس کھا کر گزارہ کرتا رہا۔ لیکن میں نے اپنی یہ کیفیت کسی سے بھی بیان نہ کی۔ تیسرا دن ایک اجنبی میرے پاس آیا۔ اس نے دیناروں کی ایک تھیلی مجھے دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرلو۔“<sup>3</sup>

حسین بن محمد سرقندی کہتے ہیں کہ امام بخاری یوں توہر معاملے میں اعلیٰ اوصاف اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے مگر آپ میں ذمیل کی تین خوبیاں بہت نمایاں تھیں: ① آپ انتہائی کم گو تھے۔

② کسی سے کبھی کوئی لائق نہیں رکھا، نہ لوگوں کے معاملات میں دلچسپی لی۔

③ آپ کی زندگی کا مرکز و صرف علم دین تھا۔<sup>4</sup>

1 تاریخ بغداد: 12/11/2، وطبقات السبکی: 227، و سیر أعلام النبلاء: 12/448447.

2 سیر أعلام النبلاء: 12/448. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/448، وطبقات السبکی: 227،

و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 672. 4 سیر أعلام النبلاء: 12/449، 448.

سلیم بن مجاهد کہتے ہیں کہ (میرے خیال میں) امام بخاری کے علاوہ دنیا میں اب کوئی شخص ایسا نہیں جو محض ثواب کی خاطر حدیث پڑھاتا ہو۔<sup>1</sup> مزید فرماتے ہیں کہ مجھے 60 رسول کی مدت میں امام بخاری سے بڑا فقیہ، متقدی اور دنیا سے بے رغبت کوئی نظر نہیں آیا۔<sup>2</sup> عبدالجید بن ابراہیم نے امام بخاری کی سخاوت، وسعتِ ظرف اور اعلیٰ اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

”میں نے امام بخاری جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ امام صاحب طاقت و را اور کمزور کو برابر سمجھتے تھے۔“<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام بخاری کی کچھ زمین تھی۔ آپ اسے سات سو درہم سالانہ کے عوض ٹھیکے پر دیتے تھے۔ آپ گلزاریاں بہت شوق سے کھاتے تھے۔ گلزاریاں آپ کو تربوز سے بھی زیادہ پسند تھیں۔ کاشت کار کبھی کبھار آپ کو ایک دو گلزاریاں دے جاتا تھا۔ آپ ان گلزاریوں کے عوض کاشت کار کو ایک سو درہم سالانہ ادا کرتے تھے۔<sup>4</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”میں ہر ماہ پانچ سو درہم جمع کرتا تھا۔ یہ تمام رقم میں نے حصولِ علم کے لیے خرچ کر دی۔“ میں نے پوچھا: ان دو افراد میں کتنا فرق ہے جن میں سے ایک تو اپنا مال دین کے لیے خرچ کرے اور دوسرا شخص جو خالی ہاتھ ہو مگر اپنے علم کے ذریعے سے پیسا کمائے اور جمع کرے۔ امام بخاری نے قرآن کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے جواب دیا:

1 سیر أعلام النبلاء: 12/449. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/449، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 678، و طبقات السبکی: 2/227. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/449. 4 سیر أعلام النبلاء: 12/449.

”اور جو (مال) اللہ کے ہاں ہے وہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“<sup>1</sup>  
 محمد بن ابی حاتم ہی کا بیان ہے کہ امام بخاری، بخارا سے متصل ایک سرائے تعمیر کرا رہے تھے۔ ایک دن بہت سارے لوگ معاونت کے لیے وہاں جمع ہو گئے۔ امام صاحب خود اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ میں آپ سے مسلسل کہتا رہا: حضرت! آپ کیوں مشقت کرتے ہیں، جب کہ آپ کی جگہ کام کرنے کے لیے اتنے لوگ موجود ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے: ”یہی خدمت تو ہمیں فائدہ دے گی۔“ پھر آپ نے زیادہ وزنی اینٹیں بھی اٹھائیں۔

اس موقع پر امام صاحب نے لوگوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا۔ اس کے لیے ایک گائے ذبح کی۔ پھر ہم لوگ امام صاحب کے ساتھ فری بر گئے۔ وہاں سے تین درہم کی روٹیاں خرید کر لائے۔ کھانا تیار کر کے لوگوں کو بلایا۔ تقریباً ایک سو سے زیادہ

امام صاحب نے یہ کام بھی نبی ﷺ کے اسوہ مبارک کو سامنے رکھ کر کیا کیونکہ مسجد نبوی کی تیاری کے وقت آپ ﷺ بھی اینٹیں پہنچانے میں مصروف تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ احزاب کی تیاری کے دوران میں خدق کھونے کے کام میں بھی اپنے صحابہ کے ساتھ بنس نہیں شرکت کی۔ حتیٰ کہ جہاں صحابہ کرام کو چنانیں کائیں میں مشکل پیش آتی تھی، وہاں آپ ﷺ نہیں خود اپنے مبارک ہاتھوں سے تؤڑتے تھے۔ اور اس موقع پر نہایت سمرت کے لمحے میں فرماتے تھے:  
 هَذَا الْجَمَالُ لَا حِمَالٌ خَيْرٌ هَذَا أَبْرُرٌ رَبُّنَا وَأَنْفُرُ

”یہ بوجھ جسے ہم اٹھا رہے ہیں خیر کے غل اور سکھروں کا بوجھ نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! (قبول فرمایا) یہ بوجھ بڑا باعث ثواب اور پاکیزہ تر ہے۔“ تزید فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ      فَارْحِمْ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ  
 ”اے اللہ! اصل ثواب تو آخرت کا ثواب ہے۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین پر رحم فرمایا۔“ (صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة، حدیث: 3906).

1 القصص: 28: 60، وسیر أعلام النبلاء: 12: 449.

افراد جمع ہو گئے۔ امام صاحب کو توقع نہ تھی کہ اتنے لوگ جمع ہو جائیں گے۔ تمام افراد نے سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر بھی خاصی مقدار میں روٹیاں نجھ گئیں۔<sup>۱</sup>

۱ سیر أعلام النبلاء: 12/450، وهدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 673.

## اخلاق و عادات

### نادر لوگوں کی اعانت

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ کبھی کبھی پورا پورا دن گزر جاتا مگر امام بخاری ہذاں ایک چپاتی بھی نہ کھاتے، صرف دو تین بادام کھا لیتے تھے۔ ہندیا میں مسالہ ڈالنے اور بھنا ہوا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے۔ ایک دن بڑی بے تکلفی سے کہنے لگے: ابو عفرا! ہمیں سال بھر کے اخراجات کے لیے بہت زیادہ رقم درکار ہے۔ میں نے پوچھا: کتنی؟ فرمایا: مجھے سال بھر میں چار پانچ ہزار درہم درکار ہیں۔ آپ صدقہ بڑی کثرت سے کرتے تھے اور طلبہ میں سے جسے ٹنگ دست پاتے اُسے خاموشی سے بیس تیس درہم تھا دیتے۔ کسی کو کانوں کا نخبر تک نہ ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام بخاری کھانا بہت کم کھاتے تھے اور طلبہ سے انتہائی شفقت سے پیش آتے تھے۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے 920 درہم میں ایک مکان خریدا۔ امام بخاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: مجھے آپ سے ایک کام ہے، کر دیں گے؟ میں

1 سیر أعلام النبلاء: 12/450، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673.

نے کہا: کیوں نہیں! میں آپ کی خدمت کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں۔ فرمایا: نوح بن ابو شدہ اور صرفی سے ایک ہزار درہم لا دو۔ میں وہ ایک ہزار درہم لایا تو فرمایا: ”اس سے اپنے مکان کی قیمت ادا کر دینا۔“ میں نے وہ رقم لے لی اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔ ہم لوگ الجامع الصحيح کی تصنیف و تدوین میں مصروف تھے، اس لیے اس میں دوبارہ مگن ہو گئے۔ کچھ دیر بعد امام صاحب سے میں نے عرض کیا: مجھے بھی آپ سے ایک کام ہے مگر آپ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ آپ نے یہ خیال کیا کہ شاید مجھے کچھ اور رقم درکار ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: مجھے شرمندہ نہ کرو، بتاؤ کیا کام ہے؟ میں تمہاری وجہ سے اللہ کے ہاں مواخذے سے ڈرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: میری وجہ سے آپ کا مواخذہ کیوں ہو گا؟

امام بخاری رض نے فرمایا: اس لیے کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کے مابین بھائی چارہ قائم کیا تھا۔ میں نے بھی آپ کو اپنا بھائی بنایا ہے لیکن میں بہتر طور پر آپ کی خدمت نہیں کر رہا، پھر آپ نے حضرت سعد بن رجع اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کا پورا واقعہ بیان کیا۔<sup>1</sup> میں نے عرض کیا: حضرت! میرے بارے میں آپ جس پریشانی کا اظہار کرتے ہیں، میں اس سے آپ کو بربی الدمہ سمجھتا ہوں اور آپ نے مجھے جو رقم عنایت فرمائی ہے، اس سے آدمی لے لیتا ہوں، باقی آپ کو واپس کرتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ میرے ساتھ میری بیوی اور لوٹدی ہیں اور تم ابھی کنوارے ہو۔ میں اپنا آدھا مال آپ کو دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یوں ہم معاشری طور پر برابر ہو جائیں گے کیونکہ میں مالی لحاظ سے آپ سے ذرا بہتر ہوں۔ میں اس بارے میں

<sup>1</sup> تفصیل کے لیے دیکھیے: صحيح البخاری، مناقب الانصار، باب کیف آخى النبی ﷺ بین

أصحابہ، حدیث: 3937

عرض کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ مجھ پر آپ کی بہت مہربانیاں ہیں۔ آپ نے مجھے اپنے برابر حیثیت دے رکھی ہے بلکہ میں تو آپ کے بیٹھے کی طرح یہاں رہ رہا ہوں۔ پھر امام بخاری فرمانے لگے: مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا آپ کام کر دیں گے؟ فرمایا: بڑی خوشی سے کروں گا۔ میں نے عرض کیا: آپ یہ ایک ہزار درہم لے لیں اور اپنی کسی ضرورت پر خرچ کر لیں۔ آپ نے درہم واپس لے لیے۔ میں نے وہ ایک ہزار درہم اس لیے واپس کیے تھے کہ میری تمام ضروریات امام صاحب ہی پوری کرتے تھے۔

اس کے دو دن بعد تک ہم الجامع الصحيح کی تالیف و تدوین میں مصروف رہے۔ ایک دن ظہر تک ہم نے بہت سا کام نیپالیا تھا، پھر ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ظہر کے بعد ہم بغیر کچھ کھائے پیے دوبارہ احادیث لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ عصر کا وقت ہوا تو انہوں نے مجھے کچھ بے چین سا پایا۔ وہ سمجھے شاید میں اکتا گیا ہوں۔ دراصل میں نے بڑی دیر سے پیش اب روک رکھا تھا لیکن مجال نہیں تھی کہ اٹھ کر چلا جاؤ۔ پیش اب کی شدید حاجت کے مارے پیٹ میں درد اٹھ رہا تھا اور میں دھرا ہوا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے میں بے قرار سا تھا۔ اسی دوران میں امام صاحب اپنے گھر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو مجھے ایک کاغذ تھا دیا۔ اس میں تین سو درہم لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم نے مکان کی قیمت تو نہیں لی۔ یہ تین سو درہم ضرور لے لو اور اپنی کسی ضرورت میں خرچ کر لینا۔ میں نے آپ کے اصرار کے باوجود وہ تین سو درہم نہیں لیے۔ پھر کئی دنوں بعد ایک دن ہم ظہر تک بیٹھے احادیث لکھتے رہے۔ آپ نے مجھے میں درہم دے کر فرمایا: کچھ سبزی ترکاری خرید لاؤ۔ میں نے امام صاحب کی پسندیدہ سبزیاں خرید کر گھر بھیج دیں۔ جب واپس آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے کو منور

کرے، تمہارے اندر کوئی ٹیڑھ پن نہیں ہے، یعنی آپ صاف سترے کردار کے مالک ہیں۔ ہمیں یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو مشقت میں بنتا رکھیں۔ میں نے عرض کیا: حضور! آپ تو دنیا و آخرت کی بھلائیاں سمیت رہے ہیں۔ بھلا ایسا کون ہو گا جو آپ کی طرح اپنے خادم سے حسن سلوک کرتا ہو؟ اگر میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا تو پھر کیا سمجھوں گا؟<sup>1</sup>

جاوہ! میں نے تمہیں آزاد کیا

عبداللہ بن محمد صیارفی کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے پاس ان کے گھر میں بیٹھا تھا کہ ان کی کنیز کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ ٹھوکر کھا کر امام صاحب کے سامنے رکھی ہوئی دوات پر جا گری۔ امام بخاری نے فرمایا: کس طرح چلتی ہو؟ کنیز نے جواب دیا: جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں؟ امام صاحب نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے فرمایا: ”جاوہ! میں نے تمہیں آزاد کیا۔“ اس واقعے کے کچھ عرصے

بعد کسی نے آپ سے کہا کہ کنیز نے تو آپ کو بڑا غصہ دلا دیا تھا (مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔) امام بخاری نے فرمایا: ”یہ بات ٹھیک ہے کہ اس نے غصہ دلانے والی ہی بات کی تھی لیکن میں نے بھی اسے آزاد کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کر لیا۔“<sup>2</sup>

### بادشاہوں اور امیروں سے اجتناب

امام بخاری تکشیب اور بادشاہوں کے درباروں اور امیروں، رئیسیوں کی چوکھوں سے دور رہتے تھے کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ امیروں کی محفلوں میں رہ کر دین پر قائم رہنا بہت

1 سیر أعلام النبلاء: 12/450-452. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/452، و هدی الساری مقدمة

فتح الباری، ج: 672.

مشکل ہے۔ آپ کہا کرتے تھے:

”میں علم کو لوگوں کے دروازوں تک لا کر اسے رسوائیں کرنا چاہتا۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے اپنی کسی ضرورت کے لیے امام بخاری کو خط بھیجا۔ اس نے آپ کے لیے بڑی دعائیں بھی لکھی تھیں۔ آپ نے جواب میں لکھا: میں اللہ کی حمد و شنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارا خط مل گیا۔ میں تمہارا مدعہ سمجھ گیا ہوں لیکن یہ بات یاد رکھو کہ حکمت و دانائی تو اسی کے ہاں سے تقسیم ہوتی ہے۔<sup>2</sup>

عبدالجہید بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری جیسا عادل کوئی نہیں دیکھا۔ وہ کمزور اور طاقت ور کے درمیان مکمل انصاف کرتے تھے۔<sup>3</sup>

امام بخاری کا یہ واقعہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے ایک بڑی رقم بطور قرض لے رکھی تھی۔ لیکن وہ شخص یہ رقم واپس نہیں دے رہا تھا۔ آپ اس وقت آمل شہر میں قیام پذیر تھے اور وہ آپ سے بچنے کے لیے خوارزم چلا گیا۔ آپ کے دوستوں نے اصرار کیا کہ آپ آمل شہر کے گورنر ابو سلمہ الکشانی کو کہیں کہ وہ خوارزم کے گورنر کو خط لکھ دے۔ وہ آپ کے پیسے واپس دلوادے گا۔ آپ نے یہ تجویز منظور نہیں کی بلکہ فرمایا:

”اگر آج میں اپنی ضرورت کے لیے ان سے خط لکھواؤں گا تو کل کلاں وہ بھی مجھ سے توقع رکھیں گے کہ میں بھی ان کے لیے کسی کو سفارشی چیزیں لکھ دوں۔ میں اپنادین، دنیا کے بد لئے نہیں بیچ سکتا۔“<sup>4</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/464. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/407, 406. 3 سیر أعلام النبلاء:

4 طبقات السبکی: 2/226، و سیر أعلام النبلاء: 12/446، و هدی الساری مقدمة:

فتح الباری، ص: 671.

بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ بخارا کے گورنر ابوالہیثم خالد بن احمد ذہلی نے امام بخاری کو پیغام بھیجا کہ آپ الجامع الصحیح، التاریخ الکبیر اور اپنی دیگر کتب لے کر حرم شاہی میں آئیں اور یہاں درس دیں تاکہ میں بھی آپ سے استفادہ کر سکوں۔ آپ نے گورنر کے اپنی کے ہاتھ یہ جواب کہلا بھیجا کہ میں علم دین کی ناقدری

وضاحت: یہ اس دور کی بات ہے کہ جب خلفائے عبایسہ کی حکومت کمزور ہونے لگی تھی۔ اس کی ابتداء سب سے پہلے خراسان میں اس وقت ہوئی جب خلیفہ امین الرشید تخت خلافت پر مستکن تھا۔ امین اور مامون دونوں بھائیوں کی آپس کی ناچاقی نے اتنا طول پکڑا کہ مامون الرشید کے ایک قریبی ساتھی طاہر بن حسین نے اس موقع کو غیمت جانا اور خلیفہ وقت امین الرشید کو قتل کر دیا۔ اگرچہ طاہر بن حسین مامون کا خیر خواہ نظر آتا تھا لیکن مامون کسی بھی صورت اپنے بھائی کے قاتل کو دل سے پسند نہ کرتا تھا۔ جبکہ طاہر بن حسین کا خاندان خلفائے عبایسہ پر اتنا غالب آچکا تھا کہ اس خاندان نے نیشاپور کو خراسان کا پایہ تخت بنا کر طاہر بن حسین کو خلفائے عبایسہ کا خود سر گورنر بنا دیا۔ اگرچہ یہ لوگ خلفائے عبایسہ سے مخفف نہ تھے لیکن خراسان کی ولایت نسل اسی خاندان میں منتقل ہونے سے ملوک طاہریہ اور سلطنت طاہریہ کی نیاد پڑ گئی۔ دوسری طرف مامون نے اپنے دلی خیالات چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن کسی طریقے سے طاہر بن حسین کو اس کے خیالات کا علم ہو گیا۔ اس نے کسی طریقے سے خراسان کی گورنری کا باضابطہ پروانہ لے کر مامون کی خدمت سے دست برداری کا اعلان کرتے ہوئے خطبے سے مامون کا نام خارج کر دیا۔ یہ ابتدائی بغاوت تھی۔ اتفاق سے دوسرے ہی دن طاہر بن حسین فوت ہو گیا اور اس کے بعد بالترتیب طلحہ بن طاہر، علی بن طلحہ، عبداللہ بن طاہر، طاہر بن عبداللہ اور محمد بن طاہر بن عبداللہ یکے بعد دیگرے خلفائے بغداد (عبایسہ) کے حکم سے خراسان کے گورنر بنٹتے رہے اور خلفائے عبایسہ ہی کے مطیع رہے۔ امام بخاری کے دور میں سلطنت طاہریہ کی طرف سے بخارا کا گورنر خالد بن احمد ذہلی تھا۔ اس کے بارے میں امام حاکم کہتے ہیں کہ بخارا میں اس کے بہت سے اپنے کام مشہور تھے لیکن اس نے امام بخاری پر الزام لگا کر انہیں بخارا سے نکلا۔ اس غمین غلطی کی پاداش میں اسے حکومت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ (سیرۃ البخاری از مبارکبوری، ص: 114، حاشیہ)

نہیں کر سکتا کہ اسے اٹھا کر لوگوں کے دروازوں کا طواف کرتا پھر وہ۔ اگر تم علم دین سیکھنا چاہتے ہو تو میری مسجد یا میرے گھر آ جاؤ۔ میں علم دین کو چھپا کر نہیں رکھتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

”جس شخص سے دین کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا لیکن اس نے اسے چھپا یا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔“

اگر تمھیں میرا یہ انداز ناگوار محسوس ہو تو تم حاکم وقت ہو، تمھارے ہاتھ میں اقتدار کی طاقت ہے، میری درس گاہ کو بند کر دو تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے پاس عذر موجود ہو۔

یہ واقعہ امام بخاری اور گورنر بخارا کے مابین وجہ پر خاش بنا گیا۔<sup>1</sup>

سلف صالحین میں سے اکثر کا یہی موقف تھا کہ کسی کے در پر جا کر اسے تعلیم دینا علم اور عالم دونوں کی توجیہ ہے۔ امام زہری کہا کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر علم کی اہانت اور کیا ہو گی کہ عالم پڑھانے کے لیے طالب علم کے پاس جائے۔ ایک دفعہ عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ کا ولی عہد امیر ابو احمد الموفق امام ابو داود کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا کہ آپ میرے بھوں کو الگ مجلس میں تعلیم دیا کریں کیونکہ خلفاء کی اولاد عوام کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی۔ امام ابو داود نے انھیں دلوک جواب دیا کہ اس امتیاز کی قطعاً گنجائش

1 سیر اعلام النبلاء: 12/464، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 687، 688، 689، و اتفاق میں درج نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک کے لیے دیکھیے: سنن ابی داود، العلم، باب کراہیہ منع العلم، حدیث: 3658، و جامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی کتمان العلم، حدیث: 2649، و مسند احمد: 2/263، واللفظ له۔

نہیں کیونکہ علم کے حصول میں امیر غریب سب برابر ہیں۔ اس کے بعد اس کے بیٹھے بھی حصول علم کے لیے اسی مجلس میں بیٹھتے تھے جس میں عام لوگ بیٹھتے تھے، تاہم ان کی تخصیص کے لیے درمیان میں ایک پردہ لٹکا دیا جاتا تھا لیکن حدیث کا سماع وہ عام لوگوں کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے۔<sup>1</sup>

1 سیر أعلام النبلاء، 13/216، وطبقات السبكي: 295، 296.





علم حدیث، اخذ روایات اور امام بخاری رض



علم حدیث اور امام بخاری رض

اخذ روایت اور روایوں کے متعلق امام بخاری کے چند اصول

## عمل حدیث اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

### عمل حدیث

محدثین کی اصطلاح میں ”عمل الحدیث“، ایسے مخفی وجوہ و اسباب کو کہتے ہیں جو کسی حدیث میں موجود ہوں تو اس حدیث کی صحت اور قبولیت میں باعثِ اعتراض بن جاتے ہیں، حالانکہ ظاہر اور حدیث ہر طرح سے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

حدیث کے علوم میں یہ علم خاص طور پر نہایت مشکل اور دقيق ہے کیونکہ اس میں مہارتِ تامہ کے لیے ضروری ہے کہ راویوں کی تاریخ وفات، تاریخ پیدائش اور ان کی باہمی ملاقات پر کما حقہ عبور حاصل ہو۔ اس کے علاوہ ہر ایک راوی کے الفاظ حدیث اور دیگر احادیث کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔

محدثین کا بالاتفاق کہنا ہے کہ یہ علم نہایت مخفی، دقيق اور بڑا اہم ہے۔ کیونکہ بسا اوقات حدیث ظاہر کچھ معلوم ہوتی ہے، جبکہ اس کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ اور اُس اصل حقیقت کو جاننا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، حدیث کی اصل کیفیت جاننے کے لیے چند باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں، مثلاً:

① ظاہری طور پر حدیث موصول ہو، جبکہ اس میں ارسال اور انقطاع پوشیدہ ہو تو یہ معلوم

کر لینا کہ حدیث کے مرسل یا منقطع ہونے کو فلاں راوی نے متصل بنانے کا پیش کیا ہے۔  
 ② حدیث اکر طاہر امرفوع ہو، جبکہ حقیقتاً موقوف ہو تو اس بات کا پتا لگانا کہ یہ حدیث موقوف تھی فلاں راوی نے اسے مرفع بنادیا ہے۔  
 ③ دو حدیثوں کے اختلاط کو جاننا۔

④ حدیث کی سند میں کسی راوی کے وہم کو معلوم کرنا وغیرہ۔ ان جیسے دیگر انتہائی دقيق اور مخفی اسباب کو معلوم کرنا نہایت مشکل امر ہے اور یہ علم علی حدیث میں مہارت تامہ سے حاصل ہوتا ہے۔

اس لیے اس فن میں کلام کرنے کی قدرت انھی محدثین کو نصیب ہوئی جو بیدار مغز، نہایت فہیم اور بھرپور قوتِ حافظہ کے مالک ہونے کے علاوہ اس علم پر مکمل عبور رکھتے تھے، جیسے امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام ابو زرعد وغیرہ۔<sup>1</sup>

امام حاکم فرماتے ہیں کہ حدیث کی علی جانے کے لیے اعلیٰ درجے کی ان تین صلاحیتوں کا ہونا نہایت ضروری ہے: الْحِفْظُ وَالْفَهْمُ وَالْمَعْرِفَةُ۔<sup>2</sup>

امام عبد الرحمن بن مہدی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے صرف ایک حدیث کی علتوں کا معلوم ہو جانا اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میں ایسی بیس حدیثیں لکھوں جو مجھے معلوم نہ ہوں۔<sup>3</sup>

علل حدیث کی معرفت میں امام بخاری جملہ اللہ کا مقام یہ ایک حقیقت ہے کہ عللِ حدیث کے علم میں امام بخاری اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اسی

1 الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحديث، ص: 73، و تدریب الراوی: 1/251. 2 معرفة

علوم الحديث، ص: 112، 113. 3 معرفة علوم الحديث، ص: 112.

وجہ سے اکابر علماء ہی نہیں بلکہ ان کے بڑے بڑے اساتذہ امام تھیں بن معین اور امام اسحاق بن راہو یہ جیسے فاضل اجل بھی آپ ہی سے رجوع کرتے اور علی حدیث کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے۔

حافظ احمد بن حمدون کا بیان ہے کہ میں نے ابو عثمان سعید بن مروان کے جنائزے میں امام محمد بن تھیں ذہلی کو دیکھا، وہ امام بخاری سے حدیث کے راویوں کے نام، کہیتوں اور علی کے بارے میں سوالات کر رہے تھے اور امام بخاری یوں تیزی سے جواب دے رہے تھے، جیسے پڑھ رہے ہوں۔<sup>1</sup>

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق بن راہو یہ کو چار پانی پر بیٹھے دیکھا۔ امام بخاری بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ امام اسحاق نے ایک حدیث کی سند بخرا کی: حدثنا عبد الرزاق۔ امام بخاری نے حدیث کی سند پر اعتراض کیا تو امام اسحاق نے امام بخاری کی تصحیح کو قبول کر لیا۔<sup>2</sup>

یہی حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع کو محمد بن اسماعیل بخاری سے علی حدیث کے سلسلے میں سوال کرتے دیکھا۔ جب یہ دونوں بزرگ مجلس سے جانے لگے تو حاضرین سے فرمایا: ”امام بخاری کے متعلق کسی غلط نہیں میں نہ رہنا، یہ ہم سے بڑے فقیر، ہم سے بڑے عالم اور بڑے صاحب بصیرت ہیں۔“<sup>3</sup> عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع کا شمار بڑے پائے کے محدثین میں ہوتا ہے۔ یہ امام بخاری

1 تاریخ بغداد: 31/200 و طبقات السبکی: 2/229، و سیر أعلام النبلاء: 12/432، و حدیث الساری مقدمة فتح الباری، ص: 681، 682. 2 تاریخ بغداد: 2/27، و سیر أعلام النبلاء: 12/428، و حدیث الساری مقدمة فتح الباری: 676. 3 تاریخ بغداد: 2/27، و سیر أعلام النبلاء: 12/429، و حدیث الساری مقدمة فتح الباری: 677.

کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان شیوخ کا امام صاحب سے علیٰ حدیث کے بارے میں سوال کرنا ہی امام صاحب کے علم علیٰ حدیث میں گھرے رسوخ اور امتیازی شان پر دلالت کرتا ہے، پھر ان بزرگوں نے تو ان کے مقام و مرتبے کو تسلیم بھی کیا ہے۔

علامہ مہیار فرماتے ہیں: میں نے امام اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین کو امام بخاری کے ہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔ امام یحییٰ بن معین تو علم حدیث میں امام بخاری ہی کے فیض یافتہ معلوم ہوتے تھے۔<sup>1</sup>

امام بخاری فرماتے ہیں: ایک دن امام محمد بن بشار نے مجھ سے فرمایا: ”میں اس وقت تک کپڑے تبدیل نہیں کروں گا جب تک آپ میرے پاس آ کر میری احادیث کو دیکھ نہیں لیتے۔ مجھے اندر یہ ہے کہ میری احادیث میں میرے لیے کوئی تکلیف وہ چیز ہے جو آپ کی نظر ہی ڈھونڈ سکتی ہے۔ آپ میری احادیث کو ایک نظر دیکھ لیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی اور میری پریشانی دور ہو جائے گی۔“<sup>2</sup>

ابراهیم الخواص کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام ابو زرعہ کو امام بخاری کے سامنے ایک بادب پچ کی طرح بیٹھے دیکھا۔ وہ امام بخاری سے علیٰ حدیث کے سلسلے میں سوال کر رہے تھے۔<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے سلیم بن مجاهد کو امام بخاری سے یہ درخواست کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ مجھے روزانہ تین احادیث پڑھ کر ان کے معانی، تفسیر اور ان میں پائی جانے والی علیتیں بیان کر دیا کریں۔ امام بخاری نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی۔<sup>4</sup> کتاب العلل میں امام ترمذی لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی میں میں نے جتنی بھی احادیث

1 سیر أعلام النبلاء: 12/429. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/422. 3 طبقات السبکی: 2/222،

و سیر أعلام النبلاء: 12/407. 4 سیر أعلام النبلاء: 12/449.

کی علل بیان کی ہیں یا رجال یا تاریخ میں کلام کیا ہے، ان کا اکثر حصہ امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر سے نقل کیا ہے۔ زیادہ تر حصہ میں نے ان سے بالمشافہ سیکھا ہے اور بعض علل میں نے امام دارمی اور امام ابو زرعد سے بھی سیکھی ہیں۔<sup>1</sup>

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے پورے عراق اور خراسان میں علل، تاریخ اور اسناد کی معرفت رکھنے والا امام بخاری جیسا بڑا عالم بھی نہیں دیکھا۔<sup>2</sup>

حافظ ابو حامد الاعمش کہتے ہیں کہ میں ایک دن نیشاپور میں امام محمد بن اسماعیل بخاری کی خدمت میں حاضر تھا کہ امام مسلم آئے۔ انہوں نے ایک معلق سند کے ساتھ حدیث کا ابتدائی حصہ پڑھ کر یہ سوال کیا کہ اگر اس کی سند متصل ہے تو آپ اس معلق روایت کو متصل کر دیجیے۔ اشارہ آپ نے معلق روایت کو یوں پیش کیا:

امام مسلم نے سوال کرتے ہوئے عبید اللہ بن عمر تابعی سے نیچے کے راویوں کا تذکرہ جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔ اُن کا مقصد امام صاحب کے علم کو جانچنا پر کھنا تھا۔ امام صاحب نے فوراً حدیث کو متصل سند سے پڑھ کر سنایا:

3

1 العلل الصغير للترمذني، مصادر ذكر العلل في الأحاديث والرجال: 1/738، وشرح علل الترمذني لابن حاچب، ص: 57، وسیرة البخاري ازمبرک پوری، ص: 57,56. 2 طبقات السبكي: 2/220، وسیر أعلام النبلاء: 12/432، وهدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 678. 3 هدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 682.

امام مسلم رض نے اصرار کیا اور آپ کے سر کو بوسہ دیا۔ قریب تھا کہ امام مسلم رو دیتے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر امام بخاری نے فرمایا: ”اگر ضروری ہے تو لکھ لیجیے: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں حدیث سنائی، انھوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث سنائی۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے عون بن عبد اللہ سے حدیث سنائی۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پھر انھوں نے حدیث پڑھی۔

امام مسلم کے اصرار کے بعد امام بخاری نے اس سند کی علت یوں بیان کی کہ یاد رکھیے! موسیٰ بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل کے واسطے سے مند نہیں آئی۔ کسی راوی نے غلطی سے اسے مند بیان کر دیا ہے۔ اصل میں اس سند سے یہ حدیث موقوف آئی ہے، پھر آپ نے اس کے موقوف ہونے کو یوں ثابت کیا:

یعنی سہیل نے عون بن عبد اللہ کا قول روایت کیا ہے۔ (کسی نے غلطی سے اسے مرفوع روایت کر دیا۔)<sup>1</sup>  
یہ سن کر امام مسلم فرمانے لگے:

”آپ سے صرف وہی شخص بغرض و عناد رکھے گا جو حسد کی بیماری میں مبتلا ہو۔  
میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا عالمِ حدیث اور کوئی نہیں۔“<sup>2</sup>  
امام مسلم اسی مجلس میں امام بخاری کے پاس آئے اور ان کی پیشانی چونے کے بعد

1. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 682. 2. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 682.

امام مسلم رض نے اصرار کیا اور آپ کے سر کو بوسہ دیا۔ قریب تھا کہ امام مسلم رو دیتے۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر امام بخاری نے فرمایا: ”اگر ضروری ہے تو لکھ لیجھے: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں حدیث سنائی، انھوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث سنائی۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے عون بن عبد اللہ سے حدیث سنائی۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پھر انھوں نے حدیث پڑھی۔

امام مسلم کے اصرار کے بعد امام بخاری نے اس سند کی علت یوں بیان کی کہ یاد رکھیے! موسیٰ بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل کے واسطے سے مند نہیں آئی۔ کسی راوی نے غلطی سے اسے مند بیان کر دیا ہے۔ اصل میں اس سند سے یہ حدیث موقوف آئی ہے، پھر آپ نے اس کے موقوف ہونے کو یوں ثابت کیا:

یعنی سہیل نے عون بن عبد اللہ کا قول روایت کیا ہے۔ (کسی نے غلطی سے اسے مرفوع روایت کر دیا۔)<sup>1</sup>  
یہ سن کر امام مسلم فرمانے لگے:

”آپ سے صرف وہی شخص بعض و عناد رکھے گا جو حسد کی بیماری میں بتلا ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا عالمِ حدیث اور کوئی نہیں۔“<sup>2</sup>  
امام مسلم اسی مجلس میں امام بخاری کے پاس آئے اور ان کی پیشانی چونے کے بعد

1. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 682. 2. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 682.

آپ سے کہا:

”اے استاذ الاساتذہ، سید الحمد شین اور علی الحدیث کے ماہر! مجھے اجازت  
مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کے پاؤں چوم لوں۔“<sup>1</sup>

امام عبداللہ بن یوسف نے امام بخاری سے ایک دفعہ فرمایا: ”اے ابو عبداللہ! آپ  
میری کتابوں کو ایک نظر دیکھ لیں۔ ان میں کوئی کمی کوتا ہی ہو تو بتا دیں۔“ آپ نے  
اثبات میں جواب دیا۔<sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا، آپ نے فرمایا: ”میں  
جب بھی امام سلیمان بن حرب کی خدمت میں حاضری دیتا تو وہ حکم دیتے کہ ہمیں امام  
شعبہ کی غلطیوں سے آگاہ کر دیا کریں۔<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کے بقول امام بخاری نے فرمایا: ”میں ایک دن امام فریابی کی مجلس  
میں حاضر تھا۔ امام فریابی نے ایک حدیث کی سند یوں پڑھی:

حاضرین مجلس میں سے میرے علاوہ کوئی نہ جان سکا کہ ابو عروہ، ابو الحنفہ اور ابو حمزہ

1 طبقات السبکی: 223، وسیر أعلام النبلاء: 12/432، وهدی الساری مقدمة فتح الباری،  
ص: 682. نوٹ: شیخ البانی ہلت نے کفارہ مجلس والی حدیث کو متعدد طرق پیش کر کے صحیح کہا ہے۔  
صحیح الترغیب والترہیب: 2/216. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/419. 3 سیر أعلام النبلاء

سے کون مراد ہیں، چنانچہ میں نے کہا کہ ابو عروہ سے مراد معمربن راشد اور ابو الحطب سے مراد قادہ بن دعامہ اور ابو حمزہ سے حضرت انس بن مالک مراد ہیں۔ امام ثوری اکثر ایسا ہی کرتے تھے کہ مشہور راویوں کے نام کی بجائے ان کی کنیتوں کا حوالہ دیتے تھے۔<sup>1</sup>

www.KitaboSunnat.com

1 سیر أعلام النبلاء: 12/413، وهدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 670.

## اُنْدَرِ روایت اور روایوں کے متعلق امام بخاری کے چند اصول

### اساتذہ کا انتخاب

امام بخاری اپنے اساتذہ اور دیگر روایوں کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیتے اور صرف انھی لوگوں سے احادیث روایت کرتے تھے جو ان کے نزدیک انتہائی قابلِ اعتماد تھے۔ آپ نے فرمایا:

”میں نے صرف انھی لوگوں سے احادیث نقل کی ہیں جن کا عقیدہ یہ تھا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ کسی شخص نے امام بخاری سے ایک حدیث کی وضاحت چاہی۔ آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں حدیث صحیح طور پر بیان نہیں کر رہا یا اس میں کوئی کمی کر رہا ہوں، حالانکہ میں نے ایک روایی سے دس ہزار احادیث صحیح اس لیے نقل نہیں کیں کہ مجھے اس پر اعتماد نہ تھا۔ اسی طرح ایک اور شخص سے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ احادیث میں نے اس بنا پر روایت نہیں کیں کیں

1 هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 670.

کہ میرے نزدیک وہ شخص بھروسے کے قابل نہ تھا۔<sup>1</sup>

ان واقعات اور اقوال سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ امام بخاری نے اساتذہ کے انتخاب اور ان سے روایت کرنے میں کیا محتاط طریق کا اختیار کیا اور کتنی محنت کی۔ آپ صرف اہل سنت اساتذہ ہی سے روایت کرتے تھے اور معمولی سائش بھی ہوتا تو حدیث چھوڑ دیتے تھے۔

### روایت، نقل اور کتابتِ حدیث کے لیے الفاظ کا انتخاب

امام صاحب نے صحیح بخاری کے علاوہ اپنی دیگر کتب کے لیے شرائط کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ آپ کی دیگر کتب کی اسناد کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ الجامع الصحیح کے علاوہ آپ کی دیگر کتب میں صحیح احادیث کے علاوہ حسن اور ضعیف درجے کی احادیث بھی موجود ہیں اگرچہ بہت کم ہیں۔

صحیح بخاری میں امام بخاری کے منیج کو ہم باقاعدہ طور پر آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔

### نقل روایات کے لیے الفاظ کے انتخاب کا منیج

امام بخاری حَدَّثَنَا، أَخْبَرَنَا اور أَنْبَأَنَا تینوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ آپ کے نزدیک ان تینوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اس کی وضاحت خود امام صاحب نے صحیح بخاری (کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا، وأخبرنا، وأنبأنا) میں کر دی ہے۔ اسی بنا پر حدیث بیان کرنے کے لیے آپ نے صرف حَدَّثَنَا کو اختیار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اس کا ذکر کیا ہے<sup>2</sup> البتہ لفظ عَنْ کے بارے

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 673. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 11.

میں امام صاحب نے اپنے شیخ علی بن مدینی رض کا موقف اپنایا ہے کہ لفظ عن سے مروی سنداں شرط پر متصل ہو گی کہ راوی کا اپنے شیخ سے کسی ایک حدیث میں سماع یا ملاقات ثابت ہو جائے۔<sup>۱</sup>

### راویوں کی جانچ پر کھ کے اصول

امام بخاری راویوں پر تقدیم کے معاملے میں بے حد محتاط تھے۔ آپ اس خوف سے لرزتے تھے کہ مبادا قیامت کے دن کوئی شخص آپ کے خلاف دعویٰ لے کر اٹھ کھڑا ہو۔ اس بارے میں آپ نے خود فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا حساب نہیں لے گا کیونکہ میں نے زندگی بھر کسی کی غیبت نہیں کی۔“ امام صاحب کا یہ فرمان بکر بن منیر سے مروی ہے۔<sup>۲</sup>

امام ذہبی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے بالکل درست فرمایا ہے کیونکہ جو شخص بھی راویوں پر امام صاحب کی جرح و تعدیل کا جائزہ لے گا، اسے خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری نے مختلف لوگوں کو دیکھتے ہوئے کس قدر زبردست احتیاط بر تی ہے۔ آپ جس راوی کو دیکھتے کہ وہ ضعیف ہے تو اس کے بارے میں فرماتے کہ فلاں منکر الحدیث ہے۔ یا یہ فرماتے: ”علماء نے اس کے بارے میں چپ سادھہ لی ہے۔“ یا فرماتے: ”اس میں اعتراض ہے۔“ بس اسی طرح کے محتاط الفاظ سے کام لیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ ”فلاں جھوٹا آدمی ہے، یا فلاں راوی خود حدیثیں گھر لیتا ہے۔“ اس بارے میں آپ کا ارشاد ہے: میں جب کسی راوی کے

1 الجرح والتعديل بين المتشددين والمتناهيلين: 316. 2 طبقات الحنابلة: 276، وتاريخ

بغداد: 2/13، وسیر أعلام النبلاء: 12/439، وهدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 673.

کے بارے میں یوں کہوں: «فَلَمَّا فَيَ حَدِيثِهِ نَظَرٌ» تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ کمزور راوی ہے۔

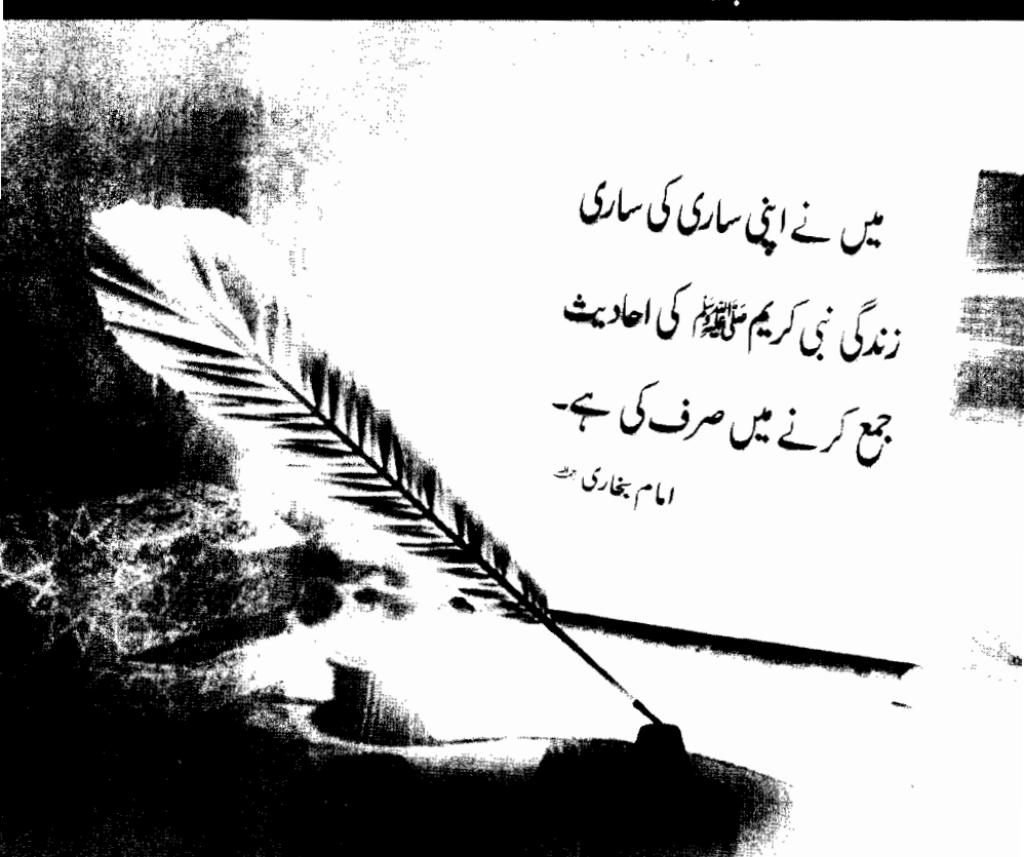
یہ ہے امام صاحب کے اس قول کا مطلب کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی شخص کی غیبت کرنے کا حساب نہیں لے گا۔ یہ تقوے کا اعلیٰ مقام ہے۔<sup>1</sup>

امام ذہبی کہتے ہیں کہ امام بخاری فِیہ نَظَرٌ اور فِی حَدِيثِهِ نَظَرٌ کے الفاظ صرف اسی راوی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں جس پر عام طور پر جھوٹ کی تہمت لگی ہوتی ہے۔<sup>2</sup> مگر جس شخص کے بارے میں آپ یہ کہہ دیں: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ، لَا يُحْتَجُ بِهِ، مَجْهُولٌ اور مُنْكَرُ الْحَدِيثِ تو ایسے راویوں سے روایت نقل کرنا بالکل ناجائز ہے۔<sup>3</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/441,439. 2 العراف في شرح الأنفية: 2/11. 3 مندمة ميزان الاعتدال: 1/4,3.



نہایاں واقعات، بلند پایہ ملفوظات اور وفات



میں نے اپنی ساری کی ساری  
زندگی نبی کریم ﷺ کی احادیث  
جمع کرنے میں صرف کی ہے۔

امام بخاری رض

- زندگی کے نہایاں واقعات
- بلند پایہ ارشادات و اقوال
- وفات حسرت آیات

## زندگی کے نمایاں واقعات

”میں نے وہ سمندر میں پھینک دیئے“

علامہ عجلوی جلال اللہ نے الفوائد الدراری میں طالب علمی کے زمانے میں امام بخاری کے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ امام بخاری بھری سفر کر رہے تھے۔ زادِ راہ کے طور پر ان کے پاس ایک ہزار دینار تھے۔ کشتی میں سوار ایک شخص نے آپ سے بڑی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ اس کا حسن سلوک دیکھ کر آپ بھی اس سے بڑی الفت سے پیش آئے، حتیٰ کہ وہ شخص آپ کے بہت قریب ہو گیا اور آپ ہی کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگا۔ ایک دن باقتوں باقتوں میں آپ اس سے یہ کہہ بیٹھے کے میرے پاس ایک ہزار دینار ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ آپ کے یہ ہزار دینار ہتھیانے کے حر بے سوچنے لگا، بالآخر اس نے ایک بہت بڑا ڈرامہ رچایا۔

ہوا یوں کہ ایک دن وہ شخص نیند سے بیدار ہوتے ہی رونے اور چینے چلانے لگا۔ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اپنے چہرے اور سر کو پیٹا اور ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ کشتی میں سوار دوسرے لوگوں نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو بڑے حیران ہوئے۔ اس

1 سیر اعلام النبلاء: 12/446۔ 2 سیر اعلام النبلاء: 12/447 و ہدی الساری مقدمہ

فتح الباری، ص 672,671

سے روئے کا سبب پوچھا۔ مگر وہ مسلسل روئے جا رہا تھا۔ لوگوں نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ میری ایک تھیلی گم ہو گئی ہے، اس میں ایک ہزار دینار تھے۔  
لوگوں نے کشتی میں سوار ایک ایک فرد کی تلاشی لی۔ اس دوران میں امام بخاری نے پچکے سے اپنا بٹوہ دیناروں سمیت سمندر کی نذر کر دیا۔ تلاشی لینے والوں نے امام بخاری کا سامان بھی ٹھوٹا لیکن وہ تھیلی نہ ملی۔ اس طرح کشتی میں سوار تمام لوگوں کی تلاشی لی گئی مگر وہ ایک ہزار دینار نہیں ملے۔ لوگوں نے اس شخص کی سخت سرزنش کی کہ اس نے جھوٹ بول کر خواہ مخواہ تمام مسافروں کو پریشان کیا۔

جب کشتی کنارے جاگ لگی اور لوگ کشتی سے اتر کر اپنی اپنی منزل کو چل دیے تو مذکورہ شخص آپ کے پاس آیا۔ پوچھنے لگا کہ آپ نے ان ایک ہزار دیناروں کا کیا کیا؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے وہ سمندر میں پھینک دیے۔“ یہ جواب سن کر وہ بولا: ”آپ نے اتنی بڑی رقم کو ضائع کرنا کیسے گوارا کر لیا؟“ آپ نے فرمایا: ”تجھے کیا معلوم میں نے اپنی ساری زندگی نبی کریم ﷺ کی احادیث جمع کرنے میں کھپا دی ہے۔ لوگ میری امانت و دیانت داری کو خوب جانتے ہیں۔ بھلا میں کیسے برداشت کر لیتا کہ ایک ہزار دینار کی خاطر اپنے آپ پر چوری کی تہمت لگاؤں۔ دیانت اور امانت داری کا جو بے بہا موتی مجھے زندگی میں میسر آیا تھا، کیا میں اسے چند لکوں کے عوض گنوادیتا؟“<sup>1</sup>

امیر بخارا کا امام بخاری رض سے سخت رویہ

احمد بن منصور شیرازی کہتے ہیں: میں نے یہ واقعہ اپنے کئی دوستوں سے سنائے کہ جب امام بخاری بخارا تشریف لائے تو شہر سے پانچ سات کلو میٹر دور ہی آپ کے

<sup>1</sup> الفوائد الدراری للعجلونی۔ یہ واقعہ صرف علامہ عجلونی ہی نے نقل کیا ہے۔ ویکھیے: (سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 61,60)

استقبال کے لیے ایک شان دار تقریب منعقد کی گئی۔ بخارا شہر کا کوئی قابل ذکر آدمی ایسا نہ تھا جو آپ کے استقبال کے لیے نہ پہنچا ہو۔ استقبالیہ تقریب میں لوگوں کے آرام کے لیے باقاعدہ خیمے اور سائبان لگائے گئے۔ حاضرین کو شکر کا شربت پلایا گیا۔ آپ کی آمد کی خوشی میں لوگوں نے آپ پر درہم اور دینار نچحاور کیے۔

امام بخاری وہاں کچھ روز ہی تھہرے ہوں گے کہ محمد بن یحیی ذہلی نے امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کو خط بھیجا کہ اس شخص (محمد بن اسماعیل) نے سنت کی خلاف ورزی شروع کر رکھی ہے۔ امیر بخارا نے محمد بن یحیی ذہلی کا خط اہل بخارا کے سامنے پیش کیا اور امام بخاری کے بارے میں رائے طلب کی۔ اہل بخارا نے کہا کہ ہم امام بخاری کے ساتھ ہیں۔ ہم ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتے لیکن لوگوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی امیر بخارا نے آپ کو بخارا سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔<sup>1</sup>

ابراهیم بن معقل **النسفی** کہتے ہیں کہ جس دن امام بخاری کو بخارا شہر سے نکالا گیا، اُسی دن میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا: کہ آپ جس دن یہاں تشریف لائے تھے، اس دن آپ کا زبردست استقبال ہوا تھا۔ لوگوں نے آپ پر درہم و دینار نچحاور کیے لیکن آج آپ کو یہاں سے نکالا جا رہا ہے، ان دونوں کے درمیان آپ کیا فرق محسوس کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرا دین سلامت ہے، اس

ابراهیم بن معقل **النسفی**: ابوالحق ابراهیم بن معقل بن جاجح آپ نصف شہر کے قاضی تھے۔ آپ نے قتبیہ بن سعید، ابوکریب اور احمد بن منیع وغیرہ سے روایت کیا، جبکہ خلف بن محمد الخیام اور محمد بن زکریا وغیرہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ ذوالحجہ 295ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے امام بخاری سے صحیح بخاری کو روایت کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: 13/493)

1 سیر اعلام النبلاء: 12/463، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 687.

لیے میں ایسی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔

ابراہیم بن معقل نسی فی کہتے ہیں کہ آپ بخارا سے بیکنڈ شہر کی طرف چل پڑے، لیکن اہل بیکنڈ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ آپ کا حامی تھا اور دوسرا گروہ آپ کا مخالف۔ سرقد والوں کو یہ اطلاعات پہنچیں تو انہوں نے آپ کو سرقد آنے کی دعوت دی۔ آپ سرقد کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی سرقد کے کسی نوای گاؤں ہی میں پہنچ تھے کہ مقامی لوگوں میں اختلاف کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگ سرقد میں آپ کی آمد کے حامی تھے اور کچھ خلاف تاہم فریقین افہام و تفہیم کے بعد سرقد میں آپ کی آمد پر متفق ہو گئے۔ سرقد والوں کے خیالات کی یہ تمام خبریں آپ تک مسلسل پہنچتی رہیں۔ بالآخر اہل سرقد کی متفقہ دعوت پر آپ وہاں جانے کے لیے اپنی سواری پر بیٹھے تو تین بار فرمایا:

”پروردگار! مجھے وہ چیز عطا کر جو میرے لیے بہتر ہے۔“

اس دعا کے ساتھ ہی آپ کی روح نفسِ عصری سے پرواز کر گئی۔ اہل سرقد کو یہ الٰم ناک خبر ملی تو وہ سب آپ کے جنازے پر امند ہائے۔<sup>1</sup>

حافظ ذہبی کہتے ہیں: یہ واقعہ معتبر ذرائع سے نقل نہیں ہوا، تاہم صحیح واقعہ مذکورہ بالا

بیکنڈ: بخارا اور جیہون کے درمیان قدیم ترکستان کا ایک شہر ہے جو بخارا سے تقریباً 24 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ماوراء النہر کے تمام شہر اور دیہات سرہنر و شاداب ہیں سوائے اس شہر کے۔ یہ دریائے جیہون کے ساتھ واقع ریگستان کے قریب ہے۔ یہاں زراعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس شہر میں ایک خوب صورت مسجد تھی جس میں قیمتی سنگ مرمر استعمال کیا گیا تھا اور قبلے کی سمت والی دیوار کو سونے کے تاروں سے مزین کیا گیا تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں اس کی فصیل کا صرف ایک دروازہ تھا۔ علم کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہاں مختلف علوم و فنون کے علمائے کرام بڑی تعداد میں آباد تھے۔ اس وقت یہ شہر از بکستان کے مرکزی شہر کی حیثیت رکھتا تھا۔ آج کل یہ شہر دیران پڑا ہے۔

1 سیر اعلام النبلاء، 12/463, 464.

واقعہ کے برعکس بیان کیا گیا ہے جس کے راوی علامہ غنچار ہیں۔ انہوں نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ ابو عمر و احمد بن محمد المقری سے سنا تھا۔ انہوں نے بکر بن منیر بن خلید بن عسکر سے سنا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ بخارا کے امیر خالد بن احمد ذہبی نے امام بخاری کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنی کتاب الجامع الصحيح اور التاریخ الکبیر کے ساتھ دیگر کتب لے کر میرے پاس آ جائیں تاکہ میں آپ سے استفادہ کر سکوں۔

امام بخاری نے اس کے اپنی کے ہاتھ یہ جواب لکھ بھیجا کہ میں علم دین کو رسوائی نہیں کر سکتا کہ اسے اٹھا کر لوگوں کے دروازوں پر دستک دیتا پھرلوں۔ اگر تم مجھ سے کچھ پڑھنے اور سنبھل کے آرزو مند ہو تو میری مسجد یا میرے گھر آ جاؤ۔ اگر تمھیں یہ طریقہ ناپسند ہو تو تم حاکم وقت ہو، اقتدار کی طاقت سے میرے درس حدیث کا سلسلہ بند کر دوتا کہ میں قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں تمھارے اس عمل کو تمھارے ہی خلاف بطور جھٹ پیش کروں۔ میں علم کو چھپا کر اپنے تک محدود نہیں رکھ سکتا، میں یہ علم لوگوں تک پہنچا تا رہوں گا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”جس شخص سے دین کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ بتانے سے گریز کرے اور اسے چھپائے، اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔“  
اس واقعہ سے امام بخاری اور امیر بخارا کے مابین رنجش پیدا ہو گئی۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> تاریخ بغداد: 2/33، و تہذیب الکمال: 16/106، و سیر اعلام النبلاء: 12/464، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 688، 687. مذکورہ واقعہ میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے لیے ملاحظہ کیجیے: سنن أبي داود، العلم، باب کراہیہ منع العلم، حدیث: 3658، و جامع الترمذی، العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، حدیث: 2649، و مسنند احمد: 2/353، 344، 305، 263.

امام حاکم نے امام بخاری اور امیر بخارا کے مابین رجھش کی وجہ بننے والا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ محمد بن عباس الصبی سے سنا۔ انھوں نے ابو بکر بن ابو عمرو الحافظ البخاری سے سنا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ خلفائے بنو طاہر کی طرف سے مقرر کردہ امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی اور امام بخاری کے مابین رجھش کا سبب یہ بنا کہ خالد بن احمد ذہلی نے امام بخاری کو پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر پر آ کر میرے بچوں کو الجامع الصحیح اور التاریخ الکبیر پڑھا دیا کریں۔ امام بخاری نے انکار کر دیا اور فرمایا: ”میں تعلیم کے لیے کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روانہ نہیں رکھ سکتا۔“

امیر بخارا نے امام بخاری کے انکار کو اپنی توہین خیال کیا اور حریث بن ابی ورقاء وغیرہ کو آپ کے درپے کر دیا۔ اُس نے آپ سے آپ کے مسلک کے بارے میں بحث و مناظرہ شروع کر دیا اور بالآخر آپ کو بخارا سے نکلوا کر دم لیا۔ تاریخ بغداد اور مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے بخارا سے نکلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ اتجاہ کی:

حریث بن ابی ورقاء: یہ شخص بخارا کے مشہور اور کبار فقہائے حنفیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنے ائمہ کے اتوال اور قیاس کے مقابلے میں کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ محدثین کرام سے اس کی خاص دشمنی تھی۔ حریث بن ابی ورقاء کے حالاتِ زندگی میں صرف اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس نے امام بخاری کو بخارا شہر سے نکلوانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ والی بخارا کے ساتھ اس تعاون کے صلے میں حریث کو بہت بڑا شinx بنا دیا گیا۔ احناف کے ہاں وہ ان کے کبار ائمہ میں شمار کیا گیا۔ امام بخاری اور حدیث سے شدید عداوت کے علاوہ ان میں اور کوئی بُنُر نظر نہیں آتا۔ (الجواهر المضبیۃ فی طبقات الحنفیۃ: 2/35).

”پروردگار! یہ لوگ مجھے جو تکلیف دینا چاہتے ہیں اس میں تو انھیں اور ان کے اہل و عیال کو مبتلا کر دے۔“

اس واقعہ پر ایک ماہ ہی گزرا ہو گا کہ بنو طاہر کے خلیفہ کی طرف سے امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کی بر طرفی کا حکم جاری ہو گیا، چنانچہ سرکاری کارندوں نے اسے گدھے پر بٹھا کر پورے شہر کا چکر لگوایا اور ساتھ ہی اس کی معزولی کی منادی بھی کی گئی۔ اسی طرح حریث بن ابی ورقاء اور اس کے دوسرے معاونین کو ان کے اہل و عیال سمیت اللہ تعالیٰ نے ایسی سخت آزمائشوں میں ڈالا کہ الامان والحافظ۔<sup>1</sup>

امام حاکم ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ واقعہ خلف بن محمد نے بیان کیا اور انھیں سہل بن شاذویہ نے سنایا کہ امام محمد بن اسما عیل بخاری تاجریوں کے محلے میں رہتے تھے۔ وہاں کے کچھ لوگ آپ کے پاس آیا کرتے تھے، وہ لوگ اہل حدیث کے شعار مفرد اقامت اور رفع الیدين وغیرہ اعمال ظاہر کرتے تھے۔ حریث بن ابی ورقاء اور کچھ دوسرے لوگوں نے آپ کے بارے میں کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص فتنہ انگیز ہے۔ ہمارے شہر میں فساد برپا کر دے گا۔ امام بخاری محدثین اور مسلک اہل حدیث کے حاملین کے امام تھے۔ محمد بن بیہی ذہلی نے انھیں اسی اندیشے کے پیش نظر نیشاپور سے نکلا دیا تھا۔

امام بخاری نہایت متقدی اور غیور انسان تھے۔ بادشاہوں کے پاس جانے سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن محمد بن واصل بیکندی سے یہ بات سنی کہ

1 سیر اعلام النبلاء: 12/465، وتاریخ بغداد: 2/33، 34، وطبقات السبکی: 2/233، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 688.

انھوں نے اپنے باپ سے ساتھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ امام بخاری بخارا سے نکل کر ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم لوگوں نے آپ سے حدیث کی کتابیں پڑھ لیں۔ ورنہ ہم لوگوں کے لیے امام صاحب کے پاس جانا محال تھا۔ فریب، بیکنڈ اور گرد نواح میں آپ ہی کی سعی بلیغ سے علم حدیث پہنچا اور لوگ سنت پر عمل کرنے لگے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امیر بخارا خالد بن احمد ذہبی نے اپنے علاقے میں بڑے اچھے کارنا مے انجام دیے، لیکن امام بخاری کے خلاف اُس نے جو سازش کی وہ اس کے زوال کا سبب بن گئی۔<sup>1</sup>

### امام بخاری رض اور محمد بن یحییٰ ذہبی کا واقعہ

امام مسلم بن حجاج رض فرماتے ہیں کہ امام بخاری جب نیشاپور تشریف لائے تو نیشاپور والوں نے آپ کے ساتھ جس حسن سلوک اور عزت و احترام کا برتاؤ کیا، وہ بے مثال تھا۔ میں نے کسی بڑے سے بڑے حاکم کی بھی اس قدر عزت افزائی ہوتے نہیں دیکھی۔ لوگ نیشاپور سے دو یا تین دن کا سفر طے کر کے ایک مقام پر پہنچے جہاں انھوں نے آپ کا شان دار استقبال کیا۔<sup>2</sup>

محمد بن یعقوب بن اخرم کا بیان ہے: میں نے اپنے دوستوں سے یہ بات سنی

محمد بن یعقوب بن اخرم: ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب بن اخرم شبیانی نیشاپوری 250ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے امام محمد بن نصر المروزی اور جعفر بن محمد الترک وغیرہ سے روایت کیا اور ابو عبد اللہ بن مندہ، ابو عبد اللہ الکام اور حسان بن محمد الفقیر وغیرہ نے آپ سے درس حدیث لیا۔»

1 سیر أعلام النبلاء، 12: 465, 466. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 684، وسیر

أعلام النبلاء، 12: 458.

کہ امام بخاری جب نیشا پور تشریف لائے تو چار ہزار گھنٹے سواروں نے آپ کا استقبال کیا۔ ان کے علاوہ خچروں پر سوار اور پیدل چلنے والے بے شمار لوگ آپ کے استقبال کے لیے آمد آئے تھے۔<sup>1</sup>

امام محمد بن یحییٰ ذہلی کو نیشا پور میں امام بخاری کی آمد کا پتا چلا تو انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ امام بخاری یہاں پہنچ رہے ہیں، جو لوگ ان کے استقبال کے لیے چلنا چاہیں، چلیں۔ میں بھی ان کے استقبال کے لیے جاؤں گا، چنانچہ جب امام بخاری وہاں پہنچے تو محمد بن یحییٰ نے علمائے کرام کے ساتھ امام بخاری کا پرپتاک استقبال کیا اور انھیں خوش آمدید کہا۔ امام بخاری نے نیشا پور کے بخاری محلے میں قیام فرمایا۔

حسن بن محمد بن جابر کہتے ہیں کہ امام بخاری جب نیشا پور میں تشریف لائے تو امام محمد بن یحییٰ ذہلی نے ہم سے فرمایا:

”اس نیک آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے حدیث سنو۔“

لوگ امام بخاری سے استفادہ کرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امام محمد بن یحییٰ ذہلی کی درس گاہ خالی ہو گئی۔ محمد بن یحییٰ نے حسد میں آ کر امام بخاری کے بارے میں نازیبا باتیں کرنی شروع کر دیں۔<sup>2</sup>

امام محمد بن یحییٰ نے لوگوں کو پابند کیا تھا کہ امام بخاری سے کلام اللہ سے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے کیونکہ اگر انہوں نے ہمارے نظریات کے خلاف کوئی بات کہہ دی تو

”آپ جمادی الثانیہ 344ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 15/466).

1 سیر أعلام النبلاء: 12/437۔ 2 تاریخ بغداد: 2/30، وطبقات السبکی: 2/228،

وسیر أعلام النبلاء: 12/453، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 684۔

ان سے ہماری آن بن ہو جائے گی اور خراسان کے باطل فرقوں کے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور ہم پر ہنسیں گے۔

امام بخاری کی زیارت کے لیے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ آپ کا گھر اور مکانوں کی چھتیں لوگوں سے بھر گئیں۔ دوسرے یا تیسرے دن ایک آدمی نے اللہ فُظْ بِالْقُرْآن، یعنی قرآن کے وہ الفاظ جو کسی کی زبان سے نکلے ہوں، ان کے متعلق وضاحت چاہی۔ آپ نے فرمایا:

”ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہم جو کچھ پڑھتے یا بولتے ہیں وہ ہمارے افعال ہیں۔“

آپ کے اس جواب پر وہاں اختلاف بھوٹ پڑا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ امام بخاری کہتے ہیں: ”میرا قرآن کو پڑھنا ایک فعل ہے اور یہ فعل مخلوق ہے۔“ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ امام بخاری نے یہ بات نہیں کی۔ بس اسی بات میں اختلاف کی وجہ سے ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی اور اہل خانہ نے باہم مل کر لوگوں کو وہاں سے چلتا کیا۔<sup>1</sup>

ابن علی خلدی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی کی زبان سے سنا کہ امام بخاری نے ہمارے سامنے ”لفظیہ“ کا قول ظاہر کیا ہے اور ”لفظیہ“ میرے نزدیک جھمیہ

جھمیہ: جبم بن صفوان کے مانے والوں اور اُس کے عقائدِ باطلہ پر یقین رکھنے والوں کو ”جھمیہ“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس طرح معتزلہ ”صفاتِ ازوی“ کے منکر تھے، اسی طرح یہ بھی ان کے ہم خیال تھے۔ انہوں نے معتزلہ کے عقائد و خیالات میں مزید چند بالوں کا اضافہ کیا۔ ان کا ۱۲/۴۵۸، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 684۔

سے بھی زیادہ برے ہیں۔<sup>۱</sup>

ابو احمد بن عدی کہتے ہیں کہ متعدد علماء نے مجھے بتایا کہ امام بخاری جب نیشا پور تشریف لائے تو آپ کی زیارت کرنے اور آپ سے حدیث پڑھنے کے لیے بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ نیشا پور کے کچھ علماء کو آپ کی اس قدر عزت افزائی ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ آپ سے حسد کرنے لگے۔ انھی حاسدین میں سے کسی نے آپ کے شاگردوں میں یہ بات پھیلا دی کہ امام بخاری کہتے ہیں:

”قرآن کو پڑھنا فعل ہے اور فعل مخلوق ہے۔“

چنانچہ انھوں نے امام بخاری سے دورانِ درس اس بارے میں بات کرنے کا پروگرام بنایا۔ لوگ جمع ہو گئے تو ایک شخص آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

”قرآن کے الفاظ جو انسان کے مذہ سے نکلتے ہیں، آیا وہ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟“

امام بخاری نے اس کی طرف بالکل دھیان نہ دیا۔ اس نے دوبارہ سوال دہرا دیا۔ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے جب تیسرا مرتبہ اپنا سوال پیش کیا تو آپ نے

”عقیدہ تھا کہ جس صفت سے مخلوق کو موصوف کیا جاتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے۔ اس عقیدے سے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حقی (زندہ) اور عالم (جانے والا) ہونے کی فتنی کر دی۔ یہ لوگ اسی طرح کے دیگر باطل عقائد کے ماننے والے تھے، مثلاً: بندے کو کچھ اختیار نہیں، وہ مجبورِ محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے، اللہ ہی کرتا ہے۔ جنت اور جنم بھی آخر کار فنا ہو جائیں گے۔ ایمان فقط معرفت کا نام ہے۔ خالق حکمرانوں سے ہتھیاروں کے ساتھ لڑنا واجب ہے۔ ترمذ شہر سے ان کی بدعتات کا آغاز ہوا۔ سلم بن احوز مازنی نے چہم بن صفوان کو بنوامیہ کے آخری دور میں مرد کے مقام پر قتل کر دیا تھا۔

۱ سیر اعلام النبلاء: 459/12

اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے لیکن بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور اس بارے میں کسی کا امتحان لینا بذعت ہے۔“

یہ جواب سن کر وہ شخص مشتعل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس کے ساتھ دیگر لوگ بھی مشتعل ہو گئے اور امام بخاری کو تھا چھوڑ کر چلے گئے۔<sup>1</sup>

محمد بن مسلم خشام کہتے ہیں کہ نیشا پور میں قیام کے دوران میں ایک دفعہ امام بخاری سے انسان کے منہ سے نکلنے والے قرآنی الفاظ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ابوقدامہ عبد اللہ بن سعید نے یحییٰ بن سعید القطان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی:

”لوگوں کے تمام اعمال مخلوق ہیں۔“

یہ جواب سن کر لوگوں نے امام بخاری سے پڑھنا چھوڑ دیا۔ بعد ازاں انہوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو ہم لوگ آپ کے پاس پڑھنے کو تیار ہیں۔ آپ نے انھیں جواب دیا:

”اگر تم لوگ میری دلیل سے زیادہ زور دار اور قوی دلیل لے آؤ تو ٹھیک ہے، ورنہ نہیں۔“

1 سیر أعلام النبلاء، 12/453، 454 و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 684.

محمد بن مسلم خشام کہتے ہیں کہ مجھے امام بخاری کی ثابت قدیمی بڑی پسند آئی۔<sup>1</sup> علامہ فربری کہتے ہیں کہ امام بخاری نے حضرت حذیفہ بن عائشہ کی ذیل کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ”لوگوں کے افعال مخلوق ہیں۔“ روایت یہ ہے: ”ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، انہوں نے مروان بن معاویہ سے، انہوں نے ابو مالک اشجعی سے، انہوں نے ربی بن حراش سے، انہوں نے حذیفہ بن عائشہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”بے شک ہر کام کرنے والے کو اور اس کے کام کو اللہ تعالیٰ ہی پیدا فرماتا ہے۔“<sup>2</sup> امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے ابوقدامہ عبید اللہ بن سعید سرخی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے اصحاب (محدثین) سے ہمیشہ سنتا رہا ہوں کہ ”بندوں کے افعال مخلوق ہیں۔“ امام بخاری نے اس جملے کو ذرا وضاحت سے یوں بیان کیا کہ انسانوں کی حرکات، ان کی آوازیں، ان کی کمایاں (اعمال) اور ان کی لکھائی سب کچھ مخلوق ہے۔ لیکن قرآن مجید جس کی تلاوت کی جاتی ہے، جو نہایت واضح ہے، جو صفات میں

ابوقدامہ عبید اللہ بن سعید سرخی: ابوقدامہ عبید اللہ بن سعید بن حیجہ بن رودیشہ ریسی نیشاپور آ کر آباد ہوئے۔ آپ نے حفص بن غیاث، سفیان بن عینہ اور حیجہ بن سعید قطان وغیرہ سے حدیث کا سامع کیا، جب کہ امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی اور امام ابوذر وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین آپ کے فیض یافتگان میں سے ہیں۔ آپ بہت عظیم مصنف تھے۔ 241ھ میں فر بر میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء: 12/112).

1 تاریخ بغداد: 30/2 و سیر اعلام النبلاء: 12/454، 2 سیر اعلام النبلاء: 12/454، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 685، و المستدرک للحاکم: 1/31، 32، و سلسلة الأحادیث الصححۃ: 4/181.

مرقوم ہے اور لوگوں کے دلوں میں محفوظ ہے وہ اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔<sup>1</sup>  
 قرآن مجید کے لوگوں کے دلوں میں محفوظ و ثابت ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا  
 فرمان ہے:

”بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں (محفوظ) ہیں۔“<sup>2</sup>  
 امام بخاری مزید فرماتے ہیں کہ امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ جو باتیں اور  
 کلام لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ و ثابت ہو جاتا ہے وہ تو مخلوق ہی ہے، اس بارے میں  
 کون شک کر سکتا ہے۔<sup>3</sup>

محمد بن احمد بن حاضر عجسی کہتے ہیں کہ امام فربربی نے ایک دفعہ امام بخاری کو فرماتے  
 ہوئے سنا کہ قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ جو شخص اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے۔<sup>4</sup>  
 ابو حامد الأعمشی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عثمان سعید بن مروان کے جنازے

ابو عثمان سعید بن مروان: ابو عثمان سعید بن مروان بن علی بغدادی نیشاپوری نے سلیمان بن حرب،  
 میحی بن معین اور ابو نعیم فضل بن دکین وغیرہ سے روایت کیا ہے، جبکہ آپ کے ساتھیوں میں سے امام  
 بخاری اور امام ابن ماجہ کے علاوہ محمد بن اسحاق بن خزیم وغیرہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ  
 بروز سوموار 15 شعبان 252ھ میں فوت ہوئے۔ نیشاپور میں مدفون ہیں۔ حافظ ابن حجر العسکر<sup>5</sup>

1 طبقات السبکی: 2/228، و سیر أعلام النبلاء: 12/454، 455، و هدی الساری مقدمة فتح  
 الباری، ص: 685. سیر أعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ یہ قول عبد اللہ بن سعید نے میحی بن سعید سے نقل  
 کیا ہے، جبکہ مقدمة فتح الباری میں یہی قول ابو قدامہ سے منقول ہے۔ اسی طرح امام بخاری کے الفاظ  
 میں ”مَتَّلُو“ (جس کی تلاوت کی جاتی ہے) کا لفظ سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے مگر مقدمة فتح  
 الباری میں نہیں ہے۔ 2 العنكبوت: 29:49. 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 685.

4 سیر أعلام النبلاء: 12/456، و تاریخ بغداد: 2/32.

میں امام بخاری کو اس عالم میں دیکھا کہ امام محمد بن یحییٰ ذہلی ان سے محدثین کے نام، کنیتیں اور علیل الحدیث کے متعلق سوالات کرتے جا رہے تھے اور امام بخاری معاً اتنی تیزی سے جواب دیتے جاتے تھے کہ جیسے کمان سے تیر نکلا چلا جا رہا ہو۔ اس واقعے کو ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ امام محمد بن یحییٰ الذہلی نے یوں کہنا شروع کر دیا کہ آج کے بعد جو شخص بھی امام بخاری سے پڑھنے جائے گا وہ ہماری درس گاہ میں نہیں آسکے گا۔ وجہ یہ ہے کہ بغداد سے کئی لوگوں نے ہمیں لکھ بھجا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ انسان کی زبان سے نکلے ہوئے قرآنی الفاظ مخلوق ہیں۔ ہم نے انھیں ایسی باتیں کرنے سے منع کیا تھا لیکن وہ اپنی بات پر ڈالے رہے، لہذا تم لوگ بخاری کے ہاں مت جاؤ۔ جو شخص ان کے پاس جانا چاہے، وہ ہمارے پاس نہ آئے۔

اس واقعے کے تھوڑی مت بعد ہی امام بخاری واپس بخارا چلے گئے۔<sup>1</sup>

ابو حامد بن الشرقي کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن یحییٰ الذہلی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور یہ تمام جهات و اطراف اور ہر پہلو سے غیر مخلوق ہے۔ جو شخص بھی اس کو اپنا مذہب بنائے گا وہ ”اللفظ“ میں غور و فکر سے رک جائے گا بلکہ قرآن کے سلسلے میں کوئی بات ہی نہیں کرے گا اور جس نے یہ گمان کیا کہ قرآن مخلوق ہے تو وہ کافر ہے۔ وہ ایمان کے دائرے سے بھی نکل گیا اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اس کا مال مسلمانوں

” فرماتے ہیں کہ امام بخاری اس وقت نیشاپوری میں تھے۔ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جبکہ محمد بن یحییٰ ذہلی نے بھی امام بخاری کے ساتھ جنازے میں شرکت کی۔ (تہذیب الکمال: 291/7)

1 تاریخ بغداد: 31، و طبقات السبکی: 229، و سیر أعلام النبلاء: 12: 455.

کے لیے مال نعیمت شمار ہوگا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جو شخص اس معاملے میں شک میں پڑ جائے اور قرآن کو نہ مخلوق کہے اور نہ غیر مخلوق تو اس نے بھی گویا کفر کا ارتکاب کیا۔ جو شخص یہ کہے کہ قرآن کے وہ الفاظ جو میرے منہ سے ادا ہوں وہ مخلوق ہیں تو وہ شخص بدعتی ہے۔ اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا نہیں چاہیے۔ نہ اس سے گفتگو کرنی چاہیے، چونکہ محمد بن اسما عیل بخاری یہی موقف رکھتے ہیں، اس لیے جو شخص ان کے ہاں جائے گا اس پر بدعتی ہونے کا الزام لگے گا کیونکہ ان کے ہاں اسی شخص کا آنا جانا ہوگا جو ان کے مسلک اور عقیدے کو مانتا ہوگا۔<sup>1</sup>

محمد بن شاول کہتے ہیں کہ جب محمد بن یحییٰ الذہبی اور امام بخاری کے مابین ”اللفظ“ کا مسئلہ وجہ اختلاف بنا تو ایک دن میں امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزر ارش کی کہ آپ اور محمد بن یحییٰ کے درمیان جو مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اس کی وجہ سے آپ کے پاس جو لوگ پڑھنے آتے ہیں، محمد بن یحییٰ ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔

کیا اس مسئلے کا کوئی حل بھی ہے؟

امام بخاری نے جواب دیا:

محمد بن شاول: ابوالعباس محمد بن شاول بن علی الہاشی نیشاپوری نے ابو مصعب الزہری، امام اسحاق بن راہویہ، عمرو بن زرارہ اور ہناد بن سری وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ علی بن عییٰ اور احمد بن خضر الشافعی وغیرہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ وفات سے بیس سال پہلے بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ بروز اتوار 12 ربیع الاول 311ھ کو فوت ہوئے۔ (سیر أعلام النبلاء: 14/263)

1 سیر أعلام النبلاء، 12/455، 456، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 685.

”محمد بن يحيى کو علم کے بارے میں کتنا حسد لائق ہو گیا ہے۔ علم تو اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔“

میں نے پوچھا: وہ مسئلہ کیا ہے جو آپ کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: بیٹا! یہ ایک منہوس سامسئلہ ہے۔ میں نے اسی کی وجہ سے احمد بن حنبل کو مارکھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب میں نے طے کر لیا ہے کہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ لفظ مخلوق ہیں۔ اس بارے میں امام بخاری سے پوچھا گیا تو انہوں نے ذرا توقف کے بعد یہ دلیل دی کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں۔ لیکن امام ذہبی نے سمجھا کہ یہ بات تو مسئلہ ”اللفظ“ کی طرف جاری ہے، چنانچہ انہوں نے اس معاملے کو اچھالنا شروع کر دیا اور اسے دوسرا رنگ دے دیا، حالانکہ امام بخاری کا موقف اور تھا۔

محمد بن نصر المروزی کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام بخاری سے سنا کہ جو شخص میری طرف یہ بات منسوب کرے:

”قرآن کے وہ الفاظ مخلوق ہیں جو میرے منہ سے نکلے ہوں، وہ شخص جھوٹا ہے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔“

میں نے عرض کیا: لوگوں نے تو اس معاملے میں بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کی ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا: بات اتنی ہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔

ابو عمرو الخفاف کہتے ہیں: ایک دن میں امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر

ان سے احادیث کے متعلق سوالات پوچھتار ہا۔ اس سے ان کی طبیعت میں بشارت پیدا ہو گئی۔ میں نے موقع غنیمت جان کر عرض کیا: حضرت! یہاں ایک آدمی نے آپ کے بارے میں مشہور کر رکھا ہے کہ آپ نے ہے۔ آپ نے فرمایا: ابو عمرو! میں تصحیح ایک بات بتاتا ہوں، اسے یاد رکھنا، وہ بات یہ ہے: یہ نیشاپور، قومس، رے، ہمدان، حلوان، بغداد، کوفہ، بصرہ اور کملہ و مدینہ کے لوگوں میں سے جو شخص بھی میرے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ میں نے کہا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ میں نے قطعاً یہ بات نہیں کہی۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ **أَفَعَالُ الْعِبَادِ مَخْلُوقَةٌ**.<sup>1</sup>

اصل حقیقت یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام ذہلی اور امام بخاری کے نزدیک قرآن لفظاً اور معنا اللہ کا کلام ہے۔ اس حد تک کسی کو کوئی اختلاف کہنے میں اختلاف ہے۔ امام احمد اور امام نہیں۔ لیکن ذہلی اس کو درست نہیں سمجھتے کیونکہ لفظ دو معنوں میں مستعمل ہے: ① قرآن کے الفاظ

قومس: ایران کا ایک صوبہ ہے۔ عراق، عجم، خراسان اور طبرستان کے درمیان واقع ہے۔ رے (تہران) سے خراسان کو جانے والی بہت بڑی تجارتی شاہراہ یہیں سے گزرتی ہے۔ ہمدان: یہ قدیم ایران کا ایک شہر ہے جو کہ کوہ الوند کے دامن میں تہران کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ایران و عرب میں اس کی عظمت و قدامت کی یاد ابھی تک باقی ہے۔ جمشید نے اس کے گرد قلعہ نما چار دیواری تعمیر کرائی جو ساسانی دور میں مکمل ہوئی۔ اس کے بعد کئی بادشاہوں نے اسے تباہ کیا اور کئی بادشاہوں نے اس سر نو آباد کیا۔ آج بھی اس کے پرانے آثار موجود ہیں۔ یہ شہر قالین بانی کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ مشہور فلسفی ابن سینا نے اسی شہر میں 428ھ میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوا۔ آب و ہوا کے لحاظ سے بڑا اچھا اور خوبصورت شہر ہے۔

1 سیر أعلام النبلاء: 12/456-458.

② قرآن کے الفاظ پڑھنا اور انہیں اپنی زبان سے ادا کرنا۔ پہلے معنی کی رو سے الفاظ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ انسانی فعل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے الفاظ کی قراءت اور تلاوت انسان نے کی ہے اس لیے وہ انسان کا عمل ہے۔ پہلے معنی کی رو سے اسے مخلوق کہنا صحیح نہیں اور دوسرے معنی کی رو سے اسے غیر مخلوق کہنا صحیح نہیں۔ عام آدمی دونوں معنوں میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ اس لیے امام احمد اور امام ذہلی کہتے تھے کہ لفظی بالقرآن مخلوق کہنا درست نہیں ہے تاکہ غلط معنی کا اشتباہ پیدا نہ ہو لیکن امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اہل علم کو ان دونوں میں فرق کرنا چاہیے اور ضرورت کے وقت اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے۔<sup>1</sup>

احمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام بخاری کی خدمت میں عرض کیا: یہ آدمی (محمد بن یحییٰ ذہلی) خراسان میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ خصوصاً نیشاپور میں تو اس کا بڑا اثر ہے۔ اس مسئلے پر وہ خواہ مخواہ ضد پر اتر آیا ہے۔ ہم میں سے کسی شخص کو اس معاملے میں اس سے بات کرنے کی مجال نہیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ امام بخاری نے اپنی داڑھی کپڑ کر فرمایا:

”میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔“<sup>2</sup>  
پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: پروردگار! تو یقیناً جانتا ہے کہ میں یہاں مستقل سکونت کا ارادہ نہیں رکھتا نہ یہاں کی سرداری کا مقصد ہوں۔ مجھے علم کی دولت تو نے ہی عطا کی

1 سیر اعلام البلاء: 459، 458. 2 المؤمن: 40: 44.

ہے۔ اس علم کی وجہ سے یہ شخص مجھ سے حسد کرتا ہے۔ مجھے اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: احمد! میں کل یہاں سے جا رہا ہوں تاکہ تم اس سے علمی استفادہ کر سکو اور میری وجہ سے تم پر کوئی قدغن نہ ہو۔ احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے احباب کو امام بخاری کے اس فیصلے کی اطلاع کر دی۔ لیکن اللہ کی قسم! میرے علاوہ انھیں کوئی رخصت کرنے نہ آیا۔ آپ جب نیشاپور سے نکلے تو اکیلا میں ہی ان کے ساتھ تھا۔ آپ شہر کے دروازے کے پاس تین دن قیام پذیر رہے کہ شاید اصلاح احوال کی کوئی صورت نکل آئے۔<sup>1</sup>

محمد بن یعقوب کہتے ہیں کہ امام بخاری نیشاپور میں قیام پذیر ہوئے تو امام مسلم آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اسی دوران میں جب امام ذہلی اور آپ کے درمیان اللفظ کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا تو امام ذہلی نے امام بخاری کی علانية مخالفت شروع کر دی اور لوگوں کو امام بخاری کے پاس جانے سے روکنے لگے۔ امام مسلم کے سوابقی تمام لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا۔ ایک دن امام ذہلی نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اللفظ کے مسئلے پر محمد بن اسماعیل بخاری جیسا عقیدہ رکھتا ہو، وہ ہماری درس گاہ میں نہ آئے۔ یہ سنتے ہی امام مسلم نے اپنی چادر سمیٹ کر سر پر کھلی اور بھری محفل سے اٹھ کر چل دیے اور امام ذہلی سے جتنا کچھ پڑھ کر کتابوں کی شکل میں مرتب کر لکے تھے وہ سب کچھ ایک مزدور کے ہاتھ امام ذہلی کے پاس واپس بھیج دیا۔ آپ اللفظ کے مسئلے پر امام بخاری کے موقف کے حامی تھے، علانية اس کا اظہار کرتے تھے، اپنے اس موقف کو چھپاتے نہ تھے۔<sup>2</sup>

محمد بن یعقوب بن اخرم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے متعدد احباب سے سنا کہ امام مسلم

1 سیر اعلام النبلاء: 12/459، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 685. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/460, 459.

اور احمد بن سلمہ نے امام ذہلی کی درس گاہ چھوڑ دی تو موصوف نے اعلان کر دیا کہ یہ شخص (امام بخاری) میرے ہوتے ہوئے اس شہر میں نہ رہے۔ امام بخاری کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے جان کے خطرے کے پیش نظر اس شہر کو چھوڑ دیا۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک شخص امام بخاری کے پاس آ کر کہنے لگا کہ فلاں آدمی آپ کو فرکہتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان سنادیا:

”جب کوئی شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو دونوں میں سے ایک اس قول کا مستحق ہو جاتا ہے۔“<sup>2</sup>

امام بخاری کے اکثر احباب آپ سے شکایت کرتے رہتے تھے کہ یہاں کے کچھ لوگ آپ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتے ہیں، اس موقع پر آپ قرآن کریم کی ذیل کی آیات سنادیتے تھے:

”بے شک شیطان کی چال بڑی کمزور ہے۔“<sup>3</sup>

”اور بربی چال اُسی کو گھیرتی ہے جو بربی چال چلتا ہے۔“<sup>4</sup>  
ایک دفعہ عبدالمجید بن ابراہیم نے امام بخاری سے گزارش کی کہ جو لوگ آپ پر زیادتی

1 سیر اعلام النبلا، 12/460، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 685. 2 سیر اعلام النبلا، 12/460، مذکورہ واقعہ میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے لیے ملاحظہ کیجیے: صحیح البخاری، الأدب، باب من أکفر أخاه بغير تأویل فهو كما قال، حدیث: 6103. 3 النساء، 4: 76. 4 فاطر 43:35، و سیر اعلام النبلا، 12/461,460/461.

کرتے ہیں، آپ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں اور آپ پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں، آپ ان کے خلاف بدعما کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے جواب میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد سنایا:

”ہر حال میں صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے آملو۔“  
نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

”جس شخص نے ظالم کے خلاف بدعما کی تو گویا اس نے بدلہ لے لیا۔“<sup>1</sup>  
محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جب بھی کسی کم عقل شخص نے ہمارے خلاف کوئی سازش کی یا ہمارے درپے آزار ہوا تو اسے اللہ کی طرف سے مصائب اور حادث زمانہ نے ایسا گھیرا کہ وہ نج نہ سکا اور جب بھی کوئی احمد میرے خلاف کوئی سازش کرتا ہے تو مجھے رات کو خواب میں آگ نظر آتی ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا، پھر اس آگ کو بجھادیا جاتا ہے۔ میں اس وقت یہ آیت کریمہ پڑھنا شروع کر دیتا ہوں:

”جب کبھی یہ لوگ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اسے ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ زمین

1 سیر أعلام النبلاء: 12/461. نبی کریم ﷺ کے فرائیں علی الترتیب ملاحظہ کیجیے: صحيح البخاری، الفتن، باب قول النبی ﷺ قبل حدیث: 7052، و جامع الترمذی، الدعویات، باب من دعا على من ظلمه فقد انتصر، حدیث: 3552.

میں فساد پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں مگر اللہ فساد برپا کرنے والوں کو ہر کمز پسند نہیں کرتا۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم ہی کا بیان ہے کہ امام بخاری جب آخری دفعہ عراق سے واپس تشریف لائے تو رات کو میں جب بھی آپ کے پاس آتا تو آپ اکثر اس آیت کی تلاوت کرتے پائے جاتے تھے:

”اگر اللہ تمھاری مدد پر ہوتا کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جوچے مومن ہیں انھیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“<sup>2</sup>

احمد بن سیار کے کاتب ابراہیم کہتے ہیں کہ امام بخاری جب ”مرد“ میں تشریف لائے تو آپ کا استقبال کرنے والوں میں احمد بن سیار بھی شامل تھے۔ احمد بن سیار نے امام بخاری سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو آپ کے خیالات کی مخالفت نہیں کریں گے لیکن عام لوگ شاید گوارا نہ کر سکیں۔ امام بخاری نے جواب دیا: ”اگر مجھ سے کسی مسئلے کے متعلق رائے مانگی جائے تو کیا میں اسے حق سمجھتے ہوئے بھی اس کے خلاف رائے دوں؟ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے جہنم سے برا خوف آتا ہے۔“ احمد بن سیار یہ جواب سن کر وہیں سے ہی واپس چلے گئے۔<sup>3</sup>

عبد الرحمن بن ابی حاتم اپنی کتاب الجرح والتعديل میں لکھتے ہیں کہ محمد بن اسما عیل

1 المائدة: 64، و سیر أعلام النبلاء: 12/461. 2 أَلْ عَمْرُونَ: 3: 160، و سیر أعلام النبلاء:

3 سیر أعلام النبلاء: 12/462.

البخاری 250ھ میں رے میں تشریف لائے تو ابو زرعة اور ابو حاتم نے آپ سے حدیث پڑھنی شروع کر دی۔ اس دوران میں انھیں نیشاپور سے محمد بن یحییٰ الذہبی کا مکتوب ملا جس میں لکھا تھا کہ امام بخاری نے نیشاپور میں کہا تھا:

یعنی قرآن کے وہ الفاظ جو ان کی زبان سے ادا ہوں وہ مخلوق ہیں تو ان

دونوں (ابوزرعة اور ابو حاتم) نے آپ سے احادیث پڑھنی پڑھانی چھوڑ دیں۔<sup>1</sup>

محمد بن نعیم کا بیان ہے کہ امام بخاری کے خلاف جب مذکورہ بالافتہ کھڑا ہوا تو اس دوران میں نے ان سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”ایمان قول اور عمل کا نام ہے، یہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر، ان کے بعد عثمان اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ میں اسی عقیدے پر زندہ ہوں، اسی پر مرسول گا اور ان شاء اللہ اسی عقیدے پر میرا حشر ہو گا۔“<sup>2</sup>

ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے مالک مکان نے بتایا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک دن قبل میں نے امام بخاری سے پوچھا تھا کہ قرآن کے متعلق آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ میں نے عرض کیا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ قرآن کے بارے میں یہ موقف رکھتے ہیں کہ یہ نہ تو مصاحف میں ہے اور نہ لوگوں کے دلوں ہی میں ہے۔ آپ نے جواب دیا: اللہ سے معافی مانگو کہ تم میرے بارے میں وہ بات کہہ رہے ہو جو بذاتِ خود تم نے مجھ سے نہیں سنی۔ میں تو وہی بات کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے:

1 سیر أعلام النبلاء: 12/462. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 686.

جو لکھی ہوئی ہے!“<sup>1</sup> اس کے بعد فرمایا: میں کہتا ہوں کہ مصاحف میں بھی قرآن ہے اور لوگوں کے سینوں میں بھی قرآن ہے۔ جو شخص میرے متعلق اس کے علاوہ کچھ اور کہے تو وہ کفر کی راہ پر چل رہا ہے۔ اسے توبہ کر لینی چاہیے۔<sup>2</sup>

1 الطور 2:52. 2 تاریخ بغداد: 32/33.



## بلند پایہ ارشادات و اقوال

امام بخاری رض امام اعلم ہیں۔ آپ کے اقوال سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہیں کیونکہ یہ نہایت تیقینی علمی سرمایہ ہیں۔ علم کے پیاسے ان کی تلاش میں سرگردان رہتے ہیں۔ آپ کے چند اقوال و ارشادات یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

آدمی محدث کب بنتا ہے!

آپ نے فرمایا:



”کوئی محدث (علم دین) اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے سے زیادہ علم والے، اپنے برابر کے علم اور اپنے سے کم علم افراد سے احادیث لکھے (احادیث کا درس لے۔)“<sup>①</sup>

خوش ہو جائے!

\* محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری نے مجھے بہت سی احادیث لکھوائیں۔

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 671

آپ کو جب احساس ہوا کہ میں بہت تھک گیا ہوں تو فرمایا:

”آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ کھلینے والے کھلیل کو دیں مشغول ہیں، کاریگر اپنے کاموں میں جتے ہوئے ہیں، تاجر اپنے کاروبار میں مکن ہیں اور آپ نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کرام ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔“<sup>1</sup>

چند اقوال زریں

\* امام بخاری فرماتے ہیں:

”کسی مسلمان کو

زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی وقت ایسی حالت میں ہو جب اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہ فرمائے۔“

\* ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

”مسلمان کو جھوٹ بولنے اور بخل کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔“<sup>2</sup>

\* یہ بھی آپ کا فرمان ہے:

”میرے علم میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو انسان کو لاحق ہو اور اس کا حل قرآن و سنت میں نہ ملے۔“<sup>3</sup>

\* ابو حسان مہیب بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا: ”میرے نزدیک میری تعریف کرنے والا اور میری مذمت کرنے والا دونوں برا بریں۔“<sup>4</sup>

1 سیر أعلام النبلاء: 12/445. 2 سیر أعلام النبلاء: 12/448. 3 سیر أعلام النبلاء: 12/412.

4 تاريخ بغداد: 2/30، و تهذیب الأسماء واللغات: 1/86.

\* امام بخاری کے ایک شاگرد قاضی ابوالعباس ولید بن ابراہیم بن زید الہمندی رے کے قاضی تھے۔ وہ اپنی زندگی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب میں بالغ ہو گیا تو علم حدیث میں امام بخاری کا چرچا سن کر مجھے بھی حدیث پڑھنے کا شوق ہوا، چنانچہ امام بخاری سے فیض یابی کا ارادہ کر کے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنام عبایان کیا۔ آپ نے فرمایا:

”میٹا! کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں، اس کی حدود اور مقدار کو جانتا ضروری ہے۔“

طالبان علم کو امام بخاری صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی ضروری ہدایات

آپ نے فرمایا:

رے: زمانہ قدیم میں راغا (Ragha)، بلاد الجبال (Media) کا ایک مشہور شہر تھا۔ 1220ء میں تاتاریوں نے اسے تباہ کیا۔ آج کل یہ شہر ایران ہے۔ اس کے گھندر ایران کے شہر تہران کی جانب جنوب مشرق میں تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر دیکھے جاسکتے ہیں جو جبال البرز سے میدان کی طرف نکلے ہوئے ایک پہاڑی حصے کے جنوب میں واقع ہیں۔ تہران سے کئی سڑکیں شہلی جانب رے کی طرف نکلتی ہیں۔ ہارون الرشید اسی شہر میں پیدا ہوا تھا۔

”یاد رکھو! کوئی عالم اس وقت تک کامل محدث نہیں بن سکتا جب تک وہ احادیث اس طریقے سے نہ لکھے: وہ چار چیزوں کے ساتھ لکھے، چار چیزوں کے علاقوں میں لکھے، چار چیزوں پر لکھے، چار قسم کے لوگوں سے لے کر لکھے، چار مقاصد کے تحت لکھے۔ جب ان سب رباعیات کی شرائط پوری ہو جائیں، تو اس کے لیے چار چیزوں آسان ہو جائیں گی اور چار چیزوں سے اسے آزمایا جائے گا۔ پھر ان رباعیات پر جو شخص عمل کرے، اسے دنیا میں چار انعامات سے نوازا جائے گا اور چار انعامات آخرت میں دیے جائیں گے۔“  
 قاضی ولید بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے گزارش کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ ذرا ان رباعیات کی تفصیل بیان کر دیں۔ امام صاحب نے فرمایا: ہاں! ان کی تفصیل سن لو:

رباعی: (۱): أَن يَكْتُبْ أَرْبَعًا، وَهُوَ چار چیزوں کے:

① احادیث رسول (علیہ السلام)

② صحابہ کے اقوال اور ان کے حالاتِ زندگی

③ تابعین کے احوال و اقوال

رباعیات: چار باتوں کے مجموعے کو ”رباعی“ کہتے ہیں۔ اس کی جمع رباعیات ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

دیگر علماء کے حالاتِ زندگی۔

رباعی: (2): مَعَ أَرْبَعِ، چار چیزوں کے ساتھ لکھے:

رجال (راویان) حدیث کے نام

ان کی کنیتیں

ان کی جائے سکونت

ان کے سنتین ولادت و سنتین وفات اور دیگر احوال تحریر کرے۔

رباعی: (3): كَأَرْبَعِ، چار چیزوں کی طرح لکھے، جس طرح:

خطبے میں حمد و شکر سے بات کا آغاز لازم ہے

اطمینان کے ساتھ دعا مانگنا لازم ہے

قرآنی سورتوں کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے

نمازوں کے ساتھ تکبیر لازم ہے۔

رباعی: (4): مِثْلُ أَرْبَعِ، چار چیزوں جیسی لکھے:

مند احادیث (وہ احادیث جن کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف ہو)

مرسل احادیث (جن میں صحابی کا نام مذکور نہ ہو)

موقوف احادیث (صحابہ کے اقوال)

مقطوع احادیث (تابعین کے اقوال) الغرض تمام قسم کی احادیث سے واقفیت حاصل کرے۔

رباعی: (5): فِي أَرْبَعِ، چار اوقات میں لکھے:

کم سی میں لکھے

⑦ نوجوانی میں لکھے

⑧ بھرپور جوانی (ادھیڑ عمر) میں لکھے

④ بڑھاپے میں لکھے۔ (مطلوب یہ کہ عمر کے کسی بھی حصے میں حصول علم کا ذوق ماندہ پڑے۔ قلم کے نہ بھی وہ علم سے سیر ہو۔)

رباعی: (6): عِنْدَ أَرْبَعٍ، چار حالتوں میں لکھے:

① کام کاج کے دوران میں لکھے

② فرصت کے لمحات میں لکھے

③ فقر و فاقہ میں لکھے

④ خوشحالی میں لکھے (ہر حال میں اسے حدیث ہی کی دھن لگی رہے۔)

رباعی: (7): بِأَرْبَعٍ، چار قسم کے علاقوں میں لکھے:

① پہاڑی علاقوں میں علم کی تلاش جاری رکھے

② بحیری سفر کرنا پڑے تو دوران سفر لکھے

③ شہروں میں گھوم پھر کر علم تلاش کرے

④ عام آبادیوں میں جائے اور علم تلاش کرے۔ غرض علم جہاں بھی پائے، لکھے۔

رباعی: (8): عَلَى أَرْبَعٍ، چار چیزوں پر لکھے:

① پتھروں پر لکھے

② سیپیوں پر لکھے

③ چمڑے پر لکھے

④ ہڈیوں پر لکھے۔ غرضیکہ کاغذ نہ ملے تو جو چیز بھی میسر ہو، اس پر لکھتا چلا جائے۔

رباعی: (9): عَنْ أَرْبَعَ، چار قسم کے لوگوں سے لے کر لکھے:  
 بڑی عمر کے لوگوں سے لکھے  
 اپنے سے کم عمر لوگوں سے علم حاصل کرے  
 اپنے ہم عمر لوگوں سے لکھے  
 اپنے والد کی کتاب سے پڑھ کر علم حاصل کرے بشرطیکہ اسے یقین ہو کہ یہ کتاب  
 اُس کے والد ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

رباعی: (10): لِأَرْبَعَ، ذیل کے چار مقاصد پیش نظر رکھے:  
 رضائے الہی کا حصول  
 جو احکام کتاب الہی کے مطابق ہوں ان پر عمل کرنے کی نیت ہو  
 طالبانِ دین تک ابلاغ کی نیت ہو  
 علمی ذخیرے کو محفوظ کرنے کے لیے اس کی کتابی شکل میں اشاعت مقصود ہو۔

پھر فرمایا: مذکورہ بالا دس رباعیات ذیل کی دو رباعیوں کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتیں:

رباعی: (1)

ذاتی کوشش

فن کتابت سے واقفیت

علم لغت

علم الخو اور علم الصرف میں مہارت۔

رباعی: (2)

صحبت

صلاحیت

حصول علم کا شوق

قوی حافظہ۔

پھر فرمایا: یہ چیزیں جسے نصیب ہو جائیں تو ذیل کی چار چیزیں اس کے لیے کوئی قیمت نہیں رکھتیں: ① بیوی ② اولاد ③ مال و دولت اور جائداد ④ وطن۔

اس مقام تک انسان پہنچ جائے تو چار ناگوار صورتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے: تکلیف میں بتلا دیکھ کر دشمن خوش ہوتے ہیں۔

دوست ملامت کرتے ہیں۔

جاہل طبقہ طعنے دیتا ہے۔

ہم عصر علماء حسد کرنے لگتے ہیں۔

ان تکالیف پر جو شخص صبر کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں چار انعامات سے نوازتا ہے: قناعت کی دولت عطا کر کے معاشرے میں معزز بناتا ہے۔

ایمانی رعب عطا کرتا ہے۔

علم کے ذریعے سے قلبی سکون اور دلی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ دامنی خوشی نصیب ہوتی ہے۔

پھر آخرت میں انسان ذیل کے چار انعامات کا مستحق قرار پاتا ہے: اپنے قرابت داروں میں جس کی شفاعت کرنا چاہے، اُسے اس کی اجازت مل جائے گی۔

عرش عظیم کا سامانہ نصیب ہوگا۔

حوضِ کوثر سے وہ جسے چاہے گا پانی پلا سکے گا۔

جنتِ الفردوس میں انبیاء و رسول ﷺ کا پڑھنے کا نصیب ہو گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے ارشاد فرمایا: بیٹھے! میں نے اپنے اساتذہ سے مختلف اوقات اور مختلف مجالس میں جو کچھ سنتا تھا، وہ میں نے تصحیح ایک ہی بار سنادیا۔ اب حدیث پڑھنا چاہو تو پڑھ لو ورنہ ارادہ ترک کر دو۔

قاضی ابوالعباس ولید بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کی یہ بات سن کر سخت گھبرا گیا۔ میں نے خاموش ہو کر ادب سے سر جھکا لیا اور گھری سوچ میں پڑ گیا کیونکہ امام صاحب نے علم حدیث کے لیے جس مشقت اور محنت کی بات کی تھی، میں اس کا متحمل نہ تھا۔ انھوں نے مجھے متفکر پایا تو فرمایا: اگر تم اس قدر کوشش اور محنت کی ہمت نہیں رکھتے تو پھر علم فقہ کی طرف دھیاں دو۔ یہ علم تو مختلف شہروں میں گھومے پھرے اور سمندروں میں لمبے لمبے سفر کیے بغیر گھر بیٹھے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ علم حدیث ہی کا شمر ہے۔<sup>1</sup>

امام بخاری رض کے چند اشعار

امام بخاری با قاعدہ شاعر تو نہ تھے، تاہم کبھی کبھار انہی کی عام فہم، بلند پایہ، پرمغز اور نصیحت آموز شاعرانہ کلام لکھ ڈالتے تھے۔

حافظ ابن حجر رض کا کہنا ہے: ”امام بخاری ادب اور فنِ صرف و لغت کے ماهر تھے۔“<sup>2</sup>

ذیل میں امام بخاری کے چند اشعار اور ان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

1 ارشاد الساری للقدسالانی: 1/28, 27، و تهذیب الکمال: 16/104, 105، و تدریب الراوی:

2 تغليق التعليق: 5/400, 157/2, 158.

”فارغ اوقات میں نفل نماز کو غنیمت سمجھو، کیا معلوم کہ تمھیں اچانک موت آجائے۔ میں نے بہت سے تند رست لوگوں کو دیکھا ہے کہ انھیں اچانک موت نے آیا۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار کے بعد لکھا ہے: ”تعجب کی بات ہے کہ یہ اشعار لکھنے کے پچھے ہی عرصے بعد امام بخاری رحلت فرمائے گئے۔“<sup>1</sup>

امام بخاری کو اپنے شاگرد امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے حیرت، خوف اور پریشانی کے عالم میں اپنے سر اور نگاہوں کو پچھے دیر جھکائے رکھا، پھر سر اٹھایا، روتے ہوئے پڑھا، پھر فرمایا:

”اگر تم زندہ رہتے تو تمھیں اپنے احباب کی موت کے صدمے اٹھانے پڑتے۔  
یوں تمھارا زندہ رہنا تمھارے لیے کتنا تکلیف وہ اور کر بنا ک ہوتا۔“<sup>2</sup>

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی کی وفات کی اطلاع بذریعہ خط آپ کو پہنچی تھی۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی کی وفات آٹھ ذوالحجہ 255ھ کو ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد خود امام بخاری ایک سال سے بھی کم عرصے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 674، وتعليق التعليق: 5/400. 2 تعلیق: 5/400.

”ان جانوروں کی طرح جنہیں اپنے مقررہ وقت کا پتا نہیں ہوتا جب تک انھیں ذبح کرنے کے لیے قربان گاہ نہ لایا جائے۔“

”لوگوں سے خنده پیشانی سے پیش آیا کرو۔ ان پر کتنے کی طرح مت بھوکو۔“<sup>1</sup>

1 طبقات السبکی: 235/2.

## وفات حسرت آیات

ابن عدی نے امام بخاری کے انتقال کا واقعہ یوں بیان کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ عبدالقدوس بن عبدالجبار سرقدی سے سنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ امام بخاری سرقدی سے تقریباً دس کلومیٹر دور واقع ایک گاؤں خرٹگ میں تشریف لائے۔ وہاں آپ کے کچھ رشتے دار مقیم تھے۔ ایک رات آپ نے تہجد کی نماز کے بعد یہ دعا مانگی:

”پروردگار! تیری یہ زمین فرانی کے باوجود مجھ پر تگ ہو گئی ہے۔ اب تو مجھے اپنے پاس بلائے۔“

اس دعا کے بعد ایک ماہ بھی نہ گز راتھا کہ آپ وفات پا گئے۔<sup>1</sup>

ابراهیم بن محمد رض بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری جب خرٹگ نامی گاؤں میں انتقال کر گئے تو میں نے ارادہ کیا کہ شہر سرقدی میں آپ کی تدفین کی جائے لیکن ہمارے ایک ساتھی کے اصرار پر آپ کی تدفین خرٹگ ہی میں کی گئی۔ آپ کی تدفین کی ذمہ داری میں نے ہی نبھائی۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> تاریخ بغداد: 2/34، و تہذیب الکمال: 16/106، 107، و طبقات السبکی: 2/232، و سیر اعلام البلاء: 12/466، و هدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص: 688. <sup>2</sup> تاریخ بغداد: 2/32.

امام بخاری نے خریگ میں ابو منصور غالب بن جبریل کے ہاں قیام فرمایا تھا۔ وہ امام صاحب کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام بخاری اپنی آمد کے کچھ دنوں بعد سخت یہار پڑ گئے۔ اسی دوران میں اہل سرقد کی طرف سے ایک شخص آپ کو لینے کے لیے آپنچا۔ آپ سخت یہاری کے باوجود سرقد جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ موزے پہنے، گڈڑی باندھی۔ میں نے آپ کا بازو تھام کر آپ کو سہارا دیا ہوا تھا۔ میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جو آپ کو گھوڑے تک پہنچانے میں مدد دے رہا تھا۔ آپ بمشکل میں قدم ہی چل پائے تھے کہ فرمایا: مجھے چھوڑ دو، میں سرقد نہیں جا سکتا کیونکہ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں، اس کے بعد انہوں نے کچھ دعائیں اور لیٹ گئے۔ اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

وفات کے بعد آپ کے جسم سے اس قدر پسینہ بہنے لگا کہ بیان سے باہر ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو غسل کے بعد کفن پہننا دیا گیا، لیکن پسینہ بند نہیں ہوا۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے قیص اور گڈڑی کے بغیر کفن دیا جائے جو تین کپڑوں پر مشتمل ہو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم لوگ آپ کو فن کر چکے تو قبر کی مٹی سے عجیب قسم کی خوشبو اٹھنے لگی۔ یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ وہ خوشبو اس قدر منفرد تھی کہ کستوری کو بھی مات کر رہی تھی۔

اس کے بعد آپ کی قبر مبارک کے برابر سے، آسمان کی طرف بلند ہوتے ہوئے سفید ستون نظر آنے لگے تو لوگ خوشبو لینے کے بعد ان ستونوں کو دیکھنے آنے لگے اور قبر مبارک سے اتنی زیادہ مقدار میں مٹی اٹھا کر لے گئے کہ چاروں طرف سے قبر ظاہر ہو گئی۔ ہم نے قبر کی حفاظت کے لیے قبر کو کانٹے دار ٹہنیوں اور لکڑیوں سے ڈھانک دیا کوئی قبر تک پہنچنے نہ پائے۔ اس کے باوجود لوگ قبر کے اطراف سے مٹی اٹھاتے رہے،

تاہم قبر محفوظ ہوئی۔

قبر سے کئی دن تک مسلسل خوشبو آتی رہی۔ لوگ اس خوشبو کا چرچا اور اس پر تجہب کا اظہار کرتے رہے۔ یہ باتیں مشہور ہوئیں تو آپ کے مخالفین بھی آپ کی عظمت کے معترض ہو گئے۔ بعض مخالفین تو آپ کی قبر پر آئے۔ انہوں نے آپ کے مسلک کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے پر ندامت کا اظہار کیا اور توہہ بھی کی۔<sup>1</sup>

عبدالواحد بن آدم الطوائی<sup>2</sup> اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں ایک جگہ کھڑے ہوئے دیکھا۔ کچھ صحابہ کرام ﷺ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد میں نے گزارش کی: اے اللہ کے رسول! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں محمد بن اسما علیل البخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔“ اس کے کچھ دنوں بعد مجھے امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو ان کی وفات کا وقت وہی تھا جس وقت میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو امام صاحب کا انتظار کرتے دیکھا تھا۔<sup>3</sup>

خلف بن محمد الخیام کہتے ہیں کہ میں نے مہیب بن سلیم الکرمی سے سنا کہ امام بخاری نے 256ھ کو عید الفطر کی رات انتقال کیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر 62 برس تھی۔ آپ گھر میں اکیلے رہتے تھے۔ صبح کے وقت ہم ان کے پاس گئے تو وہ فوت ہو چکے تھے۔<sup>3</sup>

ابن عدی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن حسین البزار بخاری کو امام بخاری کی وفات

1 سیر أعلام النبلاء، 12، 467، 466، وطبقات السبكي 2/234، 233. 2 تاريخ بغداد: 2/34، 34.

وهدي الساري مقدمة فتح الباري، ص: 688. 3 سير أعلام النبلاء، 12/468.

کا ذکر کرتے ہوئے سنائے کہ امام بخاری بیتے کی رات کو عشاء کی نماز کے وقت فوت ہوئے۔ وہ عید الفطر کی رات تھی۔ آپ کی مدفین عید الفطر کے دن ظہر کے بعد عمل میں آئی۔ یہ 256ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر 13 دن کم 62 برس تھی۔<sup>1</sup> کسی شاعر نے کتنے خوبصورت اور مختصر انداز میں سال ولادت، سال وفات اور پوری عمر کو درج ذیل اشعار میں بیان کیا ہے۔

علم الاعداد کی رو سے دیکھا جائے تو صدق (ص: 90+ د: 4+ ق: 100) کا مجموعہ 194 بنتا ہے جو امام صاحب کا سال ولادت 194ھ ہے اور آپ نے اپنی ساری زندگی نہایت بلند پایہ علمی کام اور خوبیوں میں گزار دی، یعنی حمید (ح: 8+ م: 40+ ی: 10+ د: 4) کا مجموعہ 62 بنتا ہے جو امام صاحب کی پوری عمر 62 سال کی طرف اشارہ ہے۔ اور نور میں آپ نے وفات پائی، یعنی نور (ن: 50+ و: 6+ ر: 200) کا مجموعہ 256 بنتا ہے۔ یہ امام صاحب کا سن وفات 256ھ ہے۔<sup>2</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر سے یہ واقعہ سنایا کہ انھوں نے محمد بن حاتم الاتقانی کو خواب میں دیکھا۔ وہ امام محمد بن حفص کے شاگرد تھے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ محمد بن حاتم وفات پا چکے ہیں۔ میں نے ان سے اپنے استاذ کے

1 سیر أعلام النبلاء: 12/468، وہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 688. 2 الإمام البخاری

لنزار بن عبدالکریم الحمدانی، ص: 107.

متعلق پوچھا کر کیا آپ نے انھیں دیکھا ہے؟ کہنے لگے: ہاں! میں نے دیکھا ہے، پھر ایک بلند مکان کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں۔ اس کے بعد میں نے امام بخاری کے متعلق یہی سوال کیا تو کہنے لگے: ہاں! انھیں بھی دیکھا ہے، پھر آسمان کی بلندی کی طرف یوں اشارہ کیا، قریب تھا کہ وہ گر پڑتے۔<sup>1</sup>

1 سیر اعلام النبلاء: 12/468



## صحیح البخاری، تعارف، اہمیت اور مقام و مرتبہ



- کتاب کا نام، تعارف اور مقام و مرتبہ
- صحیح بخاری کی تالیف کے قواعد و شرائط
- صحیح بخاری کے بارے میں اہل علم کی آراء اور ان کے خواب
- شروعات و متعلقات صحیح بخاری

## کتاب کا نام، تعارف اور مقام و مرتبہ

کامل نام اور امام بخاری رض کی طرف نسبت

امام نووی رض فرماتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی کتاب کا نام یہ رکھا ہے:

1

جبکہ حافظ ابن حجر رض کے بقول امام صاحب نے اس کا نام یہ رکھا تھا:

2

صحیح بخاری کے مذکورہ نام کی وضاحت کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

**الجامع:** احادیث کا وہ مجموعہ جس میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق احادیث ہوتی ہیں۔ مہرین فن کے نزدیک کتب حدیث کی تصنیف کا وہ طریقہ ہے جس میں حسب ذیل آٹھ ابواب شامل ہوں:

① عقائد ② احکام ③ سیر ④ آداب ⑤ تفسیر ⑥ مغازی ⑦ فتن ⑧ مناقب

1. تہذیب الأسماء واللغات: 91. 2. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 10.

**المسند:** ایسی صحیح حدیث جس کی سند ابتداء سے انتہاء تک متصل ہو۔ علاوہ ازیں حدیث کی وہ کتاب جس میں احادیث اسماۓ صحابہ کی ترتیب سے جمع کی جائیں یا صحابہ کے حسب و نسب کا لحاظ کیا جائے ہے، مثلاً: مسند ابی داؤد طیاسی، مسند احمد بن حنبل۔

**الصحيح:** وہ حدیث، جو درج ذیل صفات کی حامل ہو، صحیح کہلاتی ہے:

سند متصل ہو، راوی عادل ہو، راوی کا حافظہ صحیح ہو، حدیث شاذ (حدیث قوی) ترکے مخالف) نہ ہو، حدیث میں علت (ظاہری یا خفیہ عیب) نہ ہو۔ ایسی حدیث کو مسند، متصل اور متواتر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی تمام احادیث مذکورہ صفات کی حامل ہیں، اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی اس کتاب کا نام الصحيح رکھا۔

**المختصر:** پونکہ امام صاحب نے نہایت ہی اختصار سے کام لے کر لاکھوں احادیث میں سے صرف چند ہزار صحیح احادیث کا مجموعہ ترتیب دیا ہے اور طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے بہت سی صحیح احادیث کو بھی ترک کر دیا ہے، اس لیے انہوں نے اس کا نام اختصر رکھا۔

بعض علمائے کرام نے حدیث کے معنی و مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے کہا: ”جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو، خواہ قول، فعل یا تقریر ہو، جملی یا اخلاقی صفات ہوں یا قبل از نبوت یا بعد از نبوت آپ کی سیرت مبارکہ ہو۔“ بعض نے مزید وسعت دے کر اس میں آپ ﷺ کے عہد کی تاریخ کو بھی شامل کیا اور وضاحت کردی کہ حدیث رسول صرف ایک عہد زریں کی تاریخ نہیں بلکہ اس کی حیثیت شریعت اور قانون کی ہے۔ امام بخاری جسکے نے بھی ان سب باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیث کی اس کتاب کا نام الجامع الصحيح المسند المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ و سننه و أیامه رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث کے مفہوم میں اقوال، افعال، تقریرات اور نبی ﷺ کے

## احوال شامل ہیں۔<sup>۱</sup>

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ کتاب امام بخاری سے متواتر سند سے مروی ہے اور آپ سے روایت کرنے والوں میں سے محمد بن یوسف فربری کا نسخہ شہرت کاملہ کو پہنچا ہوا ہے۔<sup>۲</sup> محمد بن یوسف فربری کے بقول صحیح بخاری کو امام بخاری سے مکمل طور پر سننے والوں کی تعداد 90 ہزار ہے لیکن اسے روایت کرنے والا میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔<sup>۳</sup> امام فربری سے صحیح بخاری کو روایت کرنے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ابو محمد عبد اللہ بن احمد الحموی السرنسی، ابو زید محمد بن احمد المرزوqi، ابو اسحاق ابراہیم بن احمد المسمتی، ابوالبیثم محمد بن کلی الکشمیہنی، ابو بکر محمد بن احمد بن مَتَّ وغیرہ اور پھر آگے ہر ایک سے صحیح بخاری کو روایت کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔<sup>۴</sup>

گزشتہ اوراق میں امام بخاری کی دیگر تصنیف کے ساتھ ساتھ صحیح بخاری کے بارے میں بھی اختصار سے گفتگو کی گئی تھی۔ یہاں صحیح بخاری کے مقام و مرتبے پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی تاکہ قارئین کرام دین اسلام میں اس مقدس کتاب کی زبردست اہمیت اور قدر و منزلت سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں۔

### صحیح بخاری کا مقام و مرتبہ

امام بخاری کی تمام تالیفات میں الجامع الصحيح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ روئے زمین پر کوئی مقام ایسا نہیں جہاں اسلام کی تعلیمات پہنچی ہوں اور وہاں

۱. كتاب الفصل في الملل والأهواء والتحل: 82/82. ۲. شرح النووي، ص: 4. ۳. تاريخ بغداد:

۹/۹. ۴. شرح النووي، ص: 4، و هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 10/11.

صحیح بخاری نہ پہنچی ہو۔

تاریخ اسلامی کے اتنے طویل دور میں امام بخاری سے پہلے اور بعد کے کسی مصنف، مؤلف، محدث، فقیہ اور امام کی کسی کتاب کو یہ رتبہ بلند، یہ فضیلت اور یہ قبول عام حاصل نہیں ہوا۔ یہ ایسی کتاب ہے جو فضیلت اور قدر و منزلت میں کتاب اللہ کے بعد بلند ترین درجہ رکھتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

”کتاب ہدایت قرآن کریم کے بعد ان (امام بخاری) کی کتاب صحیح بخاری کا درجہ ہے۔ صحیح بخاری کو ملنے والی یہ ایک عظیم الشان سرداری ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی۔ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جو دین قیم اور شرعی طریقے کی محافظہ ہے۔ اس میں بدعوت کو داخل ہونے سے روکتی ہے۔“<sup>1</sup>

صحیح بخاری ایسی بے مثل اور عظیم تصنیف ہے کہ اگر ہم اس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت پر سیر حاصل گفتگو کرنا چاہیں یا کچھ لکھنے کی کوشش کریں تو اس کے لیے کئی خیم جلدیں درکار ہیں۔ اسی لیے علامہ ابن خلدون نے فرمایا تھا کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنا امت اسلامیہ پر قرض ہے۔<sup>2</sup>

علامہ ابن خلدون آٹھویں صدی ہجری کے مؤرخ ہیں۔ نویں صدی کے آغاز میں

1 طبقات السبکی: 212. 2 تاریخ ابن خلدون: 474.

انہوں نے وفات پائی ہے۔ ”مقدمہ تاریخ“ انہوں نے 779ھ میں کمل کیا تھا جبکہ تیسرا صدی ہی سے اہل علم صحیح بخاری کی شروح لکھنے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ آٹھویں صدی تک بڑی تعداد میں شروحات لکھی جا چکی تھیں۔ اس کے باوجود اس فاضل مؤرخ کے یہ کہنے کہ اس کی شرح لکھنا امت مسلمہ پر قرض ہے کا مطلب یہی تھا کہ اس قسم کی شرح جس میں فقہی نکات اور فن حدیث کی باریکیوں سے آگاہی حاصل ہو سکے، امام بخاری کے دقيق خیالات اور لطیف استدلالات تک رسائی ہو سکے، ایسی جامع شرح لکھنا علمائے امت کے واجبات میں شامل ہے۔ حافظ ابن حجر جملہ کی صحیح بخاری کی شرح فتح الباری کے سلسلے میں علامہ ابوالحیرہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اگر فاضل مؤرخ علامہ ابن خلدون کو فتح الباری سے واقفیت ہو جاتی تو ادائے قرض کا یہ عظیم کام دیکھ کر ان کی آنکھیں مٹھنڈی ہو جاتیں۔

### محركات و اسباب تالیف

اگر ہم صحابہ کرام کے زمانے کو چمکتے ہوئے سورج کی روشنی اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانے کو مغرب کے بعد والی شفق سے تنبیہ دیں تو یہ بالکل بجا ہوگا۔ اس کے بعد سب کو معلوم ہے کہ رات کی تاریکی چھا جاتی ہے، ٹھیک ایسا ہی معاملہ علم حدیث کے ساتھ بھی ہوا کہ عہدِ نبوت میں براہ راست رسالت نامہ ﷺ سے رہنمائی لی جاتی تھی۔ اس مبارک دور میں اگرچہ اکثر صحابہ اپنے حافظے سے کام لیتے تھے لیکن پھر بھی عبد اللہ بن عمرو بن عاص، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ احادیث لکھ لیتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ قرآن اور حدیث کے درمیان اختلاط کے خدشے کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا:

”مجھ سے (قرآن کے علاوہ اور کچھ) نہ لکھا کرو۔ اگر کسی نے (قرآن کے علاوہ) کچھ لکھا ہے تو وہ مٹا دے۔“<sup>1</sup> کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اخلاق کا اندیشہ ختم ہو گیا، بعد ازاں کتابت حدیث کی اجازت مل گئی اور آپ ﷺ نے ابو شاہ یمنی کے مطابے پر فتح مکہ کے موقع پر خطبہ لکھ دینے کا حکم فرمایا۔<sup>2</sup>

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ”کیا میں علم حدیث لکھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”لکھ لیا کر۔“<sup>3</sup>

پھر صحابہ کرام لکھتے رہے۔ بعض صحابہ لکھنے سے منع بھی کرتے رہے حتیٰ کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے احادیث لکھانے سے سختی سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم احادیث کو قرآن نہیں بنانا چاہتے۔ تم بھی ہم سے احادیث زبانی یاد کر لیا کرو، جس طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہیں۔<sup>4</sup> غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر صحابہ لکھنا نہیں جانتے تھے، تاہم ان کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بعد ازاں ایک دور آیا کہ علمائے اسلام دور دراز کے ملکوں میں پھیل گئے۔ راضی، خارجی اور تقدیر کے انکاری لوگوں نے بدعتوں کا طومار باندھ دیا۔ اسی دور میں احادیث اور آثارِ صحابہ کی مذویں شروع ہوئی۔ خلیفہ وقت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں احادیث و آثار کا دفتر تیار ہو گیا۔ سعید بن ابی عروہ نے سب سے پہلے اس عظیم

1. صحيح مسلم، الزهد، باب الشتب في الحديث و حكم كتابة العلم، حدیث: 3004. 2. صحيح البخاري، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث: 112. 3. جامع بیان العلم و فضله: 1/319، حدیث: 413. 4. جامع بیان العلم و فضله: 1/272, 273، حدیث: 338، حدیث: 340، وسنن الدارمي: 420/1، حدیث: 487، واللطف له.

کام میں حصہ لیا، لیکن ہر باب کو الگ اور احادیث و آثار کو باہم ملا دیا۔ ان کے بعد والوں نے ادکام جمع کیے، پھر بعد والوں نے اہل حجاز کی قوی احادیث الگ کیں لیکن ساتھ صحابہ و تابعین کے فتوے بھی شامل کر ڈالے۔ عبید اللہ بن موسیٰ نے صرف حدیث نبوی کو ایک مندرجہ کی شکل میں اکٹھا کیا۔ اس طریقے پر کئی دیگر علماء نے بھی اپنی مندرجہ میں جمع کیں، مثلاً: امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے یہ کام بڑے احسن طریقے سے انجام دیا۔ امام بخاری نے جب ان تصنیفات کو دیکھا، جانچا اور پرکھا تو محسوس کیا کہ ان کے اندر ہر قسم کی صحیح اور حسن کے علاوہ ضعیف احادیث بھی پائی جاتی ہیں۔ یہی وہ لمحہ تھا جب ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ صرف ایسی صحیح احادیث ہی جمع کریں جن میں کسی کو کوئی شک نہ ہو۔ اس کے علاوہ اس مبارک کام کے لیے آپ کو مختلف واقعات سے تحریک ملتی رہی، مثلاً:

① امام بخاری رض خود فرماتے ہیں کہ ہم لوگ امام اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ امام اسحاق رض نے ارشاد فرمایا:

”کاش! تم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کی صحیح احادیث کا ایک مختصر مجموعہ تیار کر دو۔“ بس یہی بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میں نے الجامع الصحیح کی تالیف و تدوین شروع کر دی۔<sup>1</sup>

② محمد بن سلیمان بن فارس کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ امام بخاری سے ان کا یہ واقعہ سنا، انہوں نے بتایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے حضور پنکھا لیے کھڑا ہوں اور پنکھا جھل جھل کر آپ کے چہرہ انور سے مکھیاں ہٹا رہا ہوں۔“

1 تاریخ بغداد: 2/8، و تہذیب الکمال: 16/91، و سیر اعلام النبلاء: 12/401، و هدی الساری

مقدمة فتح الباری، ص: 9,8

خوابوں کی تعبیر بتانے والے ایک شخص سے میں نے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس نے بتایا کہ تم نبی کریم ﷺ سے منسوب جھوٹی روایات کا قلع قلع کر دو گے۔ اس خواب نے مجھے الجامع الصحيح کی تصنیف و تدوین کے لیے سرگرم عمل کر دیا۔<sup>1</sup> حدیث میں آتا ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسوں حصہ ہوتا ہے۔<sup>2</sup> آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا،<sup>3</sup> چنانچہ اس بابرکت خواب نے امام بخاری کے ذوقی حدیث کو دو بالا کر دیا اور وہ صحیح بخاری کی تالیف و ترتیب کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

### مدتِ تالیف

امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے الجامع الصحيح چھ لاکھ احادیث کی چھان بین کے بعد صحیح احادیث منتخب کر کے سول سال میں مکمل کی ہے اور میں اس کتاب کو اپنے اور اللہ کے درمیان ایک جھٹ، یعنی ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔“<sup>4</sup>

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 9. 2 صحیح البخاری، التعبیر، باب الرؤیا الصالحة.....، حدیث: 6989. 3 صحیح البخاری، التعبیر، باب من رأى النبي ﷺ في المنام، حدیث: 6994. 4 طبقات الحنابلة: 1/276، و سیر أعلام النبلاء: 12/405، و تاریخ بغداد:

## حسن نیت اور غرض و غایت

امام بخاری جملہ الجامع الصحیح کے لیے صحیح احادیث کی تلاش میں انتہائی خلوص نیت سے سرگردان رہے۔ علامہ فربوی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے یہ بات سنی۔ آپ فرم رہے تھے:

”میں الجامع الصحیح میں احادیث لکھنے

سے پہلے غسل کر کے دور کعت نفل ادا کرتا تھا۔ اس کے بعد احادیث درج کرتا تھا۔“<sup>1</sup>  
امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ کتاب مسجدِ حرام میں بیٹھ کر مرتب کی تھی۔ ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں استخارہ کرتا اور دور کعت نفل پڑھتا اور جب مجھے حدیث کے متن اور سند کی صحت کا یقین ہو جاتا تب اسے کتاب میں درج کرتا تھا۔<sup>2</sup>  
عبدالقدوس بن ہمام نے اپنے متعدد اساتذہ سے یہ بات سنی کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کے عنوانات نبی کریم ﷺ کے منبر اور آپ کی قبر مبارک کے درمیان بیٹھ کر لکھے۔ آپ عنوان لکھنے سے پہلے دور کعت نفل نماز پڑھتے تھے۔<sup>3</sup>

ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی وغیرہ کا کہنا ہے کہ امام صاحب نے صحیح بخاری کی تدوین بخارا میں کی۔ بعض حضرات کے نزدیک مقامِ تالیف مکہ مکرمہ ہے، جبکہ بعض علمائے کرام کے نزدیک آپ نے یہ تالیف بصرہ میں مرتب فرمائی تھی۔ یہ اقوال اپنے اپنے مقام پر بالکل ٹھیک ہیں کیونکہ صحیح بخاری کی مدت تالیف سولہ سال ہے اور اس عرصے میں امام بخاری متذکرہ شہروں میں احادیث جمع کرتے رہے۔ اس کی تائید میں امام حاکم

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683، وطبقات الحنابۃ: 1/274.

2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683.

3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683، وسیر أعلام

البلاء: 12/404.

نے امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے: ”میں پانچ سال تک بصرہ میں کتابیں تصنیف کرتا رہا۔ اس دوران میں ہر سال حج کے لیے مکہ جاتا اور پھر واپس بصرہ آ جاتا تھا۔“<sup>1</sup>

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ ابتدائی طور پر امام بخاری ان ملکوں میں احادیث کو مسودے کی شکل میں اکٹھا کرتے رہے لیکن تمام احادیث کو ایک ہی جگہ کتابی صورت دینے یا اصل بیاض میں تراجم ابواب کے تحت احادیث کی تحریر و ترتیب کا کام آپ نے مسجد حرام ہی میں بیٹھ کر کیا، پھر دوسرے ملکوں میں جا کر اس سے نقل کرتے رہے۔ ابن عدی نے مشائخ کی ایک جماعت سے یہ بات نقل کی ہے کہ امام بخاری جب صحیح بخاری کے تراجم تحریر کر رہے تھے تو ہر ترجمہ رقم کرنے سے پہلے دو رکعات نفل ادا کرتے تھے۔ آپ نے یہ کام نبی ﷺ کی قبر مبارک اور منبر کے درمیان والی جگہ بیٹھ کر کیا ہے۔<sup>2</sup> اس مقدس جگہ کو نبی ﷺ نے جنت کے باعچپوں میں سے ایک باغ نچہ فرمایا ہے۔<sup>3</sup>

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو فوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ آپ نے صحیح بخاری کا مسودہ بہت سے ملکوں اور شہروں میں چل پھر کر تیار کیا ہے، جبکہ اصل بیاض میں تراجم کو ترتیب سے لکھنے کا کام مسجد نبوی ہی میں کیا ہوگا۔<sup>4</sup> والله أعلم بالصواب۔ صحیح بخاری کی تالیف و تدوین کے لیے امام بخاری کی مخلصانہ نیت اور انہک کوشش و محنت کے بارے میں چند خواب بھی بہت مشہور ہیں۔ آپ کے کاتب محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں: ”میں نے خواب میں امام بخاری کو نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے آپ کے

1 تهذیب الاسماء واللغات: 92/1. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683.

3 صحیح البخاری، فضل الصلاة في مسجد مکہ والمدینہ، باب فضل ما بين القبر والمنبر،

حدیث: 1196. 4 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683.

قدم پر قدم رکھ کر چلتے دیکھا۔<sup>1</sup>

دوسرا خواب نجم بن فضیل نے دیکھا۔ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائے ہیں اور امام بخاری آپ کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔<sup>2</sup>

### مقاصدِ تالیف

صحیح بخاری کی تالیف میں امام صاحب نے دو مقاصد پیش نظر کئے۔ پہلا مقصد یہ کہ صرف صحیح احادیث کو منتخب اور جمع کیا جائے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسکر کہتے ہیں کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں صرف صحیح احادیث ہی پیش کی ہیں جن کی صحت اور مقبولیت پر امام صاحب سے پہلے کے محدثین اور امام صاحب کے دور کے محدثین کا اتفاق ہو چکا تھا۔ یہی اس کتاب کا اصل موضوع ہے اور کتاب کے نام سے بھی یہی مقصد عیاں ہوتا ہے۔ اس کتاب کا کامل نام یہ ہے: **الْجَامِعُ الصَّحِيْحُ الْمُسْنَدُ مِنْ حَدِيْثِ رَسُولِ اللَّهِ** ﷺ وَسُنْنَتِهِ وَأَيَامِهِ.<sup>3</sup>

امام بخاری کہتے ہیں: ”میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث ہی نقل کی ہیں۔ بخاری ضخامت سے بچنے کے لیے میں نے بہت ساری صحیح احادیث کو اس میں شامل نہیں کیا۔“<sup>4</sup>

امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ کتاب مسجدِ حرام میں بیٹھ کر مرتب کی۔ ہر

1 ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683، وسیر أعلام النبلاء، 12: 405. 2 ہدی الساری

مقدمة فتح الباری، ص: 683، وسیر أعلام النبلاء: 12: 405. 3 ہدی الساری مقدمة فتح

الباری، ص: 10. 4 سیر أعلام النبلاء: 12: 402، وہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 9.

حدیث لکھنے سے پہلے استخارہ کرتا اور دور کعت نفل نماز پڑھتا تھا، پھر جب مجھے حدیث کے متن اور اس کی سند کی صحیت کا یقین ہو جاتا، تب اسے کتاب میں درج کرتا تھا۔<sup>1</sup>

### فقہی مسائل اور حکیمانہ نکات کا استنباط

امام بخاری رض نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے سے احادیث کے متون سے بے شمار معانی و مطالب اخذ کیے، پھر انھیں کتاب میں حسب موقع مختلف ابواب میں بیان کیا۔ بعض مقامات پر آیات درج کر کے ان سے اچھوتے استدلال کیے ہیں، اور ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بہت سے اہم نکات کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصود صرف صحیح احادیث جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کا اس کے علاوہ مقصود احادیث سے مسائل کا استنباط کرنا اور ان ابواب کے لیے دلائل فراہم کرنا مقصود تھا جو ان کے مد نظر تھے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے ابواب سند حدیث سے خالی ہوتے ہیں، صرف یہ ذکر کرتے ہیں کہ اس باب میں فلاں عن النبی صلی اللہ علیہ وسالم، یعنی نبی ﷺ سے فلاں صحابی کی روایت آئی ہے، یا صرف متن ذکر کر لیتے ہیں، یعنی اسے معلق ذکر کرتے ہیں۔ اس کا مقصود اور مقام کیے گئے باب کے لیے دلیل فراہم کرنا ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث پہلے گزر چکی ہوتی ہے تو اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ اکثر ابواب میں بہت ساری احادیث بیان کر دی جاتی ہیں۔ کسی باب میں صرف ایک حدیث یا پھر قرآن مجید کی صرف ایک آیت پر اکتفا کیا جاتا ہے اور کسی باب میں آیت یا حدیث میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔<sup>2</sup> یعنی صرف باب کی صورت میں کسی مسئلے کا عنوان قائم کر کے اسے یونہی

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 10.

چھوڑ دیا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی تالیف و تدوین کے یہ تمام اسلوب اس بات کی دلیل ہیں کہ تالیف کتاب کا مقصد فقہی احکام و مسائل کا استنباط بھی ہے۔

### عنوانات بخاری اور ان کے فوائد

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں کہ باب کا عنوان دراصل متعلقہ مسئلے کو آسانی سے سمجھانے کے لیے ہوتا ہے۔ عنوان سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ جیسے عنوان خود ہی بتا رہا ہو کہ اس باب میں فلاں فلاں مسئلہ مذکور ہے۔ یا عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں فلاں فلاں مسئلے یا حکم کی دلیل بیان ہوئی ہے۔ کبھی باب میں مذکور حدیث ہی کے الفاظ سے ان کے عنوان کا پتا چل جاتا ہے یا اس کے جز یا اس کے معنی سے بھی عنوان سمجھ میں آ جاتا ہے۔

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر کبھی ایک عنوان کے الفاظ سے کئی مطالب و معانی اُبھر آتے ہیں مگر امام بخاری اس عنوان کے تحت حدیث نقل کر کے مکنہ معانی میں سے صرف ایک معنی کا تعین کر دیتے ہیں۔ جبکہ حدیث کے مفہوم میں بہت سارے معانی ممکن ہوتے ہیں، وہاں باب کا عنوان ہی حدیث کا مفہوم واضح کر دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ تمام اہل علم میں امام بخاری کے متعلق یہ بات خاص طور پر معروف ہے کہ فِقْهُ الْبُخَارِيٰ فِي تَرَاجِمِهٖ<sup>1</sup> ”امام بخاری کا علم اور تفہیم صحیح بخاری کے عنوانات میں ہے۔“

صحیح بخاری کے عنوانات امام بخاری کے علم و نظر کی دلیل ہیں۔ علمائے کرام نے صحیح بخاری کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس کے عنوانات قائم کرنے کے کئی مقاصد

<sup>1</sup> هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 17.

ہیں۔ ان میں سے چند مقاصد کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے:

❖ بعض اوقات امام بخاری عنوانات کے تحت بعض ایسی احادیث نقل کرتے ہیں جو ان کی شرائط پر پوری نہیں اتر تیں اور اس عنوان کے تحت ایسی احادیث لے آتے ہیں جو آپ کی شرائط کے مطابق ہوتی ہیں۔ اس سے عنوان میں درج حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اور تائید مہیا ہو جاتی ہے۔

❖ کبھی کسی عنوان کے تحت ایسا مسئلہ بیان کرتے ہیں جو قرآنی آیت سے یا امام صاحب کے نزدیک صحیح احادیث سے ماخوذ ہو یا قرآنی آیات اس مسئلے کے لیے دلیل فراہم کرتی ہوں۔

❖ کبھی امام بخاری کسی عنوان کے تحت ایک ایسا مسئلہ نقل کر دیتے ہیں جو خود امام صاحب سے پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت بیان کرچکی ہے، پھر امام بخاری کی تحقیق اور اجتہاد سے مذکورہ مسئلے کے لیے دلیل یا تصدیق مہیا ہو جاتی ہے یا امام صاحب اس مسئلے کو بہتر سمجھتے ہیں یا ایسی ہی کوئی مثال پیش آتی ہے تو ایسے موقع پر آپ اس عنوان سے بیان کر دیتے ہیں: بَابُ مَنْ قَالَ كَذَّا - یا - ذَهَبَ إِلَى كَذَّا۔

❖ کبھی کسی عنوان کے تحت ایسا مسئلہ بھی بیان کر دیتے ہیں جو کئی (بام مخالف) احادیث میں ذکر ہو چکا ہوتا ہے۔ امام صاحب اس باب میں وہ باہم مختلف احادیث جمع کر دیتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان باہم دگر مختلف احادیث میں تطبیق کس طرح ممکن ہے یا کس حدیث کو ترجیح دی جائے یا کس حدیث کو بطور مأخذ بیان کیا جائے۔

❖ بعض اوقات کسی مسئلے کے دلائل باہم مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ لیکن امام صاحب کے خیال میں ترجیح یا احادیث میں موافقت کی صورت یقینی ہوتی ہے۔ امام صاحب عنوان ہی میں دونوں کے مابین تطبیق بیان کر دیتے ہیں، پھر باہم متعارض

دلائل بھی نقل کر دیتے ہیں تاکہ اہل علم میں بظاہر باہم متعارض دلائل میں تطبیق دینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

❀ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام بخاری کسی باب کے عنوان کے ثبوت میں متعدد احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک ان احادیث کا وہاں ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مزید برآں امام صاحب قاری کو ان کے فوائد سے آگاہ کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر امام بخاری ”فائدہ“ یا ”تنبیہ“ کے الفاظ کے بجائے لفظ ”باب“ لکھ دیتے ہیں۔ قاری سمجھتا ہے کہ وہاں سے کوئی نیا مسئلہ شروع ہو رہا ہے مگر درحقیقت وہاں سے کوئی نیا باب شروع نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ امام بخاری دیگر مصنفوں کے برعکس لفظ ”تنبیہ“ یا ”فائدہ“ یا ”قف“ لکھنے کے بجائے لفظ ”باب“ لکھ دیتے ہیں۔

❀ امام بخاری بعض اوقات ”ح“ (حائے تحویل) یا وَبِهِذَا الْإِسْنَادِ، جیسا کہ عام محمد شین کا طریقہ ہے، لکھنے کے بجائے لفظ ”باب“ لکھتے ہیں۔ امام بخاری ﷺ نے صحیح بخاری کی کتاب بداء الخلق میں یہی طریقہ اپنایا ہے۔ اس میں انہوں نے ایک باب قائم کیا: ”بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ“، اس عنوان کے ثبوت کے لیے انہوں نے متعدد احادیث نقل کیں اور آخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ذیل کی حدیث نقل کی ہے:

”فرشته باری باری (زمیں پر) آتے رہتے ہیں، کچھ فرشتے رات کے ہیں اور کچھ دن کے۔“<sup>1</sup>

1. صحیح البخاری، بداء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللہ علیہم، حدیث: 3223.

امام بخاری رض اس حدیث کے متصل بعد لفظ ”باب“ لکھ کر ذیل کی حدیث نقل کرتے ہیں:

”جب تم میں سے کوئی فرد آمین کہتا ہے اور آسمان میں فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔۔۔۔۔“

اس حدیث کو لفظ ”باب“ کے بعد بیان کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ حدیث مذکورہ بالاسند کے ساتھ ہی آئی ہے۔

❖ بعض مقامات پر امام بخاری کسی عنوان کے تحت ایسی حدیث نقل کرتے ہیں جو عنوان کے لیے دلیل کا کام نہیں دیتی اور بظاہر عنوان سے اس کا کوئی تعلق بھی نہیں بنتا۔ مگر چونکہ حدیث کی بہت سی اسناد ہوتی ہیں اور ان دیگر اسناد سے منقول احادیث کے بعض لفظ مذکورہ عنوان کے لیے دلیل بن رہے ہوتے ہیں، اس لیے آپ ان کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر امام بخاری کے نزدیک اس حدیث کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس عنوان کی بھی سند موجود ہے اور یہ بے بنیاد نہیں ہے۔

❖ امام بخاری کسی عنوان کے تحت کسی کی رائے نقل کر دیتے ہیں۔ وہ رائے پہلے ہی کسی شخص نے دی ہوتی ہے یا امکان ہوتا ہے کہ مستقبل میں کوئی شخص اس رائے کا اظہار کر سکتا ہے لیکن وہ رائے امام بخاری کے نزدیک درست نہیں ہوتی تو امام بخاری اس کی تردید کی خاطر اسے نقل کر دیتے ہیں۔

❖ بعض دفعہ کسی عنوان کے تحت ایسی حدیث لاتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی مگر اس کے ساتھ کچھ صحیح احادیث بھی نقل کرتے ہیں۔ صحیح احادیث نقل کرنے

کا مقصد ضعیف حدیث یا اس حدیث کو اپنے مذهب کی بنیاد بنانے والوں کی تردید کرنا ہوتا ہے۔

﴿ امام بخاری کسی عنوان کے تحت ایسا مسئلہ بیان کرتے ہیں جو بظاہر کسی بھی سبب سے اہم مسئلہ معلوم نہیں ہوتا، مثلاً صحیح بخاری، کتاب الأذان میں ایک باب ہے: "کسی کا نبی ﷺ سے یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی"، اس عنوان میں بظاہر کوئی خاص بات نظر نہیں آتی، مگر جب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علماء مَا صَلَّیْنَا کا جملہ بولنا ناپسند کرتے ہیں یا یہ بات معلوم ہو کہ امام صاحب نے یہ باب قائم ہی اس لیے کیا ہے کہ یہ جملہ ناپسند کرنے والوں کا رد پیش کیا جائے تو اشتباہ بھی دور ہو جاتا ہے اور اس باب کی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے۔

﴿ کبھی ایک عنوان کے تحت حدیث کے بجائے کسی صحابی یا تابعی کا قول نقل کرتے ہیں یا پھر قرآنی آیت پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب امام صاحب کی شرط کے مطابق کوئی صحیح حدیث نہ ملے لیکن وہ بات فی نفسه قابل عمل ہو۔

﴿ کبھی کسی عنوان کے تحت قرآن کی کوئی آیت درج کر کے حدیث کے ذریعے سے اس کی تشریح کرتے ہیں یا اس آیت کے عموم کی تخصیص کر دیتے ہیں یا اس کے عام معنی کے بجائے اس سے کوئی خاص مسئلہ اخذ کرتے ہیں یا اس کے مکملہ معانی میں سے کسی ایک معنی کی تعین کر دیتے ہیں یا مذکورہ عنوان کے تحت حدیث پیش کر کے ایک آیت سے اس کی تخصیص کر دیتے ہیں یا مکملہ معانی میں سے کسی ایک معنی کی تعین کرتے ہیں یا اس کی تشریح پیش نظر ہوتی ہے۔

﴿ کبھی کبھی درپیش مسئلے کے لیے طلبہ کو حدیث سے استدلال کی مشق کرانا مقصود

ہوتا ہے۔

❀ کبھی متعدد روایات سے کوئی خاص بات اخذ کرتے ہیں تاکہ اسے کسی واقعے کے ساتھ جوڑ دیں مگر اس فن سے ناواقفیت کی بنا پر دیگر فقہاء کو حیرانی ہوتی ہے لیکن اہل سیر، یعنی سیرت نگاروں اور مورخین کا یہی طریقہ رہا ہے، اسی وجہ سے وہ بھی یہی طریقہ اپناتے ہیں۔

❀ کبھی کسی باب کا عنوان استفہامیہ انداز میں قائم کرتے ہیں، مثلاً:  
 یا اسی طرح کا اور کوئی عنوان چنتے ہیں۔ لیکن وہاں اثبات یا نفی میں سے کسی پہلو کو ترجیح نہیں دیتے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ آیا یہ حکم یا مسئلہ ثابت بھی ہے یا نہیں، اس لیے اس مسئلے ہی کو عنوان بنادیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اثبات، نفی یا ممکنہ معنی کی صورت میں اس کی تشریح ہو جائے۔<sup>۱</sup> صحیح بخاری میں عنوانات قائم کرنے کے مقاصد مذکورہ تفصیل تک محدود نہیں ہیں بلکہ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان مقاصد کے علاوہ اور بھی کئی مقاصد ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے اوپر بیان کردہ مقاصد ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 16، 17، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 182-186.

## صحیح بخاری کی تالیف کے قواعد و شرائط

اصول و ضوابط اور شرائط کا تعلق یا تو مصنف کی ذات سے ہوتا ہے یا اس کی تالیف سے۔ پہلے ہم ان شرائط کا تذکرہ کریں گے جو امام صاحب نے خود اپنے اوپر عائد کر رکھی تھیں۔ اس کے بعد ان شرائط اور اصولوں کا تذکرہ کریں گے جن کا لحاظ رکھ کر امام صاحب نے الجامع الصحيح مرتب کی۔

کتابت حدیث سے پہلے نوافل کی شرط

امام صاحب کی عملی زندگی کا مطالعہ کرنے سے ان کی بعض ایسی نادر صفات آشکار ہوتی ہیں جو دیگر مصنفین و مؤلفین میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

صحیح بخاری کی تالیف کے دوران میں امام صاحب نے اپنے اوپر یہ شرط لگا رکھی تھی کہ وہ ہر حدیث سے پہلے غسل کر کے دورکعت نفل ادا کریں گے، لہذا وہ ایسا ہی کرتے رہے۔ آپ نے خود فرمایا:

”میں نے اپنی کتاب الصحيح میں ہر حدیث درج کرنے سے پہلے غسل

کر کے دور کعینیں پڑھی ہیں۔“<sup>1</sup>

عبدالقدوس بن ہمام نے اپنے متعدد اساتذہ سے یہ بات سنی کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی تالیف کے وقت ابواب اور عنوانات نبی کریم ﷺ کے منبر اور آپ کی قبر مبارک کے درمیان بیٹھ کر لکھے۔ آپ ہر عنوان لکھنے سے پہلے دور کعینیں پڑھتے تھے۔<sup>2</sup> امام بخاری نے اس عظیم کتاب کی تصنیف کے دوران میں دل کی گہرائیوں سے جس خلوص اور تعلق باللہ کا خصوصی اہتمام کیا ہے، اُسی بنا پر آپ نے فرمایا:

”میں اس کتاب کو اپنے اور اللہ کے درمیان جھٹ، یعنی ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔“<sup>3</sup>

اسی طرح امام صاحب نے صحیح بخاری کی تالیف کے دوران میں اپنے اوپر ایک ایسی منفرد اور بارکت شرط لگا کر لی تھی جس کا اہتمام امام صاحب کے علاوہ کسی اور نہ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا:

”میں نے اس کتاب میں ہر حدیث درج کرنے سے پہلے قین باتوں کا التزام کیا ہے: استخارہ، دور کعت لفظ اور حدیث کی صحت کا یقینی علم۔“<sup>4</sup>

صحیح بخاری سے متعلقہ قواعد و شرائط

امام بخاری نے صحیح بخاری کو جن اصول و شرائط کے مطابق مرتب و مدون کیا، ان

1 تاریخ بغداد: 2/9، وطبقات الحنابۃ: 1/274. 2 سیر اعلام النبلاء: 12/404. 3 سیر اعلام

النبلاء: 12/405. 4 هدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص: 683.

میں سے چند اصول و شرائط کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ متعدد اصول تو محدثین کرام نے بیان کیے ہیں۔ مزید براہم علمائے کرام نے صحیح بخاری کا نہایت غور و فکر سے مطالعہ کر کے ان کے اصول و شرائط ڈھونڈ نکالے۔ امام حاکم نے دعویٰ کیا ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی ہر مند حدیث کے لیے یہ شرائط متعین فرمائی ہیں کہ ہر صحابی سے دو مشہور تابعین نے روایت کی ہو، اور ہر تابعی سے دو دو شفیع، عادل، ضابط اور شروط صحبت کے حامل راویوں نے روایت کی ہو۔ ہر طبقے میں یہ سلسلہ جاری رہے حتیٰ کہ امام بخاری تک وہ حدیث پہنچ جائے۔<sup>۱</sup>

ابو عمر مبارک بن احمد نے امام حاکم کے اس دعوے کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ کئی احادیث میں ایسا اہتمام نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ صحابہ سے روایت کرنے والے تابعین پر یہ کلیہ واقعیٰ سالم نہیں رہتا لیکن ان سے یونچ یہ شرط پائی جاتی ہے۔ بہر حال دیگر محدثین نے دعویٰ نہیں کیا لیکن اصول بیان کیے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

① تمام ناقلين و رواةٍ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کی ثقہت پر اتفاق ہو، یعنی رواة مسلم، صادق، غیر مدلس، غیر مختلط، متصف بصفات عدالت، ضابط، محفظ، سلیم الذہن، قلیل الوهم اور سلیم الاعتقاد ہوں اور یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہوں۔

② سلسلہ روایت منقطع نہ ہو۔

③ اگر روایت معین ہو، یعنی راوی اپنے استاد سے لفظ ”عن“ سے روایت کرے، تو راوی کی اپنے استاذ سے ملاقات کا ثبوت ضرور ہونا چاہیے۔

④ اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو یا امام بخاری کے معاصرین کا اتفاق ہو۔

\* المدخل إلى كتاب الإكيليل للحاكم، ص: 33.

⑤ حدیث علّت اور شذوذ سے خالی ہو۔<sup>1</sup>

مذکورہ صفات کے حامل راوی اول درجے کے ہوں۔ اول درجے کے راوی انھیں کہا جاتا ہے جو مضبوط حافظے کے مالک اور ثقہ ہوں۔ ادنیٰ یا وسط درجے کے راوی ناکافی ہیں۔

اس سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ایک مثال یہاں دی جا رہی ہے اور وہ مثال امام زہری کے ساتھیوں اور شاگردوں کو قوتِ ضبط اور صحبتِ شیخ کے اعتبار سے پانچ طبقات میں تقسیم کر کے سمجھائی گئی ہے۔ ان پانچوں طبقات میں سے ہر ایک کو اپنے سے نیچے والے طبقے پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

**پہلا طبقہ:** قَوِيُّ الضَّبْطِ، كَثِيرُ الْمُلَازَمَةِ: یعنی جن کا حافظہ بھی قویٰ ہو اور انہوں نے اپنے اساتذہ و شیوخ کی صحبت بھی زیادہ حاصل کی ہو، اس طبقے کے راوی صحت کے لحاظ سے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں، مثلاً: یونس بن یزید، عقیل بن خالد، مالک بن انس، سفیان بن عینہ اور شعیب بن ابی حمزہ وغیرہ، اس طرح کے لوگ امام بخاری کا مقصد ہیں۔

**دوسرा طبقہ:** قَوِيُّ الضَّبْطِ، قَلِيلُ الْمُلَازَمَةِ: یعنی جن کا حافظہ تو قویٰ ہو لیکن انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت زیادہ حاصل نہ کی ہو۔ اس طبقے کے لوگ امام زہری کے ساتھ بہت کم مدت رہے۔ حدیث میں بھی خاص مہارت حاصل نہ کر سکے اور اس معاملے میں پہلے طبقے سے پیچھے رہ گئے، مثلاً: امام اوزاعی، لیث بن سعد، عبد الرحمن بن خالد اور ابن ابی ذئب وغیرہ۔ یہ طبقہ امام مسلم کی شرط پر پورا اترتا ہے۔

۱ مآخذہ از هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 11.

امام بخاری مستقلًا صرف پہلے طبقے کے محدثین سے احادیث لاتے ہیں البتہ بھی کبھی استشهاد کے طور پر دوسرے طبقے کے محدثین سے بھی روایات نقل کرتے ہیں لیکن چنانچہ چنانچہ کر، البتہ امام مسلم دوسرے طبقے سے ہر طرح کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔

**تیسرا طبقہ:** قَلِيلُ الضَّبْطِ، كَثِيرُ الْمُلَازَمَةِ: یعنی جن کا حافظہ کمزور ہو، البتہ انہوں نے اپنے شیوخ کی صحبت زیادہ حاصل کی ہو۔ تیسرا طبقے کے محدثین جیسے جعفر بن برقان، سفیان بن حسین اور اسحاق بن یحییٰ کلبی وغیرہ سے امام مسلم ہٹکے اس طرح روایات نقل کرتے ہیں جس طرح امام بخاری دوسرے طبقے کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام نسائی مذکورہ تینوں طبقوں سے مستقلًا روایات نقل کرتے ہیں۔

**چوتھا طبقہ:** قَلِيلُ الضَّبْطِ، قَلِيلُ الْمُلَازَمَةِ: یعنی جن کا حافظہ بھی کم ہے اور انہوں نے صحبت شیخ بھی کم حاصل کی ہو، جیسے زمود بن صالح، معاویہ بن یحییٰ الصدفی اور شنی بن صباح وغیرہ۔ امام ابو داود رضی اللہ عنہ پہلے تین طبقات کے ساتھ بطور استشهاد اس چوتھے طبقے سے بھی روایات نقل کرتے ہیں۔

**پانچواں طبقہ:** یہ طبقہ الْفُسُفَاءُ وَالْمَجَاهِيلُ کا ہے جیسے عبدالقدوس بن حبیب، حکم بن عبداللہ الالی اور محمد بن سعید المصلوب وغیرہ۔ امام ترمذی ہٹکے چوتھے طبقے سے مستقلًا اور بعض مقامات پر پانچویں طبقے سے بھی روایات نقل کر لیتے ہیں۔ جبکہ امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے پانچوں طبقات کی روایات بلا تکلف اور مستقلًا ذکر کی ہیں۔ البتہ امام بخاری اور امام مسلم چوتھے اور پانچویں طبقے میں کوئی وچھپی نہیں رکھتے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ امام بخاری دوسرے طبقے سے جو روایات نقل کرتے ہیں، انھیں تعلیقًا لکھتے ہیں اور تیسرا طبقے کے لوگوں سے تو شاذ و نادر ہی روایت کرتے ہیں۔

مذکورہ صورتِ حال میں قوتِ سند کے اعتبار سے کتب ستہ کی ترتیب یوں بنے گی:  
 ① صحیح بخاری ② صحیح مسلم ③ سنن نسائی ④ سنن ابی داود ⑤ سنن ترمذی  
 ⑥ سنن ابن ماجہ

امام زہری کے شاگردوں کے متعلق بیان کردہ مذکورہ بالا مثال، ان محدثین کے متعلق ہے جن سے بہت زیادہ روایات منقول ہیں۔ امام نافع، اعمش اور قتادہ کے شاگردوں اور دیگر لوگوں کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے شاگردوں کے بھی پانچ طبقے ہیں۔ رہب قلیل الروایت محدثین تو شیخین نے ان میں سے ثقة، عادل اور کم غلطی والے اصحاب پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے اپنے اصول اور شرائط پر پورا اترنے والی روایات نقل کی ہیں اور جن پر کلی اعتماد نہ تھا ان کی روایات کو موافقت کے لیے پیش کیا ہے۔<sup>۱</sup>

حدیث کو بہ تکرار اور مختصرًا بیان کرنے کے مقاصد

حافظ محمد بن طاہر المقدسی اپنی کتاب جوانب المتعنت میں رقم طراز ہیں: یہ بات پیش نظر کھنہ چاہیے کہ امام بخاری اپنی کتاب میں ایک حدیث کو متعدد مقامات پر بیان کرتے ہیں اور ان تمام مقامات پر استدلال کی غرض سے مختلف اسناد کے ساتھ حدیث نقل کرتے ہیں۔ یوں اپنے وسیع علم اور حسن فہم کے ذریعے سے ایسے نادر معنی دریافت کرتے ہیں جو عنوان کا تقاضا ہوتے ہیں۔

ایک ہی سند اور ایک ہی متن کے ساتھ دو مقامات پر کبھی کبھار ہی حدیث نقل کرتے ہیں، جبکہ عمومی طور پر دوسری سند کے ساتھ وہی حدیث نقل کرتے ہیں اور کئی مقاصد ان کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ امام بخاری کے پیش نظر جو مقاصد ہوتے ہیں ان کا علم تو اہل

۱ مآخذہ از هدیی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 12,11، ویرہ البخاری از مبارک پوری، ص:

تعالیٰ ہی کو ہے، تاہم گہرے غور و فکر کے بعد تفہیم مقاصد کی جو کوشش کی گئی ہے، اُس کا ماحصل یہ ہے:

﴿ امام بخاری ایک مقام پر ایک حدیث کو ایک صحابی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، پھر وہی حدیث کسی اور مقام پر کسی دوسرے صحابی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ حدیث حد غرابت سے نکل جائے۔ یہی طریقہ وہ سند کے طبقہ ثانیہ اور ثالثہ حتیٰ کہ اپنے شیوخ میں بھی اختیار کرتے ہیں۔ لیکن فن حدیث سے ناواقف لوگ اس کو تکرار سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ تکرار کے زمرے میں شمار نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایک اضافی فائدہ ذکر ہوا۔

﴿ امام بخاری نے مذکورہ بالا اصول کے مطابق کئی احادیث کی اس طرح تصحیح کی ہے کہ ہر حدیث مختلف معانی و مطالب پر مشتمل ہوتی ہے، اس لیے امام صاحب ہر باب میں وہی ایک حدیث نئی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

﴿ کچھ راوی احادیث کو مختصرًا بیان کرتے ہیں اور بعض راوی مکمل متن نقل کرتے ہیں۔ امام بخاری ان روایات کو من و عن نقل کر دیتے ہیں تاکہ آگے نقل اور روایت کرنے والوں کے لیے شبہات کا ازالہ ہو جائے۔

﴿ بعض اوقات حدیث بیان کرتے ہوئے راویوں کی عبارتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک راوی ایسے الفاظ میں حدیث بیان کرتا ہے جن سے کئی معانی نکل سکتے ہیں، جبکہ دوسرا راوی انھی مطالب و معانی کے لیے ذرا مختلف الفاظ لاتا ہے لیکن ان الفاظ کے بھی کئی معانی متوقع ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر وہ (دونوں قسم کے الفاظ والی) روایتیں امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہوں تو امام صاحب ان روایات کو الگ الگ عنوان کے تخت بیان کرتے ہیں۔

❖ بعض اوقات احادیث کے ”اتصال“ اور ”ارسال“ میں تعارض واقع ہو جاتا ہے۔

امام صاحب کے نزدیک اتصال ہی راجح ہوتا ہے مگر امام صاحب ”مرسل“ حدیث کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ”اتصال پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔“

❖ بعض اوقات احادیث کے ”مرفوع“ اور ”موقوف“ ہونے میں تعارض واقع ہو جاتا ہے۔ فیصلہ اگرچہ مرفوع حدیث کے حق میں ہوتا ہے مگر امام بخاری دونوں قسم کی روایات کا ذکر کر کے یہ مقصد بتاتے ہیں کہ موقوف سے مرفوع پر کوئی سقم واقع نہیں ہوتا۔

❖ اگر ایک راوی کسی حدیث کی سند میں ایک نام بڑھا دے اور دوسرا راوی اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے سند میں سے ایک نام چھوڑ دے اور وہ حدیث امام بخاری کی شرائط پر پوری ارتقی ہو تو ایسی صورت میں امام بخاری اس حدیث کو دونوں اسناد کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ راوی نے مذکورہ حدیث اپنے استاذ سے خود سنی ہو اور اس کے استاذ نے اپنے جس استاذ سے یہ روایت نقل کی ہو، راوی نے اس سے بھی ملاقات کی ہو۔ یوں امام بخاری دونوں راویوں کی تصدیق اور تصحیح کے لیے دونوں استاذوں کے ساتھ مذکورہ حدیث بیان کر دیتے ہیں۔

❖ امام صاحب بعض دفعہ ایسی روایت ذکر کرتے ہیں کہ راوی اس کو ”عن“ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ امام صاحب ایسی روایت کو تصریح سامع کے لیے بھی بیان کرتے ہیں کیونکہ آپ معنعن (عن سے بیان کردہ روایت) میں ملاقات کی شرط لگاتے ہیں۔<sup>1</sup>

### حدیث کو حصول میں بیان کرنے کے اسباب

حدیث کو نکزوں میں بیان کرنے یا اس کے کچھ حصے پر اکتفا کرنے کے چند

۱. هدایی السعازی مقدمۃ فتح الباری، ص: 91۔

اسباب ہیں۔ ذیل میں ان اسباب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے:

۴۸ حدیث کا متن اگر مختصر ہو یا اس کا کوئی جملہ دوسرے جملوں سے ایسا مربوط ہو کہ الگ کرنے سے معنی میں خلل پڑ جاتا ہو، علاوہ ازیں اس حدیث سے کئی مسئلے بھی مستبط ہوتے ہوں تو امام صاحب ان مسائل کے پیش نظر حدیث کو بلا اختصار اور تقطیع کے مکرلاتے ہیں۔ بایس ہمہ حدیث کو تکرار سے بیان کرنا کسی نئے فائدے سے خالی نہیں ہوتا، یعنی متومن کی ظاہری ضرورت اور فائدے کی خاطر جب متومن دوبارہ بیان کیے جائیں تو اس میں اور بھی کوئی نہ کوئی فائدہ پہاڑ ہوتا ہے اور وہ اس نئے فائدے کے حصول کے لیے سند کو بدل دیتے ہیں یا کم از کم پہلی دفعہ ایک استاذ کی معرفت حدیث بیان کرتے ہیں تو دوسری دفعہ کسی دوسرے استاذ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ اس طرح اسناد حدیث میں اضافے اور قوت کا فائدہ پیش نظر ہوتا ہے۔

۴۹ کبھی دوبارہ حدیث بیان کرنا اس لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کی صرف ایک ہی سند ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں امام صاحب یوں کرتے ہیں کہ ایک جگہ حدیث متصل سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تو دوسری جگہ معلق ذکر کرتے ہیں۔ کبھی حدیث مکمل متن کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور کبھی صرف وہ حصہ بیان کرتے ہیں جس سے عنوان کے مطابق استدلال مقصود ہوتا ہے۔

۵۰ حدیث کا متن اگر متعدد جملوں پر مشتمل ہو اور ان جملوں کا آپس میں کوئی تعلق بھی نہ ہو تو پھر طوالت سے بچنے کے لیے ہر جملے کو الگ عنوان کے تحت نقل کر دیتے ہیں، تاہم بعض اوقات امام بخاری نشاط میں آکر پوری کی پوری حدیث نقل کر دیتے ہیں۔<sup>۱</sup>

<sup>1</sup> هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 20، ویرہ البخاری از مبارک پوری، ص: 190-193.

حدیث کے کچھ حصے پر اکتفا کر کے باقیہ حصہ کہیں نقل نہ کرنا  
مذکورہ بالا عنوان پر عموماً عمل تو نہیں ہوا، البتہ جہاں مخدوف حصہ موقوف (کسی  
صحابی کا قول) ہوا اور اس میں بھی مرفوع حدیث جیسا کوئی مسئلہ بیان ہوا ہو تو صرف  
مرفوع حصے کو نقل کر کے باقی کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کا کتاب کے عنوان سے  
کوئی تعلق نہیں تھا، مثلاً عبداللہ بن مسعود رض سے مردی ہے:

”مسلمان تو سائبہ نہیں چھوڑتے تھے، البتہ زمانہ جاہلیت کے مشرک لوگ  
سائبہ چھوڑا کرتے تھے۔“<sup>1</sup>

پونکہ یہ مکمل احکامہ مرفوع ہے۔ امام صاحب نے اسے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا  
باقیہ حصہ موقوف ہے، لہذا امام صاحب نے اسے حذف کر دیا اور پوری کتاب میں کہیں  
بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس طرح کے اختصار سے کسی بھی قسم کا خلل واقع نہیں ہوتا۔  
پوری حدیث (مرفوع و موقوف) یوں تھی:

سائبہ: وہ غلام یا لونڈی جس کو مالک آزاد کر دے اور کہہ دے کہ تیری ولاء کا حق کسی کو بھی  
نہیں ملے گا۔ یہ اس سائبہ جانور سے ماخوذ ہے جس کو مشرک اپنے اوتاروں کے نام پر چھوڑا کرتے  
تھے۔ برصغیر میں ایسے جانور کو فلاں درگاہ یا فلاں پیر صاحب کے جانور یا سانڈ کہتے ہیں۔ ان کا بہت  
احترام کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ کوئی نقصان بھی کریں تو برداشت کیا جاتا ہے اور انھیں فصلوں میں چرنے  
سے بھی کوئی نہیں روکتا۔

1 صحیح البخاری، الفرائض، باب میراث السائبہ، حدیث: 6753.

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آ کر کہنے لگا کہ میں نے ایک غلام بطور سائبہ چھوڑ دیا (آزاد کیا) ہے۔ اب وہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے ترکہ چھوڑا ہے لیکن اس کا وارث کوئی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: مسلمان تو سائبہ نہیں چھوڑتے، البتہ زمانہ جاہلیت کے مشرک لوگ سائبہ چھوڑا کرتے تھے۔ اس کے مال و اسباب کا تو ہی سر برہ اور وارث ہے۔ اگر اس کے وصول کرنے میں تجھے ہمچکیا ہست یا حرج محسوس ہو تو ہم تجھ سے لے کر بیت المال میں جمع کر لیں گے۔“<sup>1</sup>

اوپر وضاحت ہو چکی ہے کہ امام بخاری کسی حدیث کو دوبارہ بیان کرتے ہیں تو اس کا کوئی نہ کوئی فائدہ اور ضرورت ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ حدیث کے متن یا سند سے کوئی فائدہ نہ ہو تو اس کا کوئی اور مقصود ہو گا جو دوسرے عنوان پر مشتمل ہوتا ہے۔ امام بخاری کے ہاں حدیث کا بلا فائدہ تکرار کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دفعہ جس استاذ سے حدیث نقل کی جاتی ہے تو دوسری دفعہ دوسرے استاذ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی فائدہ ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں اوپر بات کی جا چکی ہے۔<sup>2</sup>

۱۔ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 20۔ ۲۔ هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 20۔ و سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 193، 192۔

## صحیح بخاری کے بارے میں اہل علم کی آراء اور ان کے خواب

### صحیح بخاری کے بارے میں اہل علم کی آراء

امام ابو جعفر محمود بن عمرو العقیلی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے جب صحیح بخاری مرتب کر لی تو اسے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مديینی وغیرہ کے سامنے پیش کیا۔ ان سب بزرگوں نے اس کارنامے کی بڑی تعریف کی، بڑی خوشی کا اظہار کیا اور پوری کتاب کے صحیح ہونے کی گواہی دی، البتہ چار احادیث پر کچھ اعتراض کیا۔ محمود العقیلی کہتے ہیں کہ ان چار احادیث کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کی رائے درست تھی۔<sup>۱</sup>

امام اسماعیلی ”المدخل“ میں رقم طراز ہیں:

میں نے ابو عبد اللہ بخاری کی تالیف کردہ کتاب الجامع الصحیح کو دیکھا ہے۔  
میں نے کتاب کو اس کے نام کے مطابق ہی پایا ہے کہ وہ سنن صحیحہ کا مجموعہ ہے۔ امام بخاری نے کتاب کے متن سے جو خوب صورت معانی و مطالب اخذ کیے ہیں، وہ اس بات کی دلیل ہیں کہ ایسے کلمات صرف وہی شخص بول اور لکھ سکتا ہے جو علوم حدیث

<sup>1</sup> هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: ۹

اور اس کے راویوں کے حالات سے واقف ہو، احادیث اور ان کی علل کا علم رکھتا ہو، نہ صرف فقہ اور علومِ لغت میں ماهر ہو بلکہ اسے ان علوم پر کامل دسترس حاصل ہو۔

امام بخاری پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے۔ آپ ایسے انسان تھے کہ زمانے نے انھی پر اکتفا کر لیا (کہ ان جیسا کوئی دوسرا پیدا ہی نہ کیا۔) آپ علومِ حدیث میں یکتا تھے اور ان علوم میں درجہ کمال تک پہنچ ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ آپ کے حسن نیت اور اپنے آپ کو علم حدیث کے لیے وقف کر دینے کا صلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم کے ذریعے سے آپ کو بہت نفع پہنچایا اور آپ کے ذریعے سے دوسروں کو بے حد فائدہ حاصل ہوا۔ امام اسماعیلی مزید فرماتے ہیں کہ آپ کے طرزِ تصنیف کو بہت سے لوگوں نے اپنایا۔ ان میں سے حسن بن علی الحلوانی بھی ہیں، تاہم انہوں نے صرف سنن ہی پر اکتفا کیا ہے۔ آپ کے ہم عصر محدث امام ابو داود السجستانی نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب ”سنن“ میں متعدد عناءوں پر قلم اٹھایا ہے۔ اگر انھیں موضوع سے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ملی تو موصوف نے ضعیف روایت ہی نقل کر دی۔

امام مسلم بن حجاج رض بھی امام بخاری ہی کے ہم عصر محدث تھے۔ ان کا انداز بھی امام بخاری جیسا تھا۔ انہوں نے امام بخاری سے بھی روایات نقل کی ہیں اور آپ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، تاہم انہوں نے امام بخاری کی طرح اپنے آپ پر پابندیاں نہیں لگائی تھیں۔ امام مسلم نے بہت سے ایسے محدثین سے بھی روایات قبول کی ہیں جن سے امام بخاری نے روایت نہیں کی۔ اگرچہ سب ائمہ خیر و برکت کے طالب تھے مگر امام بخاری بہت بلند معیار کے محدث تھے۔ آپ نے جن ذرائع سے احادیث سے مختلف معانی و مطالب نکالے، باریک نکات اخذ کیے اور حدیث کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کے لیے ابواب کے جو عنوانات قائم کیے، اس کی مثال کوئی پیش

نہ کر سکا۔ یہ تو خاص اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا کر دیتا ہے۔<sup>۱</sup>

حافظ ذہبیؒ نے فرمایا:

”اگر کسی شخص کو امام بخاری کا درس حدیث سننے کے لیے ایک سال کی مسافت بھی طے کرنا چاہیے تو یہ کوئی گھاٹی کا سودا نہیں۔“<sup>2</sup>

امام ابو عبد الرحمن نسائی <sup>رض</sup> نے فرمایا کہ امام بخاری کی کتاب الجامع الصحیح سے زیادہ معنیت اور عمدہ روایات کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔<sup>3</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں:

”میں نے خواب میں امام بخاری کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ جس جگہ سے نبی ﷺ اپنا قدم مبارک اٹھاتے، اسی نشان پر ابو عبد اللہ اپنا قدم رکھ کر جلتے جا رہے تھے۔“<sup>4</sup>

نجم بن فضیل کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک سے نکل کر چل رہے ہیں اور امام بخاری بھی آپ کے قدم مبارک کے نشانات پر قدم رکھتے چلے چا رہے ہیں۔<sup>5</sup>

امام ابراہیم بن معقل کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے خود سنا، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث ہی نقل کی ہیں اور ضخامت میں اضافے سے بچنے کے لیے بہت سی صحیح احادیث اس میں درج نہیں کیں۔<sup>۹</sup>

<sup>1</sup> هدي الساري مقدمة فتح الباري: 14,13. <sup>2</sup> سير أعلام النبلاء: 12/400. <sup>3</sup> هدي الساري

<sup>4</sup> مقدمة فتح الباري، ص: 12. تاريخ بغداد: 2/10، وهدي الساري مقدمة فتح الباري، ص:

683. 5 تاريخ بغداد: 10/2، وسير أعلام النبلاء: 12/405، وهدي الساري مقدمة فتح الباري،

ص: 683. ٦ تاريخ بغداد: 2/9, 8، وسير أعلام النبلاء: 12/402.

علامہ ابن خلدون ”مقدمہ“ میں رقم طراز ہیں:

”میں نے اپنے بہت سے اساتذہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ الجامع الصحيح کی شرح لکھنا امت اسلامیہ پر قرض ہے۔“<sup>1</sup>

صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح کے اسباب

صحیح بخاری علوم شرعیہ میں قرآن مجید کے بعد نہایت اہم کلیدی مقام رکھتی ہے۔ اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد دین کا صحیح ترین مجموعہ ”صحیح بخاری“ ہے اور پھر ”صحیح مسلم“۔

صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح دینے کے کئی اسباب ہیں:

① پہلا سبب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل انتہائی کڑی شرائط کے مطابق مرتب کیا ہے:

﴿ راوی اپنے استاذ کا ہم عصر ہو۔

﴿ دونوں کی آپس میں ملاقات بھی ہوئی ہو، جبکہ امام مسلم دونوں کے ہم عصر ہونے ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور دونوں کی باہمی ملاقات کو ضروری خیال نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ امام بخاری کی شرائط بہت سخت ہیں۔

② اسی طرح یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ امام بخاری کبار شیوخ کے تلامذہ میں سے صرف طبقہ اول کے تلامذہ کی روایات نقل کرتے ہیں اور دوسرے طبقے کے تلامذہ کی روایات میں سے منتخب روایات بیان کرتے ہیں۔ مگر امام مسلم دوسرے طبقے کے تلامذہ سے ہر طرح کی روایات لے لیتے ہیں، البتہ تیسرے طبقے کے تلامذہ کی روایات میں

<sup>1</sup> مقدمہ ابن خلدون: 1/474.

سے چھانٹ چھانٹ کر نقل کرتے ہیں۔ امام بخاری نے یہ اصول دوسرے طبقے کے تلامذہ کی روایات کے لیے اپنایا ہے۔

③ امام بخاری نے چار سو تیس سے زیادہ ایسے راویوں سے روایات نقل کی ہیں جن سے امام مسلم روایات نہیں لیتے۔ ان میں سے اسی افراد پر بعض حضرات نے جرح کی ہے، جبکہ امام مسلم نے چھ سو بیس ایسے راویوں سے روایات لی ہیں جن سے امام بخاری روایات لینے میں امام مسلم کے شریک کارنہیں ہیں۔ ان میں سے ایک سو سانچھ افراد پر بعض حضرات نے جرح کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں کوئی کلام نہیں کیا گیا ان سے روایات نقل کرنا بہتر ہے بخلاف ان کے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہو اگرچہ یہ کلام انھیں عیب دار نہ کرتا ہو۔

④ امام بخاری نے جن ”متکلم فیہ“ راویوں سے روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں اور امام صاحب نے عکرمة عن ابن عباس کے علاوہ ان راویوں میں سے کسی کی بھی اکثریات کی روایات نقل نہیں کیں، البتہ امام مسلم نے ابو الزبیر عن جابر، سہیل عن أبيه، علاء بن عبدالرحمن عن أبيه اور حماد بن سلمة عن ثابت وغیرہ کی اکثر روایات نقل کی ہیں۔

⑤ وہ ”متکلم فیہ“ راوی جن سے امام بخاری نے روایات لی ہیں، ان میں سے اکثر امام صاحب کے اساتذہ ہیں۔ ان سے آپ کی ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ ان سے مجالسیں ہوتی ہیں۔ آپ نے ان کے احوال معلوم کیے۔ ان کی احادیث کی پڑتاں کی اور صحیح اور ضعیف احادیث کو چھانٹ کر الگ الگ کیا۔

⑥ لیکن امام مسلم نے جن ”متکلم فیہ“ لوگوں سے احادیث نقل کی ہیں ان میں زیادہ تر

متقدیں ہیں، یعنی تابعین اور ان کے بعد کے لوگ، اور ان کی امام مسلم بنت سے ملاقات وغیرہ نہیں ہوئی۔ یہاں یہ بات پیش نظر کھنی چاہیے کہ کوئی بھی محدث اپنے سے متقدم لوگوں کے مقابلے میں اپنے اساتذہ کی روایات کو بآسانی پر کھا اور جان سکتا ہے۔

⑦ اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ صحیحین کی دو سو دس احادیث پر نقد و جرح کی گئی ہے۔ ان میں سے اسی احادیث صحیح بخاری کی ہیں اور باقی احادیث کا تعلق صحیح مسلم سے ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جس کتاب پر جتنی کم نقد و جرح کی گئی ہو، وہ دوسری کے مقابلے میں بہر حال قابل ترجیح ہوگی۔ <sup>۱</sup> واللہ أعلم

مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر تمام علمائے امت صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر بالاتفاق مقدم رکھتے ہیں، تاہم ابو علی نیشا پوری اور بعض مغاربہ (علمائے اندرس وغیرہ) اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔

حافظ عبدالرحمن بن ربيع کے پاس کچھ لوگ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں بحث لے کر آئے کہ ان میں سے کس کو ترجیح دیں، انہوں نے یہ فیصلہ سنایا:

”کچھ لوگوں نے میرے پاس صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں بحث کی کہ ان میں سے کس کو ترجیح دی جائے۔ میں نے کہا: صحت کے اعتبار سے صحیح بخاری

۱. هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 13-15.

کو فوقيت حاصل ہے جیسا کہ حسن ترتیب میں صحیح مسلم کو فوقيت حاصل ہے۔<sup>1</sup> اسی چیز کو منظر رکھ کر امام نووی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایک ہی جگہ متعدد سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث کے تمام طرق کو امام مسلم نے بہت عمدہ طریقے سے بہترین ترتیب سے اس طرح جمع کر دیا ہے کہ ان کا حصول بہت آسان ہو گیا ہے، جبکہ امام بخاری نے احکام کے استخراج کی غرض سے احادیث کو مطلوبہ لکڑوں میں تقسیم کر کے متعدد ابواب کے تحت پیش کیا ہے۔

امام حاکم ابو احمد نیشا پوری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محمد بن اسما علیل بخاری پر اپنی رحمت نازل فرمائے کہ انہوں نے (احکام کے) اصول ترتیب دیے اور لوگوں کو ان سے آگاہ کیا۔ ان کے بعد جو آیا اس نے اس میدان میں انھی کی کتاب سے اخذ کیا ہے۔<sup>2</sup> ایک دفعہ امام دارقطنی کے سامنے صحیحین کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر امام بخاری کا فیض صحبت نہ ہوتا تو کوئی شخص امام مسلم کا نام بھی نہ لیتا۔

ایک اور موقع پر امام دارقطنی نے فرمایا کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں صحیح بخاری کی روایات کا استخراج اور اس میں کچھ اضافہ ہی تو کیا ہے!<sup>3</sup>

### صحیح بخاری کے متعلق اصحاب علم و فضل کے خواب

امام ابو زید المرزوی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مقامِ ابراہیم اور رکن کے درمیان امام ابو زید المرزوی: ابو زید محمد بن احمد بن عبد اللہ بن محمد المرزوی 301ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے محمد بن یوسف الفربی سے صحیح بخاری کا سامع کیا اور اسے روایت کیا ہے۔ آپ سے امام حاکم،<sup>1</sup> تہذیب الاسماء واللغات (حاشیہ): 91/1، وسیل السلام: 10/1. 2 هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 14، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری،<sup>3</sup> فتح الباری، ص: 14، 3 هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 14، وسیرۃ البخاری از مبارک پوری،<sup>3</sup> ص: 189، 188.

سویا ہوا تھا کہ خواب میں نبی ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ”اے ابو زید! تم کب تک لوگوں کو شافعی کی کتاب پڑھاتے رہو گے؟ کیا میری کتاب نہیں پڑھاؤ گے؟“ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: ”محمد بن اسماعیل کی الجامع الصحیح۔“<sup>1</sup>

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی ﷺ پیدل چل رہے تھے اور امام بخاری رض بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جس جگہ سے آپ ﷺ اپنا قدم مبارک اٹھاتے اسی نشان پر امام بخاری اپنا قدم رکھ کر چلتے جا رہے تھے۔“<sup>2</sup>

علامہ فربری رض کہتے ہیں: ”میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”کہاں جا رہے ہو؟“ میں نے عرض کیا: محمد بن اسماعیل کے پاس جانے کا ارادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”انھیں میری طرف سے سلام کہنا۔“<sup>3</sup>

”ابو عبد الرحمن اسلامی اور امام دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا۔ مردو شہر کے بہت بڑے مفتی، عالم اور فقیہ تھے۔ مسلم شافعی اور بڑے زادہ تھے۔ امام فربری سے ان کی ملاقات 318ھ میں ہوئی تھی۔ مردو شہر میں رجب 371ھ میں نبوت ہوئے۔“

1 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683، وسیر أعلام النبلاء، 16/314، 315. 2 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683. 3 هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص: 683.

## صحیح بخاری کی منظوم تحسین

کسی شاعر نے الجامع الصحيح کو کتنے خوب صورت انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے ۔

”اگر لوگ صحیح بخاری کے ساتھ انصاف کریں، یعنی اس کے مقام و مرتبے، اس کی اہمیت اور ضرورت کو جان لیں تو اسے سونے کے پانی سے تحریر کریں۔ یہ کتاب ہدایت اور گمراہی کے درمیان حد فاصل ہے۔ ترقی و خوش حالی اور ہلاکت و بربادی کے درمیان رکاوٹ ہے۔ احادیث کے متن کی اسناد آسمان کے تاروں اور شہابوں کے مانند ہیں۔ یہی کتاب دینِ رسول کی میزان ہے۔ عرب کے بعد عجم بھی اسی کتاب کے ذریعے سے اسلام سے متعارف ہوئے اور اسے قبول کیا۔ بلاشبہ یہ کتاب جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اس کتاب نے اللہ کی رضا اور ناراضی کو واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب نبی کریم ﷺ کے درمیان ایک نقیس سا پرده ہے۔ یہ دین کے بارے میں شکوک و شبہات کو زائل کرنے والی کتاب ہے۔ یہ کتاب مراتب میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ اس پر تمام علماء نے اتفاق کیا ہے۔

اے مصنف کتاب! آپ نے اس کتاب میں اپنے علمی ذخیرے کے سبب ائمہ اسلام کو پچھے چھوڑ دیا۔ دیکھتی آنکھوں اس کتاب نے عظیم کامیابی حاصل

کی۔ اے مصف! اس کتاب میں جن راویوں پر غلط بیانی کی تہمت لگی، آپ نے انھیں بھی اور ضعیف راویوں کو بھی چھانت چھانت کر الگ کر دیا۔ آپ نے حسن ترتیب میں اس کتاب کو ممتاز کر کے سب کے مقابلے میں لاکھڑا کیا۔ کتاب کی ابواب بندی نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اے مصف! کتاب! آپ کا مالک آپ کو وہ سب کچھ عطا کرے جس کے آپ متنی ہیں اور اپنی مخلوق کو وہ جو کچھ عطا کرے گا اس میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔<sup>①</sup> بے شمار علماء نے صحیح بخاری کی تفہیم و تشریع کے لیے کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتب میں صحیح بخاری کی ابواب بندی اور عنوانات، اس کے مشکل مقامات اور الفاظ کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے اور ان پر حاشیے بھی لکھے گئے ہیں۔ یہاں چند کتب کا تعارف کرایا جا رہا ہے:

① **المُتَوَارِي عَلَى تَرَاجِمِ الْبُخَارِيِّ**: یہ کتاب علامہ ناصر الدین احمد بن مُنیَّر نے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے صحیح بخاری کے اسی قسم کے چار سو ابواب کے تراجم جمع کیے ہیں، انھیں بڑے غور و فکر اور باریک بینی سے پڑھنا چاہیے۔ علامہ موصوف نے ان پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔<sup>②</sup>

② **فَكُّ أَعْرَاضِ الْبُخَارِيِّ الْمُبْهَمَةِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَدِيثِ وَالْتَّرَجِمَةِ**: یہ علامہ ناصر الدین احمد بن مُنیَّر: ناصر الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن منصور بن ابی القاسم بن مختار بن ابوکبر جذامی جروی اسکندری، ابن مُنیَّر کے نام سے معروف ہیں۔ آپ 683ھ میں فوت ہوئے۔ (شذرات الذہب: 5/381)

1 سیر اعلام النبلاء: 12/471، والبداية والنهاية: 11/30,29. 2 سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 180.

کتاب علامہ محمد بن منصور بن حمامہ مغربی نے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے ایک سو ابواب کو اکٹھا کیا ہے جو انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ نے خوب غور و فکر کے بعد ان پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۴. ترجمان التراجم: یہ کتاب علامہ ابو عبد اللہ ابن رشید سعیتی نے لکھی ہے۔ خاصی شخصیم ہے اور صحیح بخاری کے عنوانات پر بڑی مفصل کتاب ہے لیکن افسوس کہ مؤلف ”کتاب الصایم“ تک ہی پہنچ پائے تھے۔<sup>۱</sup> اگر مکمل کر لیتے تو انتہائی مفید ثابت ہوتی۔ بہر حال جس قدر بھی ہے فائدے کے لحاظ سے سب پر مقدم ہے۔

۵. علامہ زین الدین علی بن منیر نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اس کا ذکر کیا ہے۔ تراجم ابواب میں یہ ایک مستقل تصنیف ہے۔<sup>۲</sup>

۶. شرح تراجم أبواب البخاري: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کتاب کے مصنف ہیں۔ عربی زبان میں آسان فہم انداز میں تصنیف کی گئی ہے۔ یہ پہلے حیدر آباد علامہ ابو عبد اللہ ابن رشید سعیتی: محب الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن محمد ابن رشید فہری سعیتی 721ھ میں فوت ہوئے۔

علامہ زین الدین علی بن منیر: ابو الحسن علی بن محمد بن منیر آپ کا نام ہے۔ آپ علامہ ناصر الدین ابن منیر کے بھائی ہیں۔ عید الاضحی کے دن 695ھ میں فوت ہوئے۔ (معجم المؤلفین: 234/7)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین المعروف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 1177ھ میں فوت ہوئے۔ جمیل الدین البالغان کی مشہور کتاب ہے۔ (معجم المؤلفین: 272/1)

۱. سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 180، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 18، 17۔

۲. سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 180، و هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: 17۔

کے مطیع ”دائرة المعارف“ سے چھپی، پھر لکھنؤ میں صحیح بخاری کی فارسی شرح تیسیر القاری کے حاشیے میں شائع ہوئی۔ اپنے موضوع کی بڑی جامع اور اہم کتاب ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں چارسو سے زائد ابواب کے تراجم پر مختصر انداز میں بحث کی ہے۔ بعض مقامات پر ایسے نادر نکات بیان کیے ہیں جن سے شاہ صاحب کی ذہنی بالیگی اور علمی وسعتوں کا پتا چلتا ہے۔<sup>1</sup>

مناسبات تراجم البخاری لأحاديث الأبواب: ابو عبد الله بدر الدین محمد بن ابراهیم بن جماعة کنانی حموی (المتوفی 733ھ) اس کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب المتواتری کا خلاصہ ہے۔ ہندوستان کے شہر بمبئی میں دارالسلفیہ سے چھپ چکی ہے۔ علی بن عبد اللہ الزبن نے جامعۃ الإمام محمد بن مسعود الاسلامیۃ میں 1404ھ میں ایک اے اسلامیات کی ڈگری کے حصول کے لیے اس کی تحقیق کی ہے۔

تعليق المصايح على أبواب الجامع الصحيح: ابو عبد الله محمد بن أبي بكر دماني (المتوفی 828ھ) کی تصنیف ہے۔ شاہ عبد العزیز دہلوی نے بستان المحدثین میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مؤلف نے مصایح الجامع کے نام سے صحیح بخاری کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔

مناسبات تراجم أبواب البخاري: ابو حفص عمر بن رسان کنانی بلقینی مصری (المتوفی 805ھ) اس کے مؤلف ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تتخیص لکھی ہے جس میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ یہ ابواب بخاری اور احادیث بخاری کے درمیان مناسبات نہیں بلکہ صحیح بخاری میں مذکورہ ابواب کی ترتیب میں مناسبات ہیں۔ مؤلف

1 سیرۃ البخاری از مبارک پوری، ص: 180, 181.

نے صحیح بخاری کی مناسبات کے متعلق ایک نظم بھی لکھی ہے۔

(۱) الأبواب والترجم: مولانا محمد زکریا کانڈھلوی کی تصنیف ہے۔ طبع ہو چکی ہے۔<sup>۱</sup> مندرجہ بالا مستقل تصنیفات کے علاوہ صحیح بخاری کی شروحات میں بھی ترجم ابواب پر مفصل بحثیں ملتی ہیں۔ جن شارحین نے اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے بحث کی ہے، ان میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی بیہقی قابل ذکر ہیں۔

ابن خلدون صحیح بخاری کے ترجم ابواب کے بارے میں لکھتے ہیں: صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب پروفیت رکھتی ہے۔ چونکہ اس کے مقاصد تک پہنچنا بہت مشکل امر ہے، لہذا اہل علم اس کی شرح کو اپنہائی مشکل خیال کرتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ صحیح بخاری کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان باتوں کا علم ہونا ضروری ہے:

(۲) ایک ہی حدیث کی متعدد سندوں سے آگاہ ہونا۔

(۳) تمام سندوں کے رجال (راویوں) کے بارے میں علم ہو کہ ان میں سے کون شامی، کون جازی اور کون عراقی ہے۔

(۴) تمام رجال (راویوں) کے حالات سے آگاہ ہونے کے علاوہ اس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ ان کے بارے میں امام بخاری اور دیگر محدثین کی کیا رائے ہے۔<sup>۲</sup>

۱ سیرۃ البخاری از مبارکبُری (صدر ایڈیشن، حاشیہ)، ص: 239. ۲ تاریخ ابن خلدون: 1/474.

•

## شروحات و متعلقات صحیح بخاری

صحیح بخاری کے جلیل القدر اور بلند پایہ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک علمائے اسلام بلا امتیاز اس کی طرف بھر پور متوجہ رہے۔ کسی نے اس کی شرح لکھی اور کسی نے صرف اس کے رجال پر توجہ کی، بعض نے اس کے فقہ تراجم ابواب کے دوائق کی چھان بین کی، کسی نے اس کی تجربید کی تو کسی نے اختصار، بعض اہل علم نے اس کے حواشی اور تعلیقات کو ضروری سمجھا، بعض نے غریب اور مشکل الفاظ کے لغات لکھے، کسی نے نحوی مسائل کے شواہد جمع کیے، بعض اساتذہ فن نے اس کی شروط صحت پر بحث کی، بعض محدثین نے اس کی حدیثوں کی تقدیم پر کتابیں لکھیں اور بعض نے ان تقدیموں کا جواب دیا، کسی نے متدرک لکھی،

**نوت:** شروحات، حواشی اور تعلیقات کی فہرست تیار کرنے کے لیے مختلف مکتبوں کی فہرستوں کے علاوہ درج ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے: تاريخ الأدب العربي، بستان المحدثين، كشف الظنون، كتاب الدبياج المذهب لابن فرحون، الدرر الكامنة، الدر الطالع، شذرات الذهب،نظم العتیان للسيوطی، تسهیل القاری، الثقافة الإسلامية في الهند، الحطة في ذكر الصحاح ستة، سیرۃ البخاری، اتحاف النباء، الفوائد الدراري، سلک الدرر، شروح صحیح البخاری.

شروعات میں بھی کسی نے مبسوط، کسی نے مختصر اور کسی نے متوسط شرح لکھی اور ہر ایک نے مقاصد اور عنوان الگ الگ بیان کیے۔ صحیح بخاری کی شروعات یا اس کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کا استقصا بڑا دشوار اور محنت طلب کام ہے۔ مختلف کتب اور فہارس کی ورق گردانی کے بعد جس قدر شروعات و حواشی کا علم ہو سکا، ذیل میں انھیں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے، لیکن اس بسیار کوشش کے باوجود بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام شروعات و حواشی کا استیعاب کر لیا گیا ہے۔ جن شروعات و حواشی کا علم ہو سکا ہے، ان کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔ ان سب کا تذکرہ یہاں شارحین کے سن وفات کی ترتیب سے کیا گیا ہے۔ عربی شروعات، حواشی، مختصرات، تعلیقات اور تراجم و عمل کے علاوہ اردو اور فارسی شروعات کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے:

ابوعبدیل قاسم بن سلام الہروی، الجمحی

(المتوفی 224ھ)

1 غریب حدیث البخاری

اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ علی پاشا غازی سلطان محمود خان ثانی، قسطنطینیہ میں موجود ہے۔ مؤلف کی ایک کتاب غریب الحدیث بھی ہے جو کہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد (بندوستان) سے چار جلدیں میں 1384ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (المتوفی 256ھ)

2 کتاب الثلثیات للبخاری

صحیح بخاری کی وہ احادیث جو تین واسطوں سے رسول اکرم ﷺ تک پہنچتی ہیں، ان کی تعداد بائیس 22 ہے۔ ان میں اکثر مکی بن ابراہیم کے واسطے سے مردی ہیں۔ مکی بن ابراہیم امام بخاری کے طبقہ اولی کے شیوخ میں سے ہیں اور تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے قلمی نسخہ برلن، پیشہ، پیرز برگ اور پشاور میں موجود ہیں۔

3 أسماء من روی عنهم بخاری  
ابن القطان، عبد الله بن عدی الجرجاني  
(المتوفى 360ھ)

مصنف نے اس کتاب میں ان راویوں کے نام بخط کیے ہیں جن سے امام بخاری نے روایت کیا۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ ( دمشق) میں موجود ہے۔

4 أسماء التابعين  
امام ابو الحسن علی بن عمر بن احمد دارقطنی  
(المتوفى 385ھ)

اس میں تابعین کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے، نیز ان تبع تابعین کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جنہیں امام بخاری روایت حدیث میں معتبر سمجھتے ہیں۔

5 إعلام السنن  
امام ابو سليمان محمد بن محمد البصري المعروف امام خطابي  
(المتوفى 388ھ)

اعلام السنن صحیح بخاری کی نہایت عمدہ شرح ہے۔ اس کی ابتداء الحمد لله المنعم سے کی گئی ہے۔ یہ شرح ایک جلد میں ہے۔ محمد بن تیمی نے ان ضروری متروکات کے پورا کرنے کا التزام کیا جو امام خطابی نہیں کر پائے تھے اور جس قدر اوہام امام خطابی سے اس شرح میں واقع ہوئے اس پر بھی انہوں نے بحث کی ہے۔ اس کے قلمی نسخے باکلی پور، پٹنہ اور آیا صوفیا میں موجود ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جرمنی کے کتب خانہ قلمی میں بھی جنگ عظیم دوم تک موجود تھا۔ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ سے دکتور محمد بن سعید کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری کے نام سے 1988ء میں شائع ہو چکی ہے۔

6 أسماء رجال الصحيح  
امام ابو نصر احمد بن محمد بن حسین الكلابازی (المتوفى 398ھ)

صاحب کشف الظنون نے اس کا تذکرہ أسماء حفاظ أو رجال الصحيح للبخاری کے نام سے کیا ہے لیکن اس کی تفصیل نہیں لکھی۔ امام ذہبی نے سیر (95/17) میں اس کا نام الإرشاد فی معرفة رجال البخاری ذکر کیا ہے۔ برائمن نے اس کا ایک نام الكلام علی رجال البخاری بتایا ہے۔ یہ کتاب بعد میں رجال صحیح البخاری کے عنوان کے ساتھ پہلی بار

1407ھ میں عبد اللہ لیش کی تحقیق کے ساتھ دارالعرفہ بیروت کی جانب سے دو جلدیں میں چھپی۔ تحقیق کے اعداد و شمار کے مطابق 1525 راویوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔ سبولت کی خاطر حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس کے قلمی نسخے آصفیہ اور مکتبہ القراءین فاس میں موجود ہیں۔

7 النصیحة فی شرح البخاری الصحیحة ابو عفراحمد بن نصر الداودی الأسدی<sup>7</sup>  
المعروف بشرح الداودی (الوفی 402ھ)

علامہ سید نذری حسین محمد دہلوی کے نسخہ تحقیق کے حواشی اسی شرح سے مزین ہیں۔ ابن اثیر بھی اکثر اسی سے نقل کرتے ہیں۔ یہ بڑی مفید شرح ہے۔ حل مطالب، دفع اشکالات، دفع تعارض اور تقطیق احادیث میں مصنف نے نہایت عمدہ پیرایہ اختیار کیا ہے۔ اس لیے اس نسخے پر بہت سے حواشی ہیں۔ یہ نسخہ ہمدرد لاہوری دہلی میں موجود ہے۔

8 المستدرک علی الصحیحین امام حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (الوفی 405ھ)

امام حاکم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر مستدرک لکھی ہے۔ مقصد یہ تھا کہ شیخین کی متروک حدیثیں جوان کی شرط پر ہیں، جمع کر دی جائیں۔

9 رجال الصحیحین ابو القاسم هبة اللہ بن حسن الطبری (الوفی 418ھ)

اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راویوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ تاریخ بغداد میں اس کا عنوان معرفة أسماء الصحیحین درج ہے۔

10 شرح السراج علامہ ابوالزنا درسراج بن سراج قرطبی (الوفی 422ھ)

اس کا مفصل حال معلوم نہیں ہو سکا۔ کیونکہ صاحبِ کشف الغنوی، علامہ قسطلانی اور علامہ عجلوی وغیرہ نے کچھ بھی نہیں لکھا۔

11 شرح المُهَلَّب  
مُهَلَّبُ بْنُ اَحْمَدَ بْنُ اَبِي صَفْرَةِ الْازْدِيِّ، الْاَسْدِيِّ،  
الْاَنْدِسِيِّ (المتوفى 435ھ)

شرح کے علاوہ امام مہلب نے صحیح بخاری کی تحرید بھی کی ہے۔

12 تراجم کتاب الصحيح للبخاري و احمد بن رشیق اندرسی (المتوفى 442ھ)  
معانی ما اشکل منه  
تفصیل نہیں ملی۔

13 شرح صحيح البخاري  
امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطآل  
(المتوفى 449ھ)

اس کا اکثر حصہ مذہب مالکیہ کے مسائل سے بھرا پڑا ہے۔ مؤلف نے اجزا کی صورت میں یہ  
شرح لکھی ہے۔ اس کے قلمی نسخے قاہرہ، مدینہ اور بریل میں موجود ہیں۔

14 شرح صحيح البخاري  
ابو حفص عمر بن حسن بن عمر ہوزنی الشیمی (المتوفى 460ھ)

اس کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں کیونکہ صاحبِ کشف القنون اس بارے میں  
خاموش ہیں۔

15 كتاب التعديل والتجریح لرجال قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی  
البخاری (المتوفى 474ھ)

یہ کتاب التعديل والتجریح لمن خرج له البخاری فی الجامع الصحيح کے نام کے  
ساتھ ڈائلر ابو بابہ حسین کی تحقیق سے داراللّواء، الریاض کی طرف سے پہلی بار 1406ھ میں  
دو جلدیں میں چھپی۔ محقق کی تحقیق کے مطابق اس میں 1733 راویوں کے تراجم ہیں۔

16 الأجوبة على المسائل المستغربة من شیخ الاسلام حافظ ابو عمر يوسف بن عبد البر نمری،  
البخاری اندرسی، قرطی (المتوفى 463ھ)

امام مہلب اور ابن حزم سے کیے گئے موقوف ہلت نے تمام سوالات اور ان کے جوابات کو اس میں رقم کر دیا ہے لیکن امام مہلب نے سوالات کے جوابات دیے تھے وہ اور ابن حزم کے جوابات، سب کو علیحدہ علیحدہ ضبط کیا گیا ہے۔

17 مختصر شرح المہلب  
ابو عبد اللہ محمد بن خلف ابن المرابط الاندلسی، تلمیذ المہلب، (المتوفی 485ھ)

شرح مہلب ہی کو منحصر کر کے اس پر بہت سے فوائد بڑھائے گئے ہیں۔

18 شرح صحیح البخاری  
ابوالاصلع عیسیٰ بن سہل بن عبد اللہ الأسدی (المتوفی 486ھ)

اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

19 الفوائد المنتقاۃ المخرجة على تخریج: ابو عبد اللہ (محمد بن فتوح میورقی) الحمیدی  
الصححین (المتوفی 488ھ)

یہ شیخ ابو مکر بن بدران الحکوائی بغدادی (المتوفی 507ھ) کے اصول ساعات سے ہے۔

20 الجمع بین الصحیحین  
علامہ حمیدی محمد بن ابی نصر الاندلسی، القطبی (المتوفی 488ھ)

اس کا تذکرہ صاحب مشکلة نے مشکلة کے مقدمے میں کیا ہے۔ یہ کتاب ڈائرنل حسین بواب کی تحقیق کے ساتھ دار ابن حزم (بیروت) نے پہلی بار 1419ھ/1998ء میں شائع کی۔ محقق کے نمبر شمار کے مطابق اس میں 3574 احادیث ہیں۔ برآ کلمن نے اسے تفسیر غریب ما فی الصحیحین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مکتبہ احمد تیمور میں موجود ہے۔

21 تقييد المھمل و تمییز المشکل  
ابو علی حسین بن محمد الغسناوی الجیانی (المتوفی 496ھ)  
اس کتاب میں ان راویوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راویوں میں لفظی اشتباہ ہوتا تھا۔ اکثر کتب خانوں میں اس کے کئی نسخے پائے جاتے ہیں۔ یہ کتاب دو جلدیوں میں ہے۔

22 کتاب الجمیع بین رجال الصحیحین علامہ محمد بن طاہر بن عمر مقدسی (المتونی 507ھ)  
 مقصد کتاب ہونا سے واضح ہے۔ حیدر آباد (ہندوستان) کے مطبع دائرۃ المعارف سے طبع ہو چکی ہے۔

23 شرح صحیح البخاری ابو القاسم المعلیل بن محمد الاصفہانی (المتونی 535ھ)

اس شرح کے بارے میں بھی مؤرخین ساکت ہیں۔ امام ذہبی نے سیر (84/20) میں مؤلف کے حالات زندگی نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ مؤلف کے بیٹے نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرح الہمنی شروع کی تھی لیکن اس کی زندگی ساتھ چھوڑ گئی۔ بعد میں مؤلف نے خود دونوں شرودھات کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

24 کتاب النجاح فی شرح کتاب أخبار امام شیخ الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفي الحنفی الصحاح (المتونی 537ھ)

اس کتاب میں سلسلہ سندا امام بخاری تک پچاس واسطوں سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی تفصیل نہیں مل سکی۔

25 شرح غریب صحیح البخاری ابو الحسن محمد بن احمد الجیانی الخوی (المتونی 540ھ)  
 اس کی تفصیل نہیں مل سکی۔

26 شرح صحیح البخاری ابو القاسم احمد بن محمد بن عمر بن ورد الشمی (المتونی 540ھ)

یہ ایک بسیط شرح ہے لیکن اس کے مقاصد کا علم نہیں ہو سکا۔

27 شرح صحیح البخاری قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربي المالکی (المتونی 543ھ)

اس کی تفصیل نہیں مل سکی۔

28 مشارق الأنوار قاضی ابو الفضل عیاض بن موسی (المتونی 549ھ)

اس میں دیگر کتب حدیث کے ساتھ صحیح بخاری کی غریب احادیث کی تفسیر ہے، یعنی کتاب مشارق الأنوار ان غریب احادیث کی شرح ہے جو موطا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں درج ہیں،

نیز اس میں ان کے مشکل الفاظ کو ضبط کیا گیا ہے اور مقامات اور ایام و تصحیفات سے قاری کو خبر دار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں راویوں کے نام ضبط کیے گئے ہیں اور ان کے صحیح اعراب بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ اگر یہ خالص سونے سے لکھی جاتی اور جواہر سے تولی جاتی، تب بھی اس کی افادیت و اہمیت کا پورا حق ادا نہ ہو پاتا۔

عبدالحق بن عبد الرحمن ازدی (المتوفی 581ھ)

29 المختصر لعبد الحق

یہ صحیح بخاری کی ایک مختصر شرح ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بینٹ پیٹریز برگ (روس) میں موجود ہے۔

ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمن الازدی، الاشیلی (المتوفی 582ھ)

30 الجمع بین الصحيحین

اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ نور عثمانیہ جامع شریفی قسطنطینیہ میں موجود ہے۔

ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد ابن الجوزی (المتوفی 597ھ)

31 کشف مشکل حديث الصحيحین

یہ کتاب 576ھ میں مکمل ہوئی۔ مصنف نے مشکل اور غیر مشکل دونوں طرح کی احادیث کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں بعض اہل علم نے اس کا اختصار بھی کیا۔ اس میں پہلے ایک صحابی سے مروی حدیث کا ذکر کر کے، اس کی تمام مرویات کا ذکر کیا گیا ہے اور ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے متفق علیہ، پھر افراد بخاری، پھر افراد مسلم کا اندر ارج کیا گیا ہے۔ اس کا اختصار 746ھ میں مکمل ہوا۔

امام ابو محمد عبد الواحد بن اتبین سفاقی (المتوفی 611ھ)

32 شرح ابن التین

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کسی قول کے رد یا اثبات میں اس شرح کے اکثر استشهادات پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک مشہور شرح ہے۔ اس کا پورا نام المخبر الفصیح فی شرح البخاری الصحیح ہے۔ اس میں فقہی مسائل کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔ مختلف شارصین کا بہت سارا کلام خوب صورت اور لطیف اشارات کے ساتھ اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔

33 المعلم فی مارواه البخاری علی ابوالعباس ابن الرؤمیہ احمد بن محمد الاشیلی، النباتی (المتوفی 637ھ)

شرط مسلم

کتاب کا موضوع عنوان ہی سے ظاہر ہے۔ صاحب کشف الظنون نے اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی۔ مورخین نے اس کا تذکرہ المعلم بما زاد البخاری علی مسلم اور رجالة المعلم بزوات البخاری علی مسلم کے نام کے ساتھ بھی کیا ہے۔

34 شرح مشكل البخاري  
محمد بن سعيد بن يحيى الدبّيني (المتوفى 763هـ)  
تفصيل نهیں مل سکی۔

35 شرح صحيح البخاري  
امام رضي الدين حسن بن محمد الصاغاني، الحنفي (التونسي)  
(٦٥٠ھ)

امام جمال الدین ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراهیم الانصاری القطبی (المتوفی ۶۵۶ھ)	36 مختصر صحيح البخاری ایک ہی جلد میں مختصر شرح ہے۔
--	---

اس شرح کا حال معلوم ہو کہ اس اختصار کی غرض کا پتا چل سکا۔ برکلمن تاریخ الادب العربي کا مؤلف ہے۔ مکمل نام کارل برکلمن ہے۔ برکلمن نے اس مختصر کا اختصار صحیح البحری و شرح غریبہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ اس کے قلمی نسخے قاہرہ اور مکتبہ الفروہین فاس میں موجود ہیں۔

## 37 التوضيح في إعراب البخاري

اس کے قلمی نسخہ دمشق عمومیہ اور اسکندریہ میں موجود ہیں۔

38 شواهد التوضيح والتصحيح جمال الدين محمد بن عبد الله بن مالك أخوي لمشكلات الجامع الصحيح (المتوفى 672هـ)

صحیح بخاری کے ان مشکل اعراب کے دلائل و شواہد بیان کیے گئے ہیں جو ظاہر مروجہ قواعد تجویز کے خلاف نظر آتے ہیں۔ اس کے قلمی نسخے بریل ہوتسا، اسکوریال، مکتبہ القریبین، مکتبہ جناب الزرقونہ ٹیونس، الظاہریہ دمشق اور آصفیہ میں موجود ہیں۔ یہ شرح پہلی دفعہ اللہ آباد (ہندوستان) سے 1319ھ میں چھپی تھی۔

39 شرح صحيح البخاري للنووي  
امام حجي الدين ابو ذكري يحيى بن شرف النووي،  
الشافعی (المتوفی 676ھ)

یہ شرح کتاب الایمان تک ہی پہنچ سکی۔ صحیح بخاری کے صرف ایک حصے کی شرح ہے۔ یہ شرح  
انواع علوم کی نہایت نفیس باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے قلمی نسخوں کی نشان دہی برائے مسلم نے کی  
ہے۔ ایک قلمی نسخہ شہید علی میں موجود ہے۔

40 المختصر للنووي  
امام حجي الدين ابو ذكري يحيى بن شرف النووي  
(المتوفی 676ھ)

امام نووی نے صحیح بخاری کی ایک مختصر شرح بھی لکھی ہے۔ اس کا دیباچہ ”جوتا“ میں موجود ہے۔

41 مناسبات على البخاري  
امام ناصر الدين ابو العباس احمد بن محمد بن منصور  
اسکندرانی، مالکی (المتوفی 683ھ)

اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

42 المتواری على تراجم البخاري  
امام ناصر الدين ابو العباس احمد بن محمد بن منصور بن  
المخیز الاشکندرانی (المتوفی 683ھ)

امام موصوف نے صحیح بخاری کے 400 مشکل سوالات کو بڑی خوبی سے حل کیا ہے۔

43 شرح ابن المُنیّر  
امام زین الدين علي بن محمد بن منصور بن المخیز  
لاشکندرانی (المتوفی 695ھ)

یہ دس جلدوں میں ایک صحیح شرح ہے۔ امام زین الدین نے ابن بطال کی شرح پر حوصلی بھی لکھے  
ہیں۔ کشف الظنون اور حطہ میں مؤلف کا لقب ناصر الدین لکھا ہے، جب کہ حافظ ابن حجر کے  
نزدیک یہ شرح ناصر الدین کے بھائی زین الدین ابن المخیز کی ہے۔ ابن فرھون کہتے ہیں کہ  
مؤلف صحیح بخاری کا ترجمۃ الباب ذکر کر کے اس پر کئی طرح کے مشکل اور ضروری سوالات واردو  
کرتے ہیں، پھر خود ہی ان کا جواب دیتے ہیں، بعد میں فقہ الحدیث اور مذاہب فقہاء پر گفتگو  
کرتے ہیں۔ آخر میں ایک مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔

44 جمع النهاية في بدء الخير والغاية عبد الله بن سعد بن أبي جمرة الأزدي (المتوفى 699ھ)

یہ صحیح بخاری کا اختصار ہے۔ اس پر حاشیہ علامہ محمد بن علی ازہری شفوانی (المتوفی 1233ھ) نے لکھا۔ یہ حاشیہ سمیت 1304ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

45 بهجة النفوس و غایتها بمعروفة مالها عبد الله بن سعد بن أبي جمرة الأزدي (المتوفى 699ھ) بستان المحدثین، هدایة العارفین و ماعلیہا

اور معجم المؤلفین میں یہ کتاب عبد الله بن سعد بن أبي جمرة (المتوفی 675ھ) کی تصنیف ہے۔ اس میں صحیح بخاری کی تقریباً سو حدیثوں کا انتخاب کر کے ان کی شرح و جملوں میں کی گئی۔

مؤلف موصوف نے مذکورہ بلا اختصار کی خود ہی ایک شرح بهجة النفوس و غایتها کے نام سے لکھی۔ یہ شرح بھی قاہرہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے قلمی نسخہ الجبراہ، رام پور، رباط، آصفیہ اور پٹنہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قطنطینیہ میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

46 الراموز على صحيح البخاري على بن محمد اليوناني (المتوفى 701ھ)

اس کا قلمی نسخہ رام پور میں موجود ہے۔

47 ترجمان التراجم ابو عبد الله (محب الدین) محمد بن عمر بن محمد بن رشید الاستقی (المتوفی 721ھ)

اس میں صرف صحیح بخاری کے ابواب پر بحث کی گئی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ناتمام ہونے کے باوجود یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

48 حاشیة العدة ابو الحسن علاء الدين على بن ابراهيم الحطار (المتوفى 724ھ)

علامہ عینی کی شرح عمدة القاری پر مؤلف نے یہ حاشیہ لکھا اور اس کا نام ”العَدَة“ رکھا۔ اس کا قلمی نسخہ شہید علی میں موجود ہے۔

49 البدر المنير الساري في الكلام على قطب الدين عبد الكريم بن عبد النور يا عبد الغفور ابن البخاري (شرح صحيح البخاري منير الحلببي، الحنفي (المتوفى 735ھ) للحلبي)

علامہ حلبي نے طویل شرح لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ دس جلدوں میں نصف کتاب کے بعد شرح آگئے نہ بڑھ سکی، نیز اس کے مقاصد کا بھی علم نہیں ہو سکا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ برلن میں ہے۔

50 شرح صحيح البخاري امام عفیف الدین سعید بن (محمد بن) مسعود الکازروی (المتوفى 758ھ)

مصنف نے شیراز شہر میں اقامت اختیار کی اور وہیں اس شرح کی تالیف سے فراغت پائی۔

51 التلويح شرح الجامع الصحيح حافظ علاء الدین مغلطائی بن قیث الترکی، المصری، الحنفی (المتوفى 761ھ)

یہ نہایت طویل شرح ہے۔ حافظ ابن حجر کے بقول تقریباً 20 جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام شوکانی کے نزدیک مؤلف کی وفات 763ھ میں ہوئی ہے۔ کشف الغطون اور الحکمة میں 792ھ مرقوم ہے۔

52 العقد الغالبی في حل إشكال الجامع احمد بن احمد الکردی (المتوفی 763ھ)  
الصحيح للبخاری

اس کا ایک قلمی نسخہ پیرس میں موجود ہے۔

53 شرح صحيح البخاري حافظ عماود الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر المشقی (المتوفی 774ھ)

یہ بھی صحیح بخاری کے صرف ایک حصے کی شرح ہے۔ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

54 الفرائد المرويات في فوائد الشلاطيات محمد بن ابراهیم الحضری (المتوفی 777ھ)  
اس کا قلمی نسخہ الجزائر میں موجود ہے۔

55 إرشاد السامع والقاري المنتقى من علامه بدر الدين حسن بن عمر بن حبيب الحنفي صحيح البخاري (المتوفی 779ھ)

اس کا مفصل حال معلوم نہیں ہو سکا۔

56 شرح صحيح البخاری علامہ رکن الدین احمد بن محمد بن عبد المؤمن الفزی (المتوفی 783ھ)

یہ وہی شرح ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے عینی کی شرح بخاری کی تفصیل کے جواب میں کیا ہے۔

57 الكواکب الداری فی شرح صحيح علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی البخاری (شرح کرمانی) (المتوفی 786ھ)

یہ ایک مشہور اور متوسط شرح ہے۔ اس میں بہت سے فوائد و زوائد جمع کردیے گئے ہیں جو اہل علم کے لیے بہت ہی فرع بخش ہیں۔ سب سے پہلے اس میں علم حدیث اور صحیح بخاری کی فضیلت بیان کی گئی ہے، پھر غریب اور مشکل الفاظ کا اعراب واضح کیا گیا ہے۔ روایات، اسامی الرجال اور القاب رواة کو بھی خوب ضبط کیا گیا ہے۔ احادیث میں تعارض کا حل پیش کیا گیا ہے۔ 775ھ میں مکہ مکرمہ میں مکمل ہوئی۔ یہ شرح (باوجود یہ کہ اس میں دوسری کتابوں سے عبارتیں نقل کرنے کے دوران میں بہت سے ادھام واقع ہوئے ہیں) انتہائی مفید ہے۔ اس کے قلمی نسخے برلن، جوتا، بوداپیش، گیرٹ، اسکوریاں، الجزاير، آیا صوفیہ، پیشہ، لیبرنگ، سلیمانیہ، قلیج علی، مکتبہ جامع الزیتونہ، موصل، حلب، پشاور اور آصفیہ کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دار احیاء التراث العربی بیروت سے 1981ء میں 9 جلدوں میں چھپ پکھی ہے۔ یہ مفید کتاب مصر میں بھی طبع ہو پکھی ہے۔

58 مختصر شرح مغلطائی جلال بن احمد بن یوسف تبریزی المعروف بستانی (المتوفی 793ھ)

مؤلف نے صحیح بخاری کی شرح مغلطائی کا اختصار پیش کیا ہے۔ اس کا بھی مفصل حال معلوم نہیں ہو سکا۔ امام شوکانی نے مؤلف کا نام جلال الدین احمد بن یوسف تبریزی نقل کیا ہے۔ بعض کتب میں ان کا نام جلال بن رسول بن احمد مذکور ہے۔

59 التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح علامہ بدر الدین محمد بن بہادر بن علی المصری، الزركشی، الشافعی (المتوفی 794ھ)

مشکل الفاظ کی شرح، اعراب کی وضاحت، مشتبہ اسماے رواۃ کی وضاحت، مختلف اقوال سے صحیح قول کا انتخاب وغیرہ جیسی صفات کی حامل اس شرح کا مطالعہ کرنے والا بہت سی دیگر شروحات سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اس کے قلمی نسخہ پیرس، برٹش میوزیم، لیبرنگ، آیا صوفیا، اسکندریہ، مکتبہ جامع الزریون، مکتبہ الریاض، حلب اور پشاور میں موجود ہیں۔ پٹنہ کی اور پیشل پیک لاهوری میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ قاہرہ سے 1351ھ میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔

60 فتح الباری  
حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب  
الحنبلی (المتوفی 795ھ)

صحیح بخاری کے ایک مکملے (کتاب بدء الوجی تا کتاب الجنائز) کی شرح ہے۔ شاہی کتب خانہ رام پور (ہندوستان) میں باب الشروط تک اس کا قلمی نسخہ 394 صفحات میں موجود ہے۔ طبقات حنبلہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ دار ابن الجوزیہ سے ابو معاذ طارق بن عوض اللہ کی تحقیق کے ساتھ سات جلدیوں میں چھپ چکی ہے۔

61 شرح صحيح البخاری  
قاضی مجدد الدین (ابو الفداء) اسماعیل بن ابراهیم  
البلیسی (المتوفی 802ھ)

اس کی تفصیل نہیں مل سکی۔ کشف الظنون میں مؤلف کی وفات 810ھ ذکر کی گئی ہے جو کہ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ انباء الغر (158/4)، الضوء الالمع (287/2) اور المخلة (224) میں ان کا تعارف دیا گیا ہے۔ وہاں 802ھ کو ہی ان کا سن وفات ذکر کیا گیا ہے۔

62 شواهد التوضیح  
سراج الدین عمر بن علی بن احمد بن الملقن الشافعی  
(المتوفی 804ھ)

میں جلدیوں میں یہ ایک ضخیم شرح ہے۔ مصنف نے نہایت اہم مقدمہ بھی لکھا ہے۔ اس میں ہر حدیث کے مقاصد و اقسام پر مبنی بتائے گئے ہیں۔ اس میں ابن الملقن نے اپنے استاذ مغطائی کی شرح ”تلویح“ پر بہت اعتماد کیا ہے۔ اس کے قلمی نسخہ برلن، حلب، آصفیہ اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

63 الفیض الجاری  
علامہ سراج الدین عمر بن رسلان البقینی، الشافعی  
(المتوفی 805ھ)

یہ بھی ناتمام شرح ہے۔ کتاب الایمان تک چچاں اجزاء کی شکل میں پہنچی۔ امام شوکانی کے بقول عمر بن رسلان نے صحیح بخاری کی میں احادیث کی شرح دو جلدوں میں لکھی ہے۔ ابن حجر کے حوالے سے امام شوکانی لکھتے ہیں کہ البقینی اپنی وسعت علم کی وجہ سے بہت طویل بحثیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف نامکمل رہیں۔

64 منح الباری بالسیح الفسیح الجاری علامہ مجدد الدین ابوطاهر محمد بن یعقوب شیرازی،  
فیروز آبادی (صاحب القاموس) (المتوفی 817ھ)

ابواب عبادات کے ربع (چوتھائی) تک یہ شرح میں جلدیں تک جا پہنچی۔ علامہ صاحب نے اس کے اختتام کا اندازہ چالیس جلدیں میں کیا تھا۔ یہ شرح ابن عربی کے عجیب و غریب منقولات سے بھری پڑی ہے۔ اس طرح کے لایعنی اقوال کی بھرمار کی وجہ سے یہ شرح عوام و خواص میں پذیرائی حاصل نہ کر سکی۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ میں نے اس کا وہ تکڑا دیکھا ہے جو مؤلف کی زندگی میں مکمل ہو چکا تھا۔ وہ انتہائی کرم خورده اور بوسیدہ تھا۔ امام شوکانی نے اس شرح کا نام فتح الباری فی شرح صحیح البخاری لکھا ہے۔

65 الإفہام بما وقع فی صحیح البخاری ابوفضل جلال الدین عبد الرحمن بن عمر بن رسلان البقینی (المتوفی 824ھ)  
من الإبهام

مؤلف نے صفر 822ھ میں یہ شرح مکمل کی۔ اس کا ایک نسخہ آیا صوفیا، قسطنطینیہ کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔

66 مصابیح الجامع الصحیح علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر الدمامی (المتوفی 828ھ)

یہ شرح ایک جلد میں ہے۔ اس میں زیادہ تر اعراب (ترکیب نحوی) اور نحو پر زور دیا گیا ہے۔ 828ھ میں بروز ہفتہ بوقت ظہر بمقام زید (یمن) میں تکمیل کو پہنچی۔ قسطنطینیہ کے ایک کتب خانے نور عثمانیہ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ بریل ہوسما، سلیمان آغا، مکتبہ جامع

الزیتونہ اور موصل میں بھی اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

67 اللامع الصبیح بشرح الجامع علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الداہم بن موسی الہبی ماوی (المتوفی 831ھ)

الصحيح

چار جلدیوں میں بہت ہی عمدہ شرح ہے۔ یہ زکریٰ کی شرح تنتیق اور کرمانی کی شرح سے مانوذ ہے۔ البتہ اس میں کچھ ایضاً حات، تنبیہات اور فوائد اضافی ہیں۔ اس کے قلمی نسخے برلن، نور عثمانی، آیا صوفیا، مکتبہ جامع الزیتونہ اور پشاور میں موجود ہیں۔

68 شرح صحيح البخاری علامہ محمد بن احمد بن موسیٰ کفیری (المتوفی 831ھ)

تاریخ الادب العربي میں اس کا نام ”الکوکب الساری فی شرح صحيح البخاری“ لکھا ہوا ہے۔ بقول مصنف اس شرح کی بنیاد سعید بن مسعود گاذروی کی مقاصد التنتیق ہے۔ شذررات میں ذکر کیا گیا ہے کہ مصنف نے ابن ملقن اور کرمانی کی شرح بخاری لخُص کرنے کے بعد دونوں کو جمع کر کے چھ جلدیوں میں یہ شرح تیار کی ہے۔ امام سقاوی فرماتے ہیں کہ علامہ کفیری نے صحیح بخاری کی ایک اور شرح بھی لکھی ہے۔ اس کا نام التلویح الی معرفة الجامع الصحيح ہے جو کہ پانچ جلدیوں میں کامل ہوئی۔ اس کا قلمی نسخہ برلن میں موجود ہے۔

69 مجمع البحرين وجوه الرحبرين علامہ تقی الدین سیحی بن محمد بن یوسف الکرمانی (المتوفی 833ھ)

اس شرح میں علامہ سیحی نے اپنے والد کی شرح الکوکب الدراری سے مدد لی ہے اور ابن ملقن، زکریٰ اور دمیاتی کی شروحات سے اضافہ کیا ہے۔ یہ شرح آٹھ جلدیوں میں ہے۔ مؤلف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ یونیورسٹی ترکی کے کتب خانے سراۓ احمد ثالث میں موجود ہے۔ (تاریخ التراث: 183/1)

70 مختصر شرح البخاری الکرمانی احمد بن محمد النعمانی (المتوفی 834ھ)

تفصیلات نہیں مل سکیں۔

71 الکوکب الساری فی شرح الجامع شیخ ابو الحسن علی بن حسین بن عروہ الموصلی الحنبلي (المتوفی 837ھ)

الصحيح للبخاری

اس کا ایک قلمی نسخہ رام پور کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے۔ بعض نے اس کے مؤلف کا نام محمد بن احمد بن موسیٰ الکفیری (المتوفی 831ھ) لکھا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ برلن میں ہے۔

72 التلقيح لفهم قارئ الصحيح  
برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل الحنفی (المتوفی 841ھ)

امام شوکانی کے نزدیک 4 جلدیں میں مختصر اور انتہائی کارآمد شرح ہے۔ مؤلف کے ذاتی خط سے دو جلدیں میں ہے۔ تاریخ التراث میں مذکور ہے کہ ترکی کے ایک کتب خانہ میں اس کے تین نسخے موجود ہیں۔

73 المتجر الربيع والمسعى الرجبيح علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن مرزوق  
والمرحب الفسیح فی شرح الجامع التیمسانی، الماکی (شارح البردہ) (المتوفی 842ھ)  
الصحيح

یہ شرح بھی مکمل نہ ہو سکی۔ مؤلف کی دیگر تصنیفیں میں سے ایک کتاب انواع الدراری فی  
مکررات البخاری بھی ہے۔

74 افتتاح القاری لصحيح البخاری  
ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد جمیع مشقی (المتوفی 842ھ)

یہ شرح نایاب ہے۔

75 النکت  
قاضی محبت الدین احمد بن نصراللہ بن احمد  
البغدادی، الحنبلی (المتوفی 844ھ)

یہ نکات بھی علامہ زکریٰ ہی کی شرح پر لکھے گئے۔

76 شرح صحيح البخاری  
شہاب الدین احمد بن رسلان المقدسی الرملی الشافعی (المتوفی 844ھ)

یہ شرح تین جلدیں میں ہے اور نامکمل ہے کیونکہ بقول علامہ مجاہدی یہ کتاب اجتیح تک ہی پہنچ سکی ہے۔

77 تيسیر منہل القاری فی تفسیر مشکل محمد بن محمد بن موسیٰ الشافعی الحنبلی

البخاري

(التوني 846ھ)

مؤلف نے یہ کتاب 846ھ میں مکمل کی۔ اس کا پہلا حصہ بصورت قلمی نسخہ اسکوریال میں موجود ہے۔

78 فتح الباری

شیخ الاسلام حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن جر  
العقلانی بن شاہ (التوني 852ھ)

یہ وہی شرح ہے جس کے بارے میں امام شوکانی کا قول لا ہجرة بعد الفتح مشہور ہے۔ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمے میں کہا تھا کہ صحیح بخاری کی ہر لحاظ سے ایک مکمل شرح لکھنا امت مسلمہ پر قرض ہے۔ حافظ سخاوی کے بقول فتح الباری کی تکمیل سے یہ قرض ادا ہو گیا۔ 817ھ میں اس کا آغاز ہوا۔ مؤلف روزانہ تھوڑا تھوڑا لکھتے، پھر اسے مدحین کی ایک جماعت لقل کر لیتی۔ بختے میں ایک دن اس پر مباحثہ اور معارضہ ہوتا، مقابلہ کیا جاتا۔ سوالات اور اعتراضات کا جواب ابن جر صاحب خود دیتے، حتیٰ کہ یہ شرح 842ھ میں مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد مصنف نے کچھ اضافہ کیا۔ جب اضافہ مکمل ہوا تو ساتھ ہی مصنف کی عمر بھی تمام ہو گئی۔ فتح الباری کی تکمیل پر ایک شان دار ضیافت کا اہتمام ہوا۔ یہ کتاب پوری دنیا میں اس قدر مقبول ہوئی کہ سلاطین نے اسے اشریفوں سے تول کر خریدا۔ اس کے قلمی نسخے برلن، پیرس، یونی، کوپر ملی، برٹش میوزیم، بولونیا، اسکوریال، مکتبہ جامع الزیستہ، مکتبہ الفروہین فاس، سلیمانیہ، مکتبہ قیسی علی، داماد ابراہیم، مشہد، پشاور، آصفیہ اور رام پور وغیرہ میں موجود ہیں۔ فتح الباری کئی دفعہ چھپی۔ 1300-1301ھ میں بولاق میں شائع ہوئی اور اسی طرح 1325ھ میں مطبع الحیریہ قاهرہ میں شائع ہوئی۔ سب سے زیادہ متبادل نسخہ وہ ہے جو استاذ محبت الدین الخطیب بن شاہ کی نگرانی میں شائع ہوا۔ اس کے بعض اجزاء پر شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز بن شاہ کی تعلیقات بھی ہیں۔ قاهرہ میں مطبع سلفیہ نے اسے 13 جلدیں میں مقدمہ هدی الساری سمیت چھپا۔ یہ شرح مکتبہ دارالسلام، الیاض سے بھی نہایت عمدہ کاغذ پر جدید محسن طباعت کے ساتھ 1421ھ/2000ء میں شائع ہو چکی ہے۔

79 هدی الساری مقدمہ فتح الباری شیخ الاسلام ابو الفضل حافظ احمد بن علی بن جر  
العقلانی بن شاہ (التوني 852ھ)

یہ مقدمہ ایک شنیم جلد میں ہے اور بجا ہے خود ایک مستقل اور جامع کتاب ہے۔ یہ بات بڑی حد تک صحیح ہے کہ اس کے بغیر صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی ناممکن ہے۔ اس مقدمے میں دس فصلیں ہیں۔ ہر فصل کے ضمن میں بہت سے ذیلی عنوانات ہیں۔ مختصر خاکہ یہ ہے:

صحیح بخاری کی تالیف کے اسباب اور تدوین حدیث کا آغاز۔

صحیح بخاری کا اصل موضوع، صحیح بخاری میں مذکور احادیث کے لیے شرائط، اُصْحَّ الْكُتُبُ کی وجہ، ترجمہ ابواب میں مذکور نکات کی وضاحت۔

حدیثوں کی تقطیع اور اختصار، تکرار کی صورتیں، فوائد اور حکمتوں کا بیان۔

مرفوغ احادیث کے متعلق لانے اور آثارِ موقوفہ کے تذکرے کی وجوہات کا بیان۔

متومن حدیث میں مذکور مشکل الفاظ کی تفہیم۔

بہتر ترتیب حروف تہجی صحیح بخاری میں مذکور اسماء، القاب اور کنیتوں کا بیان۔

امام بخاری کے مہم اساتذہ کی وضاحت۔

آن احادیث کا سلسلہ سند جن پر تقدیم کی گئی۔

ان راویوں کا تذکرہ جن پر کلام کیا گیا۔

ابواب کی فہرست، ہر باب کے تحت مذکورہ احادیث کی تعداد، احادیث مکرہ کا علم، صحیح بخاری میں مذکور احادیث کی فہرست، صحیح بخاری میں مذکور صحابہ سے کس قدر احادیث وارد ہوئیں۔

امام بخاری کی سیرت، سوانح عمری اور ان کی دیگر تالیفات اور تلامذہ کا تذکرہ۔

حافظ اہن حجر ہاشم نے یہ مقدمہ فتح الباری سے قبل کامل کیا تھا۔ 813ھ میں مقدمہ سے فارغ ہوئے تھے۔ اس کے قلمی نسخے، برلن، المکتبۃ البندی، برٹش میوزیم، الجزایر، یونی، آیا صوفیہ، پیشہ، اسکوپریا اور امبروزیانا میں موجود ہیں۔ یہ مقدمہ 1301ھ میں بولاق اور 1325ھ میں مکتبۃ الخیریہ قاہرہ میں شائع ہوا۔

80 الإعلام بمن ذكر في البخاري من شيخ الإسلام حافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني ج 3  
الأعلام.

تہذیب الکمال میں مذکور راویوں کے علاوہ دیگر راویوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور صحیح بخاری میں  
مذکور رجال کا تعارف کرایا گیا ہے۔

81 تغليق التعليق شيخ الإسلام حافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني ج 3

معلق احادیث کو موصول بیان کرنے کے علاوہ احادیث مرفوعہ، آثار اور موقفات ہر ایک کی  
صحت اور ضعف و متابعات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اور جن محدثین نے ان تعلیقات، آثار  
اور موقفات کا اخراج کیا ہے ان سب کی تفصیل بتائی گئی ہے۔ مقدمہ فتح الباری میں اس کی  
تائیخیں کی گئی ہے۔ حافظ صاحب نے 804ھ میں اس کی تسویہ سے فراغت پائی۔ اس کے بعد  
اس کا خلاصہ ”التشویق إلى وصل المهم من التعليق“ کے نام سے لکھا۔ پھر اس خلاصے کا  
بھی اختصار کیا جس کا نام ”ال توفیق لوصل المهم من التعليق“ رکھا۔

82 انتقاد الاعتراض شيخ الإسلام حافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني ج 3

علامہ عینی کی شرح میں مذکور فتح الباری پر اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ مصنف کی رحلت  
کے باعث یہ کتاب کامل نہ ہو سکی۔ اس کے قلمی نسخہ رام پور اور دمشق عمومیہ کے کتب خانوں میں  
موجود ہیں اور محقق نسخہ مکتبۃ الرشد، الریاض سے 1413ھ / 1993ء کو طبع ہو چکا ہے۔

83 تقریب الغریب فی غریب صحیح شیخ الاسلام حافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني ج 3

البخاری

اس میں صحیح بخاری کے الفاظ مشکلہ پر بحث کی گئی ہے۔

84 تجرید التفسیر شیخ الاسلام حافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني ج 3

سورتوں کی ترتیب سے تفیرات صحیح بخاری کو علیحدہ کیا گیا ہے۔

85 النکت شیخ الاسلام حافظ احمد بن علي بن حجر العسقلاني ج 3

علامہ زرکشی کی شرح تفیع پر حافظ صاحب نے ”النکت“ لکھے۔ افسوس کہ پورے نہ ہو سکے۔

86 أطراف الصحیحین

متعدد مؤلفین: ① امام ابو مسعود ابراہیم بن محمد بن

عبدالدشی (التوفی 400ھ)

② ابو محمد خلف بن محمد بن علی بن حمدون الواسطی

(التوفی 401ھ)

③ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہنی، (التوفی 517ھ)

④ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی

(5852ھ)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اطراف مستقل طور پر متعدد الوگوں نے لکھے ہیں۔ ابو محمد خلف بن محمد کے اطراف باعتبار ترتیب و رسم بہت عمدہ ہیں۔ خطب اور وہم ان میں بہت کم ہے۔

اطراف لکھنے والوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن کتابوں کی حدیثوں کے اطراف انہوں نے لکھے ہیں ان کی تمام سندیں اور راویوں کو ضبط کر لیا جائے اور بتا دیا جائے کہ یہ متن فلاں کتاب میں فلاں سند سے مروی اور فلاں کتاب میں فلاں سند سے ہے، لہذا اگر کوئی راوی رہ جائے تو فی الفور پتا چل جاتا ہے۔

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ عینی

87 عمدۃ القاری

الجھنی (التوفی 855ھ)

دس جلدوں پر مشتمل یہ ایک مشہور شرح ہے۔ 821ھ میں اس کا آغاز ہوا اور 847ھ تک ایک سدس (1/6) حد تک مکمل ہو گئی۔ فتح الباری سے خاصی مدد لی گئی حتیٰ کہ بعض اوقات پورے کا پورا ورق بھی نقل کر دیا گیا۔ معانی بیان اور بدیع نوادر وغیرہ شیخ رکن الدین کی شرح سے نقل کی گئے ہیں۔ اسی بنا پر ایک حد تک انہوں نے یہی اسلوب برقرار رکھا، پھر اسے ترک کر دیا۔ کیونکہ جو مأخذ تھا اس کا خاتمه ہو چکا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ رکن الدین کی یہی شرح علامہ عینی سے قبل میرے ہاتھ گلی تھی لیکن کتاب ناتمام تھی۔ اسی وجہ سے اس سے نقل کرنا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ علامہ عینی اس کے خاتمے کے بعد سے معانی بیان و بدیع نوادر وغیرہ

کے بارے میں باکل ساکت ہیں۔ علامہ عینی کی یہ شرح مطالب کی خوب توضیح کرتی ہے، تاہم یہ فتح الباری جیسی شہرت نہ پا سکی۔ فتح الباری علماء کے لیے بہت مفید ہے اور عمدۃ القاری طالب علموں کے لیے مفید ہے۔ اس کے قلمی نسخے برلن، پیرس، الجزایر، راغب، نور عنانیہ، آیا صوفیا، پیشہ، اسکوریال، مکتبہ القرویین فاس، مکتبہ جامع الزیتونہ، سلیمانیہ، داماد زادہ، پشاور، رام پور، آصفیہ اور بانکی پور میں موجود ہیں۔ بیروت میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

88 مصباح القاری  
امام حسین بن عبد الرحمن حسینی علوی شافعی الہبی  
لہبینی (المتوفی 855ھ)

اس شرح کا تذکرہ نواب صدیق حسن خاں نے الحطة میں کیا ہے۔

89 تلخیص أبي الفتح لمقاصد الفتح  
ابو الفتح شرف الدین محمد بن ابی بکر بن حسن القرشی  
المدنی المراغی (المتوفی 856ھ)

بقول امام شوکانی مؤلف نے فتح الباری کا اختصار کیا ہے اور یہ اختصار چار جلدیوں میں کامل ہوا ہے۔ امام سیوطی نے اس شرح کا نام ”شرح المخاری“ درج کیا ہے۔

90 تعلیق علی البخاری  
محمد بن محمد بن علی النویری (المتوفی 857ھ)  
تفصیل نبیں ملی۔

91 شرح البخاری  
شرف الدین بیکی بن عبد الرحمن بن محمد الکندي  
(المتوفی 862ھ)

اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

92 شرح صحيح البخاری  
قاضی زین الدین عبد الرحیم ابن الرکن احمد (المتوفی 866ھ)

اس کی تفصیل نہیں مل سکی۔

93 تحفة السامع والقاری فی ختم احمد بن محمد.....المعروف باہن زید الدمشقی الحنبلي  
صحيح البخاری (المتوفی 870ھ)

تفصیات نہیں مل سکیں۔

94 مختصر شرح البخاری للبرهان کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمن المصري الشافعی المعروف بابن امام الکاملی (المتوفی 874ھ) الحلبی

مؤلف نے التلیقیح لفہم قاری الصحیح للحلبی کا اختصار کیا اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر بن ذکر نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

95 التوضیح لمبہمات الجامع الصحیح ابوذر احمد بن ابراہیم بن محمد بن خلیل ابن البسط الحلبی (المتوفی 884ھ)

موضوع بحث نام ہی سے ظاہر ہے، یعنی اس کتاب میں صحیح بخاری کی مشکلات کا حل درج ہے۔ تین جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جنگ عظیم دوم سے قبل جرمی میں ایک دارالعلوم کے مکتبہ مخطوطات میں موجود تھا۔

96 التوضیح للأوهام الواقعۃ فی ابوذر احمد بن ابراہیم بن محمد بن خلیل ابن البسط الحلبی الصحیح (المتوفی 884ھ)

شرح کرمانی، فتح الباری اور شرح برماوی سے تلخیص کی گئی ہے۔ برکمن نے صحیح بخاری کی ایک اور شرح الدرر فی شرح صحیح البخاری بھی اسی مؤلف کی طرف منسوب کی ہے۔

97 الدرر فی شرح صحیح البخاری احمد بن ابراہیم الحلبی (المتوفی 884ھ)

اس کا ایک قلمی نسخہ قاہرہ میں موجود ہے۔

98 تمام شروعات سے منتخب شرح محمد بن ابو بکر بن ابراہیم بہاء مشہدی (المتوفی 889ھ)

اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

99 شرح البخاری ابوالباقا محمد بن عبد الرحمن بن احمد الکبری المצרי الشافعی المعروف بالجلال الکبری (المتوفی 891ھ)

حافظ ابن حجر بن نسک کے شاگرد اور ابو بکر صدیق رض کے خاندان سے تعلق رکھنے والے مؤلف اپنے زمانے میں شافعی فقہ کے حافظ بھی تھے۔ صحیح بخاری کی شرح لکھنی شروع کی لیکن معلوم نہیں کہاں تک مکمل کی تھی۔

100 الكوثر الجاری علی ریاض البخاری الفاضل احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی، الحنفی (المتوفی 893ھ)

یہ ایک متوسط شرح ہے۔ اس کا اکثر حصہ علامی اور حافظ ابن حجر کی تردید میں بیان کیا گیا ہے۔ مشتبہ راویوں کے اسماء کی وضاحت، مشکل الفاظ کی تفہیم اور شرح سے پہلے نبی ﷺ کی سیرت، مصنف کے مناقب جیلہ اور صحیح بخاری کی خوبیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ شرح جمادی الاولی 874ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس کے قلمی نسخہ آیا صوفیہ، راغب اور دامادزادہ میں موجود ہیں۔

101 شرح صحیح البخاری امام زین الدین ابو محمد عبد الرحمن بن ابی بکر اعینی، الحنفی (المتوفی 893ھ)

یہ شرح تین جلدوں میں ہے اور صحیح بخاری اس کے حاشیے پر ہے۔

102 التجربید الصریح لأحادیث الجامع زین الدین ابوالعباس احمد بن احمد بن عبد اللطیف الشرجی الزربیدی (المتوفی 893ھ) الصحیح

مرفوع احادیث کو سند سے الگ اور مکرات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ احادیث متفرقہ کو جمع کر دیا گیا ہے، جس سے حدیث تلاش کرنا آسان ہو گیا۔ 1287ھ میں قاہرہ اور بولاق میں چھپ چکی ہے۔ کئی نئے ایڈیشن بھی آچکے ہیں۔

103 الرياض المستطابة في جملة من امام عباد الدين تیجی بن ابی بکر العامري الیمنی روی في الصحيحین من الصحابة (المتوفی 893ھ)

علامہ عباد الدین نے اس کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے۔ پہلے صحیحین میں مذکور صحابہ کرام کے نام، پھر متفق علیہ افراد، پھر افراد بخاری اور افراد مسلم کا تذکرہ کیا ہے۔

104 شرح صحیح البخاری فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بن عبد الکریم

بن موئی بن عیسیٰ بن مجاهد بزدیوی الحنفی (المتوفی 4894ھ)

یہ بھی ایک مختصر شرح ہے۔ بعض نے شرح الجامع الصحیح کے نام سے ان کی ایک اور شرح کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی وفات 482ھ میں ذکر کی ہے۔

105 المنہل الجاری المجرد من فتح شیخ قطب الدین محمد بن محمد الحنفی الدمشقی الشافعی الباری شرح الجامع الصحیح (المتوفی 894ھ)  
للبخاری

سوال و جواب کی صورت میں فتح الباری سے اخذ کر کے مرتب کی گئی ہے۔

106 شرح صحیح البخاری  
برہان الدین ابراہیم بن علی العماني (المتوفی 898ھ)

صرف کتاب الصلاۃ تک پہنچی، مکمل نہ ہو سکی۔ مؤلف نے فتح الباری اور شرح عینی کو جمع کرنا شروع کیا تھا لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا۔

107 حاشیۃ صحیح البخاری  
ابوالعیاں احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ شہاب الدین  
برنسی، مغربی، مالکی معروف بہ زروق۔ (المتوفی 899ھ)

علامہ عجلوی نے لکھا ہے کہ یہ صحیح بخاری کی تفہیم کے سلسلے کا ایک حاشیہ ہے۔

108 تعلیقہ علی صحیح البخاری  
مولوی اطف اللہ بن حسن التوقانی (المتوفی 900ھ)  
شدرات الذهب (23/8) میں 904ھ درج ہے۔

یہ تعلیق صرف اوائل صحیح بخاری کے متعلق ہے۔

109 شرح صحیح البخاری/ البارع ابوالبقاء محمد بن علی بن خلف الاحمدی الامصري  
الشافعی نزیل المدینہ (المتوفی بعد سنتہ 909ھ)  
الفصیح فی الجامع الصحیح

یہ ایک طویل شرح ہے۔ مؤلف نے شرح کرمانی، شرح یعنی اور فتح الباری وغیرہ سے ملخص کر کے طویل اور مختصر کے درمیان ایک عمدہ شرح تیار کی ہے۔

110 التوسيع على الجامع الصحيح جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي (المتوفى 911ھ)

یہ نہایت مختصر، جامع اور لطیف شرح ہے۔ جنم میں علامہ زکریٰ کی شرح کے برابر ہے۔ اس کے قلمی نسخہ پڑنے، برلن، یونی، شہید علی، مکتبہ القرویین اور آصفیہ میں موجود ہیں۔ اس شرح پر 1211ھ میں تعلیقات لکھی گئی جو برلن میں موجود ہے۔ 1298ھ میں قاهرہ سے شائع ہوئی۔

111 شرح لكتاب الصوم من صحيح استعمال الجرأ (المتوفى قبل سنة 915ھ) البخاري

اس کا ایک قلمی نسخہ بریل ہوتا میں موجود ہے۔

112 إرشاد الساري على صحيح البخاري شهاب الدين احمد بن محمد بن أبي بكر الخطيب القسطلاني، المصري (المتوفى 923ھ)

اس میں شرح اور متن کا ایسا امترزاج ہے کہ دونوں میں امتیاز کرنا ابسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ مشکلات کو حل، مہلات کو مقتید اور مہمات کو واضح کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کا درس دینے والوں کے لیے بڑی مفید ہے۔ یہ شرح بڑی شروحتات کی تلخیص ہے بالخصوص فتح الباری اس کا اصل مأخذ ہے۔ اس کے قلمی نسخہ برلن، پیرس، آفس لاہری ری بھارت، کوپر لیلی، راغب، نور عثمانی، آیا صوفیہ، پڑنے، مانچستر، اسکوریا، شہید علی، سیکھ آفندی، سلیمانیہ، موصل، آصفیہ اور رام پور میں موجود ہیں۔ یہ کتاب بولاق، قاهرہ، دہلی، لکھنؤ، جو پور اور فاس میں کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

113 تحفة السامع والقاري لختم صحيح علام قسطلاني (المتوفى 923ھ) البخاري

تفصیلات نہیں مل سکیں۔

114 غایۃ المرام فی رجال البخاری الشیخ محمد بن داود بن محمد البازلی الکردی، الحموی، الشافعی (المتوفى 925ھ)

یہ کتاب ایک ضمیم جلد میں ہے۔ کتاب کی تیکھیل کے بعد اسے حروف تجھی کی ترتیب پر لکھا گیا۔ قسطنطینیہ کے کتب خانے نور عثمانیہ میں ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

115 هدایہ الباری / تحفة الباری بشرح شیخ الاسلام زکریا بن محمد بن احمد الانصاری قاهری،  
تمیز حافظ ابن حجر العسقلانی (المتونی 926ھ) صحیح البخاری

یہ شرح قابرہ (مصر) سے 1326ھ میں 12 جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ بعض نے اس کا نام هدایہ الباری کی جگہ هدایہ القاری بھی لکھا ہے۔ بقول بعض مؤلف نے یہ شرح صحیح بخاری کی دس شروحات کی تلخیص کر کے تیار کی ہے۔ اس کے قلمی نسخہ نور عثمانیہ، مکتبہ جامع الرزیونہ، مکتبہ القراءین فاس اور آصفیہ وغیرہ میں موجود ہیں۔

116 شرح تجزیہ الصحیح للزبیدی شیخ محمد بن قاسم بن محمد بن محمد بن ابی عبد اللہ الغزی،  
قاهری، شافعی، المعروف با بن القاسم و ابن الغراہی  
(المتونی 937ھ)

مذکورہ بالا اور اس شرح کا تذکرہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی شرح عون الباری میں کیا ہے۔  
ابو الحسن علی بن ناصر الدین محمد بن محمد الماکی (المتونی 939ھ)

اس کا تذکرہ علامہ عجلونی نے اپنی قابل قدر کتاب الفوائد الدراری میں کیا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ القراءین فاس میں موجود ہے۔

118 شرح ثلاثیات البخاری محمد شاہ بن الحاج حسن (المتونی 939ھ)  
ثلاثیات البخاری میں مؤلف نے صحیح بخاری کی وہ روایات منتخب کی ہیں جو قمی واسطوں سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہیں جن کی تعداد 22 ہے۔ ان میں سے اکثر مکی بن ابراہیم کے واسطے سے مروی ہیں۔ مکی بن ابراہیم امام بخاری کے طبقہ اولیٰ کے شیوخ میں سے ہیں جو تابعین سے روایت کرتے ہیں، جیسے ابو نعیم، خلاد بن یحیٰ اور علی بن عیاش وغیرہ ہیں۔ محمد شاہ نے اس کی شرح لکھی ہے۔

119 صیانۃ القاری عن الخطاء في صحيح ابو الحسن علی بن ناصر الدین محمد بن محمد الماکی (المتونی

البخاري

(٩٣٩ھ)

علامہ عجلوں نے الفوائد الدراری میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مؤلف امام سیوطی کے شاگرد ہیں۔

120 تعلیقة

علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا  
(المتوفی ٩٤٠ھ)

اس کا حال معلوم نہیں ہو۔ کا۔

121 شرح عدۃ أحادیث صحيح البخاری محمد بن عمر بن احمد السفیر الحنفی (المتوفی ٩٥٦ھ)  
اس کے قلمی نسخہ برلن اور اسکندریہ میں موجود ہیں۔

122 المجالس الوعظیة في شرح أحادیث علامہ شمس الدین محمد بن عمر بن احمد السفیر الحنفی  
خير البرية من صحيح الإمام البخاري (المتوفی ٩٥٦ھ)

محقق نسخہ دارالكتب العلمیہ بیروت (لبنان) سے تین جلدوں میں ١٤٢٥ھ میں شائع ہوا۔

123 الكوكب الساري في اختصار بعلی محمد بن عیینی بن عبد اللہ (المتوفی ٩٦٠ھ)  
البخاری

اس شرح کا قلمی نسخہ الہ آباد میں ہے۔

124 شرح صحيح البخاری علامہ زین الدین عبد الرحیم بن عبد الرحمن بن احمد  
العباسی الشافعی (المتوفی ٩٦٣ھ)

اس کی ترتیب بالکل انوکھی اور نئے انداز کی ہے، یعنی جامع الاصول لاہن اخیر جزری کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ احادیث کو سلسلہ سند سے مجرد کر دیا گیا ہے۔ حاشیہ میں مخصوص حروف بطور علامت لکھے گئے ہیں جس سے ان صحاح خمسہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کے مؤلفین نے اس حدیث کی تخریج میں امام بخاری کی موافقت کی ہے۔ آخر میں مشکل الفاظ کی شرح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس شرح پر علامہ برہان الدین ابوشریف اور علامہ عبد الرحیم بن شحنة نے تقاریب لکھی ہیں۔

125 فيض الباري في غريب صحيح علامہ عبد الرحیم بن عبد الرحمن العباسی (المتوفی ٩٦٣ھ)  
البخاری

اس کا ایک نسخہ قسطنطینیہ کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔

126 فیض الباری  
علامہ سید عبدالاً ول بن علی بن علاء حینی جون پوری  
(المتوفی 968ھ)

اس شرح کا تذکرہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی قابل قدر تاریخ اتحاف النباء میں  
کیا ہے۔

127 تعلیقہ  
مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان السروری (المتوفی 969ھ)

صحیح بخاری کے نصف تک یہ ایک طویل حاشیہ ہے۔

128 بدایۃ القاری فی ختم صحیح البخاری محمد بن سالم بن علی الطبلابی (المتوفی 966ھ)  
اس کے قسمی نسخے گیرث اور قاہرہ میں موجود ہیں۔

129 تعلیقہ  
مولوی فضیل بن علی الجمالی (مولانا فضل بن علی  
الجمال، المتوفی 991ھ)

اس کا حال بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

130 بغية السامع فی شرح الجامع  
جمال الدین ابو یوسف بن عرب بن حسن  
(المتوفی فی القرن العاشر الهجری)

اس کا ایک نسخہ قسطنطینیہ کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔

131 الخیر الجاری فی شرح صحیح علامہ ابو یوسف یعقوب البنا لاهوری (المتوفی  
البخاری 1003ھ)

شرح قسطنطینی، شرح عینی اور فتح الباری وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اور بیشتر پہلک لائبریری پہنچ میں  
کتاب الزکاة تک ایک جلد موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پوری شرح چار جلدوں پر مشتمل ہو گی۔  
الشقاقة الإسلامية فی الهند میں اس شرح کا تذکرہ موجود ہے۔ اس کے قسمی نسخے باکی پور اور  
رام پور وغیرہ میں موجود ہیں۔

- 132 شرح صحيح البخاري  
اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔
- 133 شرح صحيح البخاري  
یہ شرح قسطلانی سے مانوڑ ہے۔
- 134 غایۃ التوضیح للجامع الصحيح  
علامہ عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم الصدیقی الحنفی  
برہان پوری (امتوں، شعبان 1008ھ)
- تاریخ التراث (189/1) میں اس کے کئی نسخوں کا متعدد کتب خانوں میں موجود ہونے کا ذکر ہے۔ شاہی کتب خانہ رام پور میں بھی قلمی نسخہ موجود ہے۔ جلد اول 1176 صفحات پر مشتمل ہے جو کتاب بدء الوحی سے باب القرآن فی التمر عند الأکل تک ہے۔ جلد ثانی باب رقیۃ الہبیۃ سے آخر تک ہے۔ اس کے قلمی نسخہ مکتبہ ہندی، آصفیہ اور پنڈت میں بھی موجود ہیں۔
- 135 تعلیقہ  
مولوی حسین بن رستم الکفوی (المتوفی 1012ھ)
- علماء زرقانی نے شرح مواهب اللدنیہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔
- 136 تزیین العبارة بدون تحییز الإشارة  
ملا علی قاری الہروی (المتوفی 1014ھ)
- اس کے قلمی نسخہ برلن اور قاہرہ میں موجود ہیں۔
- 137 شرح ثلاثیات البخاری للقاری الہروی ملا علی بن سلطان محمد القاری، الہروی، المکنی (المتوفی 1014ھ)
- بعض نے اس کا نام تعلیقات القاری علی ثلاثیات البخاری لکھا ہے۔ مؤرخ احمد الممحی نے اپنی تاریخ (خلاصة الأثر فی أعيان القرن الحادی عشر) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ شہید علی میں ہے۔
- 138 اعراب القاری علی اول باب البخاری ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی (المتوفی 1014ھ)

اس کے قلمی نسخے پہنے، برلن، مانچسٹر، قاہرہ اور آصفیہ میں موجود ہیں۔

139 **تشنیف المسامع لبعض فوائد ابوزید عبد الرحمن بن محمد بن یوسف العریف الفاسی**  
الجامع، او: **الحواشی الفریدة** (المتوفی 1036ھ)

اس کا قلمی نسخہ الرباط میں موجود ہے، علاوہ ازیں یہ کتاب فاس میں 1307ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

140 **شرح صحیح البخاری**  
علامہ عبد الباقی بن عبد الباقی بن عبد القادر بعلی،  
زہری، ومشقی (المتوفی 1071ھ)

علامہ عجلوی کہتے ہیں کہ یہ صحیح بخاری کے ایک بڑے حصے کی شرح ہے۔

141 **تیسیر القاری**  
علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق محدث دہلوی  
(المتوفی 1073ھ)

چھ جلدوں میں یہ ایک صحیح شرح ہے۔ فارسی زبان میں ہے۔ ایک ہی زمانے میں شیخ عبد الحق نے مشکاة کی شرح اور ان کے بیٹے علامہ نور الحق نے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔ اس کے قلمی نسخے المکتبۃ الہندی، پشاور اور باکی پور میں موجود ہیں۔ یہ شرح ہندوستان کے شہر لکھنؤ میں 1305ھ میں پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

142 **عقد الجمان اللامع من قعر بحر محمد بن محمد بن علیب الجزايري المعروف باقو جلی.**  
الجامع فی الحديث (المتوفی 1080ھ)

مؤلف نے اس میں صحیح بخاری کے راویوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے اشعار میں بیان کیا ہے۔  
اس کا قلمی نسخہ الجزايري میں موجود ہے۔

143 **شرح ثلاثیات البخاری**  
علامہ احمد بن احمد بن محمد المعروف بابجی (الوفائی)  
(المتوفی 1086ھ)

اس کا ایک اخوند کتب خانہ علی پاشا غازی سلطان محمود خان ثانی، قسطنطینیہ میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس کے قلمی نسخے بریل، مکتبہ جامع الزیستہ اور باتا قیا میں موجود ہیں۔ میں السطور ہندی ترجمے اور شرح کے ساتھ 1298ھ میں دہلی سے شائع ہوئی۔

عبد القادر بن علی الفاسی (المتوفی 1091ھ)

144 حاشیہ

مؤلف کا صحیح بخاری پر لکھا گیا یہ حاشیہ فاس سے 1307ھ میں طبع ہو چکا ہے۔

145 تعلیقات علی اعراب القاری محمد بن محمد الحشی (المتوفی 1096ھ)

اعراب القاری علی اول باب البخاری ملا علی قاری الہروی (المتوفی 1014ھ) کی تصنیف ہے۔ اس پر مؤلف نے تعلیقات لکھی ہیں۔ اس تعلیق کا نسخہ برلن میں موجود ہے۔

146 فیض الباری شرح صحیح البخاری خواجہ اعظم بن سیف الدین سرہندی (المتوفی 1114ھ)

اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

147 ضیاء الساری علامہ شیخ عبدالله بن سالم بن محمد بن عیسیٰ البصری الامکی (المتوفی 1134ھ)

الحکمة اور الفوائد الدراری میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ارشاد الساری سے بسیط اور فتح الباری سے چھوٹی ہے۔ تین جلدوں میں ملک تک پہنچی تھی۔ ترکی میں اس کے دو قلائی نسخے موجود تھے جن میں سے ایک نسخہ قسطنطینیہ کے ایک کتب خانے میں ہے۔

148 إشارات صحیح البخاری و أسانیده ابو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن سلیم البصری الشافعی (المتوفی 1134ھ)

اس کے قلمی نسخے کو بریل، ہوسما اور گیرٹ میں موجود ہیں۔

149 المختصر علی تحفۃ الباری ابو الحسن بن عبد البادی السندی (المتوفی 1136ھ)

تحفۃ الباری کے حاشیے پر یہ کتاب 1318ھ میں قاہرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

150 تعلیقہ علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن عبد البادی السندی (المتوفی 1139ھ)

صحیح بخاری مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر طبع ہو کر شائع ہوئی۔

ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن زکری الفاسی

151 حاشیہ

(التوفی 1144ھ)

اس کا قلمی نسخہ الرباط میں موجود ہے۔

شیخ نور الدین (احمد بن محمد صالح) احمد آبادی  
 (التوفی 1155ھ)

152 نور القاری

اس شرح کا تذکرہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی قابل قدر تاریخ اتحاف العبلاء میں کیا ہے۔

153 شرح علی الأحادیث المشروحة فی تاج العارفین بن موقن الدین (التوفی 1160ھ)  
 الكتاب الأخير

اس کا ایک قلمی نسخہ برلن میں موجود ہے۔

اساعیل (بن محمد بن عبدالحادی) الحجولی (تلمیز  
 علامہ سندي) (التوفی 1162ھ)

154 الفیض الجاری

ابتدائی تصنیف 1141ھ میں کی۔ علامہ موصوف نے جامع اموی کے قبہ نسر میں صحیح بخاری کی  
 تدریس کے زمانے میں اس شرح کو ضبط کتابت میں لانے کا آغاز کیا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ مدینہ  
 میں موجود ہے۔

جعفر بن محمد مقصود عالم شاہی

155 الفیض الطاری

اس کا ایک قلمی نسخہ آصفیہ میں موجود ہے۔

الإعلام بشرح أحادیث سید الأنام

اساعیل الجراحی (التوفی 1162ھ)

یہ کتاب اصول کی شرح ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ گیرث میں موجود ہے۔

عبد اللہ بن محمد بن یوسف حنفی، حنفی، استنبولی اشہیر  
 یوسف آندری۔ (التوفی 1167ھ)

157 نجاح القاری

اس کا ایک قلمی نسخہ قسطنطینیہ کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس کے قلمی نسخے  
 آیا صوفیا، نور عثمانی، بیکی آندری، مدینہ اور خود مؤلف کے ہاتھ کے نسخے مکتبات الفاتح،  
 ولی الدین اور حمیدیہ میں موجود ہیں۔ علامہ یوسف آندری نے صحیح مسلم کی شرح بھی لکھی ہے۔

علامہ شہاب احمد بن علی بن عمر بن صالح امنی  
العثماني (المتوفی 1172ھ)

158 إضاءة الدراري

یہ بھی کتاب الصلاۃ تک ہی پہنچی اور مکمل نہ ہو سکی۔ اس کا تذکرہ رواحیت کے مصنف ابن عابدین  
نے کیا ہے۔

علی بن مصطفی الشافعی، الحنفی (تمیز العلامۃ السندی)  
(المتوفی 1174ھ)

159 شرح صحيح البخاری

یہ شرح کتاب المغازی تک پہنچی اور مکمل نہ ہو سکی۔ اس کا تذکرہ فاضل مؤرخ و ادیب علامہ محمد  
خلیل آفندی نے سلک الدرر فی أعيان القرن الثاني عشر میں کیا ہے۔

160 فرة العین فی ضبط أسماء رجال علامہ عبدالغنی بن احمد البحراوی الشافعی  
(المتوفی 1174ھ تقریباً) الصحیحین

یہ کتاب 1323ھ میں حیدر آباد (دکن) سے شائع ہو چکی ہے۔

شاد ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلوی (المتوفی 1117ھ)

161 تعلیقات علی أبواب البخاری

اس کا قلمی نسخہ پڑنے میں موجود ہے۔

162 شرح تراجم أبواب صحيح البخاری شاد ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلوی (المتوفی 1176ھ)

حیدر آباد سے 1323ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ صحیح بخاری کے درسی مطبوعہ نسخوں میں بھی مطبوع ہے۔

شیخ الاسلام بن فخر الدین بن محبت اللہ بن نور اللہ  
بن نور الحق بن مولانا عبدالحق محدث دہلوی

163 شرح فارسی

نوٹ: نزہۃ الخواطر کی چھٹی جلد بارہویں صدی  
کے علماء کے بارے میں ہے۔ اسی (6/119) میں  
مصنف کا تذکرہ موجود ہے۔

فارسی زبان میں یہ صحیح بخاری کی چھ جلدیوں میں مبسوط شرح ہے۔ یہ فارسی شرح تیسیر القاری کا اختصار ہے، یعنی فارسی زبان میں سلیس ترجمے کے ساتھ چند مفید اضافے بھی ہیں۔

164 شرح صحیح البخاری شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین (المتوفی 1180ھ)

فارسی میں صحیح بخاری کی بہت عمدہ شرح ہے۔

165 شرح مختصر البخاری علامہ احمد بن احمد بن محمد البجاعی (المتوفی 1197ھ)

بعض نے اس کا پورا نام النور الساری علی متن مختصر البخاری لابن أبي جمرة ملکھا ہے۔

166 ضوء الدراري علامہ غلام علی بلگرای (المتوفی 1200ھ)

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ مؤلف نے یہ شرح لکھنی شروع کی تھی لیکن ناکمل رہی۔ ابتدا سے کتاب الزکاة کے آخر تک مکمل ہوئی۔ مصنف کے بیان کے مطابق کچھ اضافے کے ساتھ ارشاد الساری کی تلخیص ہے۔ اس شرح کا تذکرہ خود مؤلف نے سبحة المرجان میں کیا ہے۔

167 شرح علی الأحاديث المشروحة فی سلیمان عجیلی (المتوفی 1204ھ)

الكتاب الأخيرة

اس کا قائم نسخہ برلن میں موجود ہے۔

168 زاد المجد الساری بشرح صحیح ابو علی محمد التاؤودی ابن سودۃ المری

البخاری (المتوفی 1209ھ)

یہ شرح فارسی زبان میں ہے۔ اس کا قائم نسخہ رباط (مراکش) میں موجود ہے۔ 1328ھ

1330ھ میں چار اجزاء میں شائع ہو چکی ہے۔

169 أساسی الرواۃ لصحیح البخاری حسن صوفی زادہ (المتوفی 1279ھ)

مقدمہ ترکیہ کے ساتھ یہ کتاب استنبول میں 1382ھ میں طبع ہوئی۔

170 شرح تجربید الصحيح للزبیدی اشیخ عبد اللہ بن حجازی بن ابراهیم الشرقاوی

(المتوفی 1227ھ)

بعض علماء نے اس کا نام فتح المبدی لشرح مختصر الزبیدی بیان کیا ہے۔ یکی دفعہ چھپ چکی ہے۔

عبداللہ شرقاوی (المتوفی 1227ھ)

171 فتح المبدی

احمد بن احمد شریجی الزبیدی (المتوفی 893ھ) کی کتاب تجربہ الصحیح کی مؤلف نے شرح لکھی ہے۔ اس کے قلمی نسخہ مکتبہ جامع الزيتونہ، مدینہ اور اسکندریہ میں موجود ہیں۔ قاہرہ سے 1330ھ اور 1333ھ میں تین اجزاء میں شائع ہو چکی ہے۔

محمد بن علی الشافعی الشوانی (المتوفی 1233ھ)

172 شرح الشنوانی

یہ جمع النهاية فی بدء الخیر والغاية ہی کی ایک شرح ہے۔ اس کے قلمی نسخہ پیرس، اور مکتبہ القروین فاس میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں قاہرہ سے 1305ھ میں شائع بھی ہو چکی ہے۔

173 منح الباری

شیخ محمد حسن بن محمد صدیق پنجابی المعروف علامہ

دراز پشاوری (المتوفی 1260ھ)

یہ فارسی میں ایک مفید شرح ہے۔ یہ لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

174 العثمانی

مولانا احمد علی سہارن پوری نے صحیح بخاری پر لکھے حاشیہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں ہو سکا۔

175 حل صحیح البخاری

مولانا احمد علی سہارن پوری تلمیذ محمد اسحاق محدث

دہلوی (المتوفی 1298ھ)

اس کی بنیاد نسخہ تحقیقہ پر ہے جو انھوں نے سید نذیر حسین دہلوی سے عاریثاً لیا تھا۔ مولانا احمد علی صاحب نے اس حاشیے کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں فن حدیث کے اصولوں کے علاوہ صحیح بخاری کے متعلق بہت سی مفید باتیں بتائی ہیں۔ اس مقدمے کی بنیاد بھی مقدمہ فتح الباری اور مقدمہ قسطلانی پر ہے۔ بعض چیزیں شاہ ولی اللہ کے رسالہ شرح تراجم أبواب صحیح البخاری سے مأخوذ ہیں۔ آخری پانچ پارے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہیں۔ مولانا احمد علی نے صحیح بخاری کو شرح یعنی اور دیگر کتب حفیہ کی مدد سے اول سے آخر تک مذہب حفیہ کے

مطابق کر دیا ہے۔

- 176 سُلَّمُ القاری سید علامہ محمد بن احمد الابدالی بنکنی (المتوفی 1298ھ)  
نواب صدیق حسن خان نے اس کا تذکرہ الحجّۃ میں کیا ہے۔ انہوں نے اس کا پورا نام سُلَّمُ  
القاری بارٹ فی افادتہ و افاضتہ الباری رقم کیا ہے۔
- 177 النور الساری علامہ شیخ حسن العدّوی، الحمزاوی، المالکی (المتوفی 1303ھ)  
یہ قاہرہ سُلَّمُ بخاری کے حاشیے پر 1279ھ میں دس جلدوں میں چھپی اور بولاق میں 1296ھ  
میں، جبکہ 1303ھ میں قاہرہ ہی سے چار جزا میں دوبارہ شائع ہوئی۔

- 178 عون الباری لحلّ أدلة البخاری علامہ نواب ابوالظیب صدیق حسن خان بہادر  
المتوفی 1307ھ

علامہ زبیدی نے جو تحریر کی تھی یہ اُسی (تجرید الصحيح) کی عربی شرح ہے۔ 1984ء میں  
دارالرشید، حلب سے 5 جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ بولاق میں 1297ھ میں کتاب منتهی  
الاحکام لائن تیمیہ کے حاشیے پر اور نیل الاولطار کے حاشیے پر بھی طبع ہوئی۔ 1299ھ اور  
1307ھ میں بھوپال سے بھی شائع ہوئی۔

- 179 غنیۃ القاری بترجمہ ثلاثیات البخاری علامہ نواب صدیق حسن خان (المتوفی 1307ھ)  
ثلاثیات سُلَّمُ بخاری کا اردو میں یہ نہایت دلچسپ ترجمہ ہے۔ اس کتاب کو بغية القاری فی  
ثلاثیات البخاری بھی کہا گیا ہے۔

- 180 حل صحيح البخاري مولانا سید نذر حسین محدث دہلوی  
(المتوفی 1320ھ)

یہ نسخہ بہت قدیم، نہایت واضح اور خوش خط ہے۔ یہ حل مشکلات اور حواشی کے ساتھ تھیں  
(30) ضخیم جلدوں میں ختم ہوا۔ اس نسخے کے نواہ اس کی قدامت کی دلیل ہیں۔ بڑے بڑے  
اساتذہ اور شیعوں نے دوران درس و تدریس اس پر حواشی اور نکات چڑھائے۔ شیخ الکل کے اپنے

باتھ کے لکھے ہوئے جو اس پر موجود ہیں۔ پہلے پہل ہندوستان میں جو نسخہ مولانا احمد علی کے حاشیے کے ساتھ شائع ہوا وہ اسی نسخے کی خوش چیز ہے۔ انہوں نے شیخ الکل سے یہ نسخہ عاریٹا لے کر اپنا نسخہ طبع کرایا۔ یاد رہے! شیخ الکل کی ذاتی ”ہمدرد لاہوری، دہلی“ میں ہزاروں کتب اور مخطوطات موجود ہیں۔

ابو العباس احمد بن طالب بن محمد..... ابن سودۃ  
المری (المتوفی 1321ھ)

181 حاشیہ علی صحیح البخاری

مولانا رشید احمد گلگوہی (المتوفی 1323ھ) مع  
التعليق محمد زکریا کاندھلوی

182 لامع الدراری علی جامع البخاری

مکتبہ تیکو یہ سہارن پور سے 1389ھ میں 3 جلدیں میں چھپ چکی ہے۔

183 فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری علامہ ابوالطیب محمد ثمیث الحنفی عظیم آبادی  
(المتوفی 1329ھ)

یہ شرح مؤلف کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی۔

علامہ ابوالطیب محمد ثمیث الحنفی عظیم آبادی (المتوفی 1329ھ)

184 رفع الالتباس عن بعض الناس

ایک رسالہ دفع الوسواس عن بعض الناس کے نام سے چھپا تھا جس میں امام بخاری کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا جو امام بخاری نے صحیح بخاری میں قال بعض الناس لکھ کر کیے۔ اس رسالے کا جواب رفع الالتباس کے نام سے علامہ ابوالطیب نے شائع فرمایا۔ اس میں انہوں نے علامہ یعنی کی ان غلط فہمیوں سے پرده اٹھایا ہے جو انہوں نے اپنی شرح عدۃ القاری میں ذکر کی ہیں اور جن کی بنا پر وہ امام بخاری کے اعتراضات کو غلط کہتے تھے۔ یہ کتاب 1309ھ میں دہلی سے شائع ہوئی۔

185 هدایہ الباری إلى ترتیب أحادیث عبد الرحیم عنبر (المتوفی 1365ھ)  
البخاری

اس میں حروف تہجی کے اعتبار سے راویوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہ قاہرہ سے 1340ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

186 مفتاح کنوز البخاری      محمد فؤاد عبد الباقی (المتون 1388ھ)

یہ کتاب قاہرہ سے 1935ء میں چھپی۔

187 مختصر صحيح الإمام البخاري      علامہ محمد ناصر الدین الالبانی (المتون 1420ھ)

علامہ الالبانی نے محدث شاقد سے کام لے کر تمام مرفوع احادیث اور موقوف آثار کی سندوں اور کفر متوں کو حذف کر کے یہ مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ صحیح بخاری کے فوائد کو جمع کر دیا گیا ہے۔ مکتبہ المعارف، الریاض سے چار جلدیوں میں شائع ہو چکی ہے۔

188 شرح صحيح البخاری      شیخ محمد بن صالح العثیمین (المتون 1421ھ)

آنہ جلدیوں میں بہترین شرح ہے۔ 1428ھ میں قاہرہ (مصر) سے شائع ہو چکی ہے، اس کے حاشیے پر شیخ ابن باز کی تعلیقات اور علامہ الالبانی کے فوائد بھی درج ہیں۔

189 شرح صحيح البخاری      علامہ عبد الرحمن الابہرہ

خط نسخ میں شاہی کتب خانہ رام پور میں اس کے دونوں نسخے موجود ہیں۔ دونوں نسخے ناقص ہیں۔ جلد اول قلمی صفحات 492 ناقص از ”باب بداء الوحی“ تا ”باب القراءة“ اور دو سرا نسخ بھی جلد اول از ”باب بداء الوحی“ تا ”باب القراءة“ ہے۔

190 شرح صحيح البخاری      علامہ سید ابراہیم الشیری باہن حمزہ نقیب اشرف

دمشق

علامہ مخلوی نے یہ شرح کتاب الصلاۃ تک دیکھی ہے۔ ہر باب کے شروع میں حمد و صلاۃ لکھی گئی ہے۔

191 شرح صحيح البخاری      الشیخ علی الشامی الحدیدی

علامہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ یہ صحیح بخاری کے ابتدائی حصے کی شرح ہے۔ شیخ علی الشامی سے میری ملاقات 1285ھ میں ہوئی تھی۔ کتاب الحشۃ ان کو ہدیۃ دی تھی۔

192 شرح صحيح البخاري      محمود بن ابراهيم بن محمد السالاني

اس کا ایک قلمی نسخہ آیا صوفیا میں موجود ہے۔

193 مقدمة و شرح للكتابين الأولين من      عمر بن محمد عریف نہروالی

صحیح البخاری

اس کا ایک قلمی نسخہ المکتبۃ البندی میں موجود ہے۔

194 الفیض الطاری شرح صحیح شیخ جعفر بن محمد بخاری گجراتی

البخاری

یہ شرح دو جلدوں میں ہے۔

195 معلم القاری شرح ثلاثیات البخاری      مولوی رضی الدین ابوالخیر عبد الجبید خان ٹوکنی

(نواب وزیر الدولہ بہادر کے داماد)

طبع مفید عام آگرہ سے 1261ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ 138 صفحات پر مشتمل ہے۔

196 التعلیق الفخری      محمد بن عباس علی خان

عبدالله بن سعد بن ابی جرہ الازدی (المتوفی 699ھ) نے صحیح بخاری کی تقریباً دو سو حدیثوں کا ایک انتخاب جمع النهاية فی بدء الخبر والغاية کے نام سے کیا تھا۔ مؤلف نے اس کی ایک شرح خود لکھی تھی جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اسی مختصر کی شرح التعلیق الفخری کے نام سے محمد بن عباس علی خان نے لکھی ہے۔

197 حل صحیح البخاری      مرتضیٰ جیرت دہلوی (المتوفی 1899ء)

متن مولانا احمد علی سہارن پوری کا رکھا ہے، جبکہ صحیح بخاری کے حل میں زیادہ مدققتانی اور فتح الباری سے لی گئی ہے۔ حل لغات الگ اور میں السطور حواشی نکال دیے گئے ہیں جس سے حل مشکلات میں وقت پیدا ہوئی ہے۔

198 صحیح بخاری مترجم      مرتضیٰ جیرت دہلوی (المتوفی 1899ء)

نہایت معنی خیز ترجمہ ہے۔ جا بجا برکیتوں میں توشیحی اشارے دیے گئے ہیں۔ وضاحت کے لیے

نوٹ اور حاشیہ بھی لکھا گیا ہے۔

199 زبدۃ البخاری

عمر ضیاء الدین

1330ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی اور 1341ھ میں استنبول سے ترکی ترجمے کے ساتھ تین اجزاء میں طبع ہوئی۔

200 الألف المختارة من صحيح البخاري عبد السلام محمد ہارون

مؤلف نے امام بخاری کی الجامع الصحیح میں سے ایک ہزار احادیث کا انتخاب کر کے ان کی مختصر شرح لکھی ہے۔ اس میں مؤلف نے کرمانی، ابن حجر، عینی اور عسقلانی سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اس کے چھ جزو طبع ہو چکے ہیں۔

201 جواہر البخاری محمد مصطفیٰ عمارہ

اس میں صحیح بخاری کی 1700 احادیث کی تشریع کی گئی ہے۔ یہ شرح قاہرہ سے 1341ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

202 مختصر البخاری عبد اللہ بن ابی جرہ

اس کے قلمی نسخ راغب اور آصفیہ میں موجود ہیں۔

203 تحریر علی کتاب العلم من صحيح عبد السید محمد بن حارث مفتی الله یارالتونیہ البخاری

یہ کتاب تیونس میں 1325ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

204 منحة الباری فی جمع روایات عبید سندھی المدنی البخاری

اس کا قلمی نسخہ مدینہ میں موجود ہے۔

205 حل اغراض البخاری المبہمة فی ابو عبد اللہ محمد بن منصور بن حمادہ المغراوی الجمیع بین الحديث والترجمة

اس میں صحیح بخاری کے تقریباً ایک سو تراجم ابواب پر بحث کی گئی ہے۔

- 206 فيض الباري مولانا محمد انور شاہ کاشمیری جمیعت علمائے ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) کے اجتہام سے 1938ء میں چار جلدیوں میں چھپی۔
- 207 فيض الباري شیخ فضل احمد انصاری اردو زبان میں مؤلف کی یہ بہترین شرح ہے۔
- 208 تسهیل القاری مولانا وحید الزمان خان اردو زبان میں یہ ایک بہترین تصور کی جاتی ہے۔
- 209 فضل الباري صحیح بخاری کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔ اسے ایک طویل شرح تصحیحنا چاہیے۔ لاہور سے شائع ہوئی۔
- 210 فيض الباري مولانا محمد ابو الحسن سیالکوٹی بخاری کی متعدد شروحات سے ماخوذ اردو ترجمہ و تشریح۔
- 211 تيسیر الباري مولانا وحید الزمان خان بڑا مفہی خیز ترجمہ ہے۔ صحیح بخاری کے ساتھ چھپا ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں مؤلف نے اپنا سلسلہ سند امام بخاری تک دس واسطوں سے ملایا ہے۔ حواشی اور حل لغات بھی لکھے۔ بڑی خوش اسلوبی سے شائع ہوا۔
- 212 اللمحات إلى ما في أنوار الباري من محمد رئیس ندوی صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ موصوف نے مصنف انوار الباری کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے اور صحیح بخاری اور امام بخاری کے دفاع میں یہ شرح لکھی ہے۔ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) سے 1403ھ میں چھپ چکی ہے۔
- 213 صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ علامہ اسد (آف جرمنی) صحیح بخاری کے دو حصوں کا انگریزی ترجمہ مع مختصر فوائد و حواشی ایک نو مسلم علامہ محمد اسد کے قلم سے موصوف نے مصنف انوار الباری کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے اور صحیح بخاری اور امام بخاری کے دفاع میں یہ شرح لکھی ہے۔ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) سے 1403ھ میں چھپ چکی ہے۔
- محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- شائع ہوا۔ افسوس یہ مکمل نہ ہو سکا۔ علاوہ ازیں یورپی مصنف مسٹر کریزن نے بھی صحیح بخاری کا ترجمہ کیا جو 1296ھ میں یورپ کے شہر بلک سے دس جلدوں میں طبع ہوا۔
- 214 ترجمہ صحیح بخاری بزبان فرانسیسی اوہوداس وڈبلیو مارکوئیں
- مع حواشی و فہرست جملہ مضامین و الفاظ بہ ترتیب حروف تہجی پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب 1903ء-1914ء کے درمیانی عرصے میں پیرس سے چھپی۔
- 215 إمداد القاري بشرح كتاب التفسير علامه عبید بن سليمان الجابری من صحيح البخاري
- مکتبہ الفرقان، عجمان سے 1421ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔
- 216 صحیح بخاری کا اردو ترجمہ مولانا داود رازدہ بلوی
- صحیح بخاری کا الگ الگ پاروں میں با محاورہ سلیس اردو ترجمہ ہے۔ حواشی قدیمہ اور تشرییحات جدیدہ سے مزین ہے۔ 1387ھ میں شائع ہوا۔
- 217 مختصر صحیح بخاری کا اردو ترجمہ ابو محمد حافظ عبد اللہ التارجماد
- امام ابوالعباس زین الدین احمد بن عبد اللطیف الزہبی برشک کی التجردیہ الصریح لاحادیث الجامع الصحیح کا اردو ترجمہ ہے۔ جامع سلفیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی رض کی نظر ثانی اور فوائد کے ساتھ مکتبہ دارالسلام سے شائع ہوا۔
- 218 البدر الساری إلى فيض الباري محمد بدر عالم میرٹھی
- جنوبی افریقہ کے صوبہ ٹرانسوال سے 1938ء میں چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔
- 219 تحفة القاري بحل مشکلات البخاري محمد ادريس کاندھلوی
- مکتبہ عثمانیہ لاہور سے 1376ھ میں چھپ چکی ہے۔
- 220 مقدمة صحيح البخاري محمد ادريس کاندھلوی
- مکتبہ عثمانیہ لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

221 شرح كتاب التوحيد من صحيح عبد الله بن محمد الغنيمان  
البخاري

مکتبہ لبنة سے 1988ء میں 2 جلدیں میں چھپی۔

222 مصابیح الإسلام من حدیث خیر علامہ فقیر اللہ  
الأنام

ترتیب ابواب فہریہ صحیح بخاری کا یہ ایک عمدہ اور بے نظیر امتحاب ہے۔ مؤلف نے محمد امین خان کے حکم پر اسے مشکاة کے ابواب پر ترتیب دیا ہے۔ حسب ضرورت تعلیقات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، البتہ اسناد احادیث اور مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور نیٹل پلک لا بھری یہ پنڈ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

223 مفتاح صحيح البخاري  
محمد شریف بن مصطفیٰ توقادی  
1312ھ میں مکمل ہوئی اور 1313ھ میں شائع ہوئی۔ مؤلف نے اس کی احادیث کو الفاظ نبوی کے پہلے حرف کے مطابق حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ ہر حدیث کے ابواب اور کتب کے حوالے نیز اجزا و صفات بھی درج کیے ہیں۔ علاوہ ازیں یعنی، قطلانی اور ابن جریر کی شروح کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔

224 نبراس الساری فی اطراف البخاری  
مولانا عبد العزیز  
مصنف نے صحیح بخاری کی احادیث کے اطراف جمع کیے۔ ہر حدیث کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ کس کس باب میں مختصر یا مطول آئی ہے، پھر فتح الباری اور عمدۃ القاری کے صفات کے حوالے بھی دیے ہیں۔ یہ کتاب اول الذکر سے زیادہ مفید ہے۔

225 مفتاح البخاري  
محمد شکری بن حسن  
یہ کتاب اتنبول میں 1313ھ میں طبع ہوئی۔

226 شرح صحيح البخاري  
www.KitaboSunnat.com  
اس کا قلمی نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لا بھری یہی میں موجود ہے۔

شیخ بیکی بن امین العباسی، الآبادی

227 إعانة القاري

(شرح بسيط)

228 إنعام المنعم الباري بشرح ثلاثيات عبد الصبور بن عبد التواب ملتانی

البخاری

مصنف مرحوم نے طالب علمی کے زمانے میں یہ شرح مرتب کی۔ اس کا مأخذ فتح الباری، قسطلانی، داودوی اور سندھی ہیں۔ 1358ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ جامعہ سلفیہ بنا رس (ہندوستان) نے اسے 1400ھ میں دوبارہ شائع کیا۔

229 درء الدراري في شرح رباعيات علامه احمد بن محمد الشافعی

البخاری

سُجَّحُ بخاری میں مذکورہ روایات چنی گئی ہیں جن کی سندیں چار واسطوں سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ ان کی شرح زرکشی اور کرمانی سے اخذ کی گئی ہے۔ نیز مؤلف نے ہر حدیث کی شرح کے بعد لفظ قلْتُ لکھ کر مفید اضافے اپنی تحقیقات کی صورت میں قلم بند کیے ہیں۔

230 ارشاد القاري الى نقد فيض الباري حضرت حافظ محمد گوندوی اور حافظ عبد المنان نور پوری

اس کی چار جلدیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصلح

# سیرتِ امام بخاری

امام بخاری را کس نے صحیح بخاری کی صورت میں امت پر ہوا حسان عظیم کیا تھا۔ امت نے اسے الحجہ بھر کے لیے بھی فرماؤش نہیں کیا۔ حدیث کی اس وحدویت کو امت مسلمہ کی طرف سے "صحیح ترین احادیث" کی تجویز کا درجہ حاصل ہوا۔ تکیہ وہ ہے کہ اس کے "اصحُّ الْكُتُبِ لِنَعْدِيْكُمُ اللَّهُ" کے اقتیازی وصف پر امت کا اجماع ہے۔ کسی نے صحیح بخاری کے رواۃ کا تعارف کرایا تو کسی نے تراجم ایسا بکا، اسکی نے شریف کلامی تو کسی نے انتہا کیا، اسکی نے جو اسی تکھے تو کسی نے مطلق روایات کا حکم کیا اور اکثر زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع ہوئے۔ اسی لیے امام بخاری را کس کا تلاکرہ، کتب امامیت، رجال میں ممتاز میثیت سے جوگا رہا ہے۔

امام بخاری را کسی ولادت پا سعادت، بودود باش، سفر و خر، تعلیم و تعلم، اساتذہ و علماء، علوم و فنون میں پढ़ پایا، تائیفات و تصنیفات اور ان کا اسلوب اور مدد جات، امام صاحب کے ہم صدر حکمران، آپ کا زیدہ درش، صداقت و ریاست، احادیث رسول ﷺ سے آپ کا شفف، محدثین اور ممتاز رنگی کے علمی و عملی و اقفات کو زیر انظر کتاب "سیرت امام بخاری" میں عام قلم ادا، محققان اسلوب اور دلشیح اسکے میں دارالاسلام نے ممتاز اہل علم کی قیمتی معادوت سے عمدہ طباعت کے ساتھ افادة عام کے لیے بیش کیا ہے۔ یقیناً اس کتاب میں ہمارے لیے عملی زندگی گزارنے کے فتحی اسپاہ مدد ہو گی۔

دارالاسلام

کتب و نشرت کی ایام میں ممتاز کو ملائی ایام



9 786035 001137